دلیپ صاحب

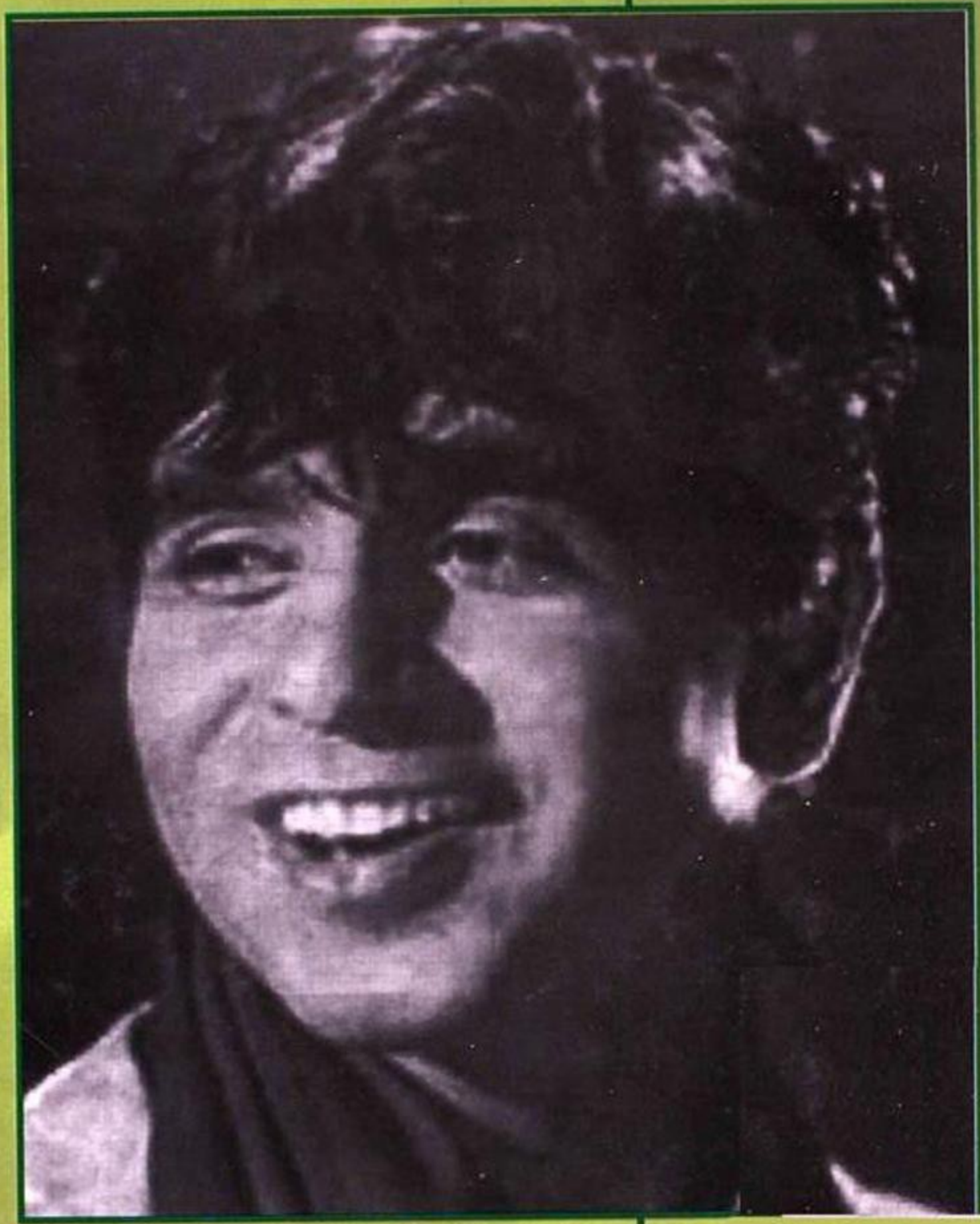

دیپک کنول

(فلم رائٹر، ڈائریکٹر)

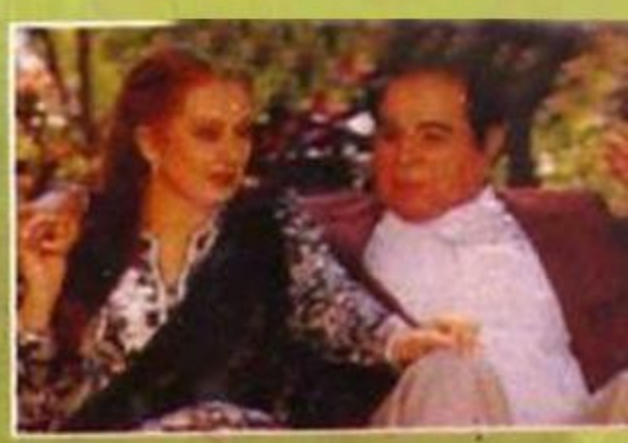

www.taemeernews.com

BIG CLOSE

سینما سلطنت کا اکلوتا سلطان

بہت قریب کا مشاہدہ

دلیپ صاحب

دیپک کنول

(فلم رائٹر، ڈائریکٹر)

PRIME TIME PUBLICATIONS

MODEL TOWN, LAHORE

www.taemeernews.com

کتاب: دلیپ صاحب (شخصیت، اداکار) مصنف: دیپک کنول (ادیب، ہدایت کار/بمبئی۔انڈیا) پبلشر: طفیل اختر (پرائم ٹائم پبلی کیشنز، لاہور۔پاکستان) پرنٹر: طیب اقبال، رائل پارک، لاہور۔ ٹائٹل ڈیزائن: سید جمشید حیدر گیلانی (شاہ گرافکس) کمپوزنگ: سید جمشید حیدر گیلانی، واجد رانا۔ تاریخ اشاعت: ۱۵نومبر ۲۰۰۸۔
قیمت: ۱۵۰ ممالک غیر: ۱۰امریکی ڈالر

(تمام حقوق محفوظ)

www.taemeernews.com

ابواب

☆	انتساب	05
☆	گستاخی معاف (مصنف)	07
☆	ایک (باب)	11
☆	دو	28
☆	تین	43
☆	چار	61
☆	چار	76
☆	چھ	87
☆	سات	99
☆	آٹھ	110
☆	نو	121
☆	دس	132
☆	تصاویر	144

www.taemeernews.com

انتساب

اپنے طفیل اختر کے نام جو ایک پیارے بھائی کے ساتھ ساتھ
ایک عظیم انسان بھی ہیں۔

ممبئی 10-05-2008

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

گستاخی معاف

جب کوئی قلم کار اپنی نئی کتاب کا سرورق دیکھتا ہے تو خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ کیا آپ نے ایسے کسی رائٹر کو دیکھا یا سنا ہے؟ جس کے ہاتھ پاؤں اپنی کتاب کے ٹائٹل کو دیکھ کر ٹھنڈے پڑے ہوں۔ جی ہاں! وہ رائٹر میں ہوں۔ جس کا جی ٹائٹل دیکھ کر بیٹھ گیا۔ خدارا یہ نہ سوچئے گا کہ ٹائٹل اتنا خراب تھا یا چھپائی ٹھیک نہیں تھی۔ ایسی بات قطعی نہیں ہے۔ ٹائٹل دیکھ کر تو آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ یہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ میرے بھائی کو ایسے بھا جائے گا کہ وہ اپنے خون پسینے کی کمائی کو اس کتاب پر یوں لٹا دے گا۔

ہوا کیا کہ برسوں سے میرے دل میں پاکستانی رسائل میں چھپنے کی تمنا ہلکورے مار رہی تھی۔ بھلا ہو پی ٹی وی کا جس نے ایسا تاثر پیدا کیا تھا کہ پاکستان کا ہر شخص اس قدر تنگ نظر اور انتہا پسند ہے کہ وہ کسی بھی ہندوستانی سے گلے ملنا تو دور اس سے بات کرنا بھی کفر سمجھتا ہے۔ میں بھی برسوں اس پروپیگنڈے کے اثر میں رہا۔ تب اچانک چار پانچ سال پہلے جو پیار و محبت کی ہوا چلی اسے دیکھ کر میں نے ایک مضمون "مسکراہٹ" کے ایڈیٹر جناب طفیل اختر کو روانہ کیا۔ اس گزارش کے ساتھ کہ اگر ان کو میرا یہ مضمون پسند آیا تو میں اس سلسلے کو جاری رکھوں گا۔

دو تین ہفتے گزر گئے، ایڈیٹر صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ جو شک و شبہ دل کے کسی کونے میں موجود تھا وہ پھر سے یقین میں تبدیل ہونے والا تھا کہ اچانک ایک دن میرے گھر کے ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو ایک کرخت آواز گونجی۔ یہ آواز کسی اور کی نہیں بلکہ جناب طفیل اختر کی تھی۔ جو مجھ سے اس بات پر شاکی تھے کہ میں نے ایسے کیسے لکھ دیا کہ اگر آپ کو یہ سلسلہ پسند آئے۔ وہ کہنے لگے کہ آپ نے تو مجھے خزانہ بھیجا ہے۔ میں اسے نہ صرف اپنے میگزین میں سلسلہ وار چھاپوں گا بلکہ اسے کتابی صورت میں بھی پیش کروں گا۔ اس وقت میں

www.taemeernews.com

نے کتاب والی بات کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ مضمون چھپنے لگا تو مجھے لگا کہ اس مضمون میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بچارے طفیل بھائی مروت میں کچھ کہہ نہیں پارہے ہیں بس چھاپے جارہے ہیں۔ اسی بیچ میرے ایک ادیب دوست ملے، جنہوں نے "دلیپ صاحب" کی پہلی قسط پڑھی تھی۔ وہ تو یہ مضمون پڑھ کر نہ صرف کافی محظوظ ہوئے تھے بلکہ وہ آگے کی قسطیں پڑھنے کے لیے بے چین تھے۔ بقول ان دوست کے کہ مضمون پڑھ کر تجسس اور تشنگی بڑھتی ہے۔ اسی طرح دو چار دوستوں کے فون آئے جنہوں نے اس سلسلے کو کافی پسند کیا تھا۔ لہذا میری ہمت بندھ گئی اور میں آگے لکھتا گیا۔ اس بیچ طفیل بھائی نے کتابی صورت کے حوالے سے بات تو کی،

میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ اسے کتابی صورت میں پیش کر کے آپ کیوں پیسہ برباد کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ناراض ہو کے مجھے ڈانٹ دیا۔ سچ کہوں تو ڈانٹ کھا کر بڑا مزہ آیا۔ کیوں کہ یہ ایڈیٹر کی نہیں بڑے بھائی کی ڈانٹ تھی۔ جس کا اپنا ہی ایک الگ نشہ ہوتا ہے۔

ہمارے بیچ خط کتابت اور فون کا سلسلہ چلتا رہا۔ جو مالک کے کرم سے اب تک قائم ہے اور مرتے دم تک قائم رہے گا۔ کتاب کے حوالے سے کوئی بات نہ ہوئی۔ میں خوش تھا کہ چلو کتاب کی تلوار تو سر سے ہٹ گئی کہ اچانک چند دن پہلے کتاب کے ٹائٹل نے گھر پر آ کے دستک دی۔ ٹائٹل دیکھ کر میرا جی ڈوبنے لگا۔ میں آپ کے سامنے سچے دل سے اس بات کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے جو ایسا پیار اور جی جان نثار کرنے والا بھائی ملا ہے اس بھائی کو میں کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا۔ دولت تو سب کو ملتی ہے ایسے دوست اور بھائی نصیب سے ہی ملتے ہیں ایسے میں اگر میرے بھائی کی ایک پائی بھی ڈوب جائے نہ تو میں کبھی اپنے آپ کو معاف کروں گا۔ میں نے کافی ہاتھ پاؤں جوڑے، منتیں کیں، مگر وہ نہ مانے۔ اپنی ضد پر اڑے رہے اور یہ کتاب انکی اسی ضد کا حاصل ہے۔

میں نے یہ کتاب کسی خاص ارادے یا مقصد سے نہیں لکھی ہے۔ یہ وہ یادوں کے موتی ہیں جو میرے ذہن کے ساگر میں کئی سالوں سے دفن تھے۔ بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جنہیں بغیر

www.taemeernews.com

کسی مرچ مصالحے کہ میں نے من وعن پیش کیا۔اس میں دورائے نہیں کہ جناب دلیپ کمار برصغیر کے عظیم اداکاروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ان کے ساتھ گزرے ماہ وسال میری زندگی کا ایک انمول سرمایا ہے۔جسے میں سب کے ساتھ باٹنا چاہتا تھا۔میرا بھائی طفیل اختر ایک وسیلہ بن گیا جن کی کاوشوں سے یہ کتاب منظرعام پر آگئی ہے۔اسے کتاب کی نظر سے نہ دیکھئے بلکہ اسے پیار و محبت کی سوغات سمجھ کے قبول کیجئے۔میں اپنے بھائی کے احسانوں کی قیمت تو چکا نہیں سکتا البتہ ان کا بھار کچھ کم کرسکتا ہوں جس کے لیے مجھے آپ کی محبتوں اور عنائتوں کی ضرورت ہے۔میں آپ پاکستانی حضرات سے بس اتنی گزارش کروں گا کہ اس کتاب کو پڑھیے گا ضرور۔اور مجھے اپنی قیمتی آرا سے مستفید کرنا نہ بھولیے گا۔میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر آپ کو یہ سلسلہ پسند آگیا تو انشاء اللہ آئندہ کسی اور اداکار کے شب وروز کے قصے لے کر آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔

میں حلفاً کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے کہیں بھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیا ہے۔جو سچی باتیں تھیں میں نے انہی کو پیش کیا ہے۔کیوں کہ سچ کڑوا ہوتا ہے اس لیے کچھ لوگ میری اس تحریر سے بپھر سکتے ہیں۔میں ان کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرا کسی کی دل آزاری کرنیکا کوئی ارادہ نہیں۔اگر نادانستہ طور پر کسی کو میری صاف گوئی سے ٹھیس پہنچے تو اس کے لیے میں معذرت چاہتا ہوں۔

میں آخر میں اپنے ربّ سے یہی دعا کروں گا کہ دلوں کی کدورت مٹ جائے۔بھائی اور بھائی کے بیچ جو دیواریں کھڑی کی گئیں ہیں وہ مسمار ہو جائیں اور ہم سب مل کر امن وآشتی اور پیار و محبت کے ترانے گاتے رہیں۔آمین!

دیپک کنول

10-05-2008

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

ایک

فلم بابل، امر، اڑن کھٹولہ کا ایک ناکام عاشق۔ فلم ''مغل اعظم'' کا ایک باغی شہزادہ۔ فلم ''نیا دور'' کا ایک جوشیلا تانگے والا اور فلم ''دیوداس'' کا شرابی، جس نے محبت میں ناکام ہونے کے بعد اپنی زندگی شراب پی پی کر ختم کر دی۔ یہ وہ دلیپ کمار ہے جسے اس کے چاہنے والے ان لاجواب فلموں میں لاجواب اداکاری کرنے کی وجہ سے جانتے ہیں مگر میں جس دلیپ کمار کو جانتا ہوں وہ پرچھائیوں کے اس دلیپ کمار سے قطعی مختلف ہے۔ وہ آپ اور میری طرح کبھی روٹھتا ہے تو کبھی من جاتا ہے۔ کبھی ڈانٹتا ہے تو کبھی ہنساتا ہے۔ کبھی ذرا ذرا سی بات پر وہ دل برداشتہ ہو جاتا ہے تو کبھی بڑے سے بڑے غم کو وہ سینے میں دبا کے رکھتا ہے۔ کبھی مدھو بالا کا نام لیتے ہی اداس اور غمگین ہو جاتا ہے تو کبھی اپنی شریک حیات سائرہ بانو کی تعریف میں آسمان زمین کے قلابے ملاتا ہے۔ کبھی اپنے بھائی بہنوں کے لئے آسمان سے تارے توڑ کر لانا چاہتا ہے تو کبھی ان سے یوں منہ پھیر لیتا ہے جیسے انہیں جانتا تک نہ ہو۔ وہ اپنے ملنے جلنے والوں سے بھی اسی طرح کا برتاؤ کرتا ہے۔ کبھی وہ انھیں سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے تو کبھی ان کے ساتھ ایسی بے رخی سے پیش آتا ہے جیسے وہ خارش زدہ کتے ہوں۔ بیشتر اوقات وہ بڑے اعتدال پسند اور منکسر المزاج نظر آتے ہیں مگر بعض اوقات وہ ایک دم متلون مزاج اور چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔ ویسے پٹھانوں کو غصہ بہت جلد آتا ہے۔ دلیپ کمار بھی پیدائشی پٹھان ہیں۔ غصہ آنا تو ایک فطری امر ہے۔

میری پہلی ملاقات دلیپ کمار سے سن اکانوے میں ان کی چھوٹی بہن اختر آصف کے گھر پر ہوئی تھی۔ اختر بی بی فلم ''مغل اعظم'' کے خالق کے۔ آصف کی بیوہ ہیں اور ان کو

www.taemeernews.com

میں بہت پہلے سے جانتا تھا۔ جب مجھے کشمیر سے سن نوے میں ہجرت کرنا پڑی تو میرے لئے روزگار کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ زندگی بھر افسانے اور ڈرامے لکھے تھے اس لئے اس کام کے سوا مجھے اور کوئی کام نہ آتا تھا۔ سو ایک دن میں نے اختر بی بی کے پاس جا کر اسے اپنا دکھڑا سنایا۔ اختر بی بی نے اپنے بڑے بھائی یوسف سے بات کی جنہیں سب بہنیں لالے یوسف کے نام سے بلاتی ہیں۔ اگلے دن تین بجے دلیپ کمار سے میری ملاقات طے ہوئی۔ میں رات بھر سو نہ سکا۔ سوچا کہ اتنی بڑی شخصیت کا میں کیسے سامنا کر پاؤں گا۔

جب میں اگلے دن اختر بی بی کے جوہو کے فلیٹ پر پہنچا تو میری حالت بڑی ہی دگرگوں تھی چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اختر بی بی مجھے اس قدر بدحواس دیکھ کر سمجھاتے ہوئے بولی ''دیپک، یوسف بھائی ہمارے بڑے ہیں۔ تم اگر اس طرح گھبرانے لگو گے تو میرا کیا ہوگا''۔ ان کے حوصلہ بڑھانے سے میری گھبراہٹ کسی حد تک دور ہو گئی۔ جب وہ تشریف لائے تو چند لمحوں کے لیے میری زبان گنگ ہو گئی۔ جب اختر بی بی نے میرا تعارف کرایا تو رسمی علیک سلیک کے بعد انھوں نے مجھ سے میرے تجربے کے بارے میں پوچھا اور آخر میں مجھ سے بڑی معصومیت سے بولے ''آپ تنخواہ کتنی لو گے'' اس سادگی اور معصومیت نے مجھ میں جیسے ہمت اور توانائی بھر دی۔ میں نے بھی بڑی سادگی سے جواب دیا ''صاحب! آپ جو مناسب سمجھیں اتنی دے دینا۔'' وہ چند لمحے خاموش رہے اور پھر سنجیدگی سے بولے ''ٹھیک ہے'' اور بات یہیں پر ختم ہو گئی۔

اس ملاقات کے ٹھیک تین مہینے بعد میں نے ان کے پروڈکشن میں جوائن کر لیا۔ وہ ان دنوں فلم ''کالنگا'' کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ مجھے ایک اسسٹنٹ کے طور پر بھرتی کیا گیا تھا۔ شروع کے چار چھ مہینے میرے لئے بڑے کٹھن اور نبرد آزما ثابت ہوئے۔ میرے آنے سے پہلے ان کے ساتھ پانچ اسسٹنٹ کام کر رہے تھے۔ یہ سب کے سب بڑے پرانے گھاگ تھے۔ انہیں میری شمولیت سے قطعی خوشی نہ ہوئی۔ ان جغادریوں کے بیچ میری حیثیت حوروں میں لنگور جیسی تھی۔ وہ جب بھی کہانی پر ڈسکس کرنے بیٹھ

www.taemeernews.com

جاتے تھے تو مجھے یا تو کسی بہانے سے باہر بھیجا جاتا تھا یا میں ان سے نظر بچا کر خود ہی باہر چلا جاتا تھا اور پیڑ کی چھاؤں میں بیٹھ کر سگریٹ پھونکنے لگتا تھا۔ دراصل میں، ان کی آنکھوں میں پہلے سے کھٹک رہا تھا۔ دوم وہ میرے تئیں جس سرد مہری کا مظاہرہ کر رہے تھے اسے دیکھ کر میرا من بڑا افسردہ اور اچاٹ ہونے لگا تھا۔ اس لئے میں اپنی یاسیت کم کرنے کے لئے باہر جا کے بیٹھ جاتا تھا۔ دلیپ کمار ان ساری باتوں سے بے خبر تھے۔ وہ تو ہر پل مجھے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے اور اپنے برسوں کے تجربے سے مجھے فیض پہنچانا چاہتے تھے۔ اس لئے جب وہ مجھے دفتر سے غائب پاتے تو میری طلبی کا فرمان جاری ہوتا تھا۔ جونہی میں ان کے سامنے پیش ہوتا تھا تو وہ مجھے پہلے بڑے پیار سے ڈانٹتے تھے اور پھر اپنے سامنے بٹھا کر کہانی کی سٹنگ میں شامل کرتے تھے جو پانچ جغادریوں کو ناگوار گزرتا تھا پر وہ کچھ کہہ نہیں پاتے تھے کیونکہ حکم حاکم مرگ مفاجات۔

ایک دن جب وہ دوپہر کے وقت آفس میں آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک بڑا سا پیکٹ تھا۔ سبھی اسسٹنٹ دلیپ کمار کی نظروں میں چھا جانے کے لئے ایک دوسرے سے بازی مارنے کی کوشش میں لگے تھے۔ ایک میں تھا جو کسی اسسٹنٹ کے پیچھے چھپا کھڑا رہتا تھا۔ وہ بظاہر تو دعا سلام میں مشغول تھے پر ان کی متلاشی نگاہیں مجھے تلاش کر رہی تھیں۔ اچانک ان کی نظر مجھ پر پڑی اور وہ مسکراتے ہوئے بولے۔ ''اوہ آپ یہاں چھپے بیٹھے ہیں۔ یہ لیجئے آپ کی امانت۔ اسے اپنے پاس رکھیئے۔''

میں نے پیکٹ ہاتھ میں لیا اور سوچنے لگا کہ آیا یہ میرے کونسی امانت ہے جو دلیپ کمار لوٹانے آئے ہیں۔ میں نے جب ان کے شوفر سے پوچھا تو پتا چلا اس میں اڈھائی لاکھ روپے ہیں جو کسی پروڈیوسر نے انہیں سائننگ اماؤنٹ کے طور پر دیئے ہیں۔ یہ ان کا بڑا پن تھا جو انہوں نے مجھے اتنے بھروسے کے قابل سمجھا۔ میرے ساتھ بڑھتی ہوئی اس قربت کو دیکھ کر ان کے ساتھ کام کرنے والے لوگوں کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے اور انہوں نے ان کی غیر موجودگی میں مجھ سے الماری کی چابیاں چھین لیں اور روپے اپنے

www.taemeernews.com

پاس رکھ لئے۔ میں نے جان بوجھ کر اس بات کی شکایت دلیپ کمار سے نہیں کی۔ میں شکایت کر کے ان کی آنکھوں میں کانٹا بن کر چبھنا نہیں چاہتا تھا سو میں ان کے اس روکھے برتاؤ اور ان کی بے رخی کو کڑوے گھونٹ کی طرح پیتا رہا۔ اسی بیچ بنگلور کا آؤٹ ڈور شوٹنگ شیڈول نکل آیا۔ دلیپ صاحب کے کہنے پر مجھے اور دوسرے رائٹر کو بنگلور پہلے بھیجا گیا۔ چونکہ دلیپ صاحب اپنا اسکرپٹ اردو میں ہی پڑھتے لکھتے ہیں اس لئے میرا اردو دان ہونا انہیں خوب بھاتا تھا۔ جب وہ خود بنگلور تشریف لائے تو پہلی بار میری صلاحیتوں کو انہوں نے تولنا پرکھنا شروع کر دیا۔ شاید مالک کو میری سرخ روئی منظور تھی۔ اس شیڈول میں جس طرح میں نے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اس نے مجھے دلیپ صاحب کی نظروں کا تارا بنا دیا۔ جب پورا یونٹ بنگلور پہنچ گیا تو انہوں نے میری عدم موجودگی میں باقی سارے اسسٹنٹوں کو بلا کر میرے کام کرنے کے ڈھنگ کے بارے میں بتا دیا اور ساتھ ہی میرے حق میں تعریفوں کے پل باندھے۔ اللہ گواہ ہے کہ میں نے یہ سب کچھ تعریف وتوصیف کے لئے نہیں کیا تھا۔ میں بس اپنی خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا، جس کا موقع اتنے دنوں بعد مجھے ملا تھا۔ اس کے بعد تو ماحول ایسا بن گیا کہ کسی بھی اسٹوری ڈسکشن میں میرا ہونا لازم بن گیا تھا اور میری رائے مقدم مانی جاتی تھی۔

پہلا شیڈول بہت ہی خوشگوار ماحول میں پورا ہوا۔ جب پیک اپ ہوا تو دو چیف اسسٹنٹ اور پروڈکشن کنٹرولر فلائٹ کی ٹکٹ جیب میں ٹھونس کر پرتولنے لگے اور وہ مجھے فسٹ کلاس ٹرین کی ایک ویٹنگ لسٹ ٹکٹ دے کر پروڈکشن کے لوگوں کے رحم وکرم پر چھوڑ کے اڑن چھو ہو گئے۔ رش اتنا تھا کہ ٹکٹ کنفرم ہونے کا چانس ہی نہیں تھا۔ ہم جتنے بھی فسٹ کلاس والے تھے ہم نے ٹکٹ کینسل کرا کے ویڈیو کوچ میں سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔ ممبئی پہنچنے میں مجھے دو دن لگے۔ میں تیسرے دن گھر پر ہی رہا۔ چوتھے دن جب میں آفس پہنچا تو پتا چلا کہ دلیپ صاحب میری غیر حاضری سے کافی پریشان ہیں اور بار بار میرے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ جب میں ان کے سامنے چلا گیا تو وہ بے حد خفا تھے

www.taemeernews.com

۔مجھ سے بولے کہ میں چار دن کہاں رہا۔ میں نے کہا کہ میرے پاس کوئی کنفرم ریزرویشن نہیں تھا اس لئے مجھے ویڈیو کوچ میں آنا پڑا۔ میری بات سن کر وہ حیرت سے میری طرف دیکھنے لگے اور پھر قدرے توقف کے بعد انہوں نے ایک ایک کر کے سب کو اندر بلایا اور ان سے پوچھا کہ وہ بنگلور سے کیسے آ گئے۔ سب نے بڑی شان بے نیازی سے جواب دیا کہ ہم تو صاحب فلائٹ میں آ گئے۔ ان کا جواب سن کر وہ ایک دم لال پیلے ہو گئے اور سب کو ڈانٹتے ہوئے بولے کہ جب آپ سب لوگ فلائٹ میں آ سکتے ہیں تو اس کوٹرین میں کیوں بھیجا گیا۔ ان کا غصہ دیکھ کر سب کی حالت ویسی ہی تھی کہ ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم۔

اس دن کے بعد جب بھی کوئی آؤٹ ڈور شوٹنگ شیڈول ہوا تو سب سے پہلے میری ٹکٹ فلائٹ میں بک کی جاتی تھی۔ انہوں نے کبھی مجھے ملازم کی نظر سے دیکھا ہی نہیں۔ وہ مجھے اپنے گھر کے ایک فرد کی طرح سمجھتے رہے۔ ان کے اخلاق کے کیا کہنے کہ آج تک کبھی انہوں نے مجھے تو کر کے مخاطب نہیں کیا۔ ہمیشہ آپ کر کے بلاتے رہے مجھے۔ مجھے یاد ہے کہ ان کے چھوٹے بھائی اسلم میاں امریکہ سے تشریف لائے تھے۔ جس بنگلے میں اسلم میاں ٹھہرے تھے اسی بنگلے میں دلیپ صاحب کے منجھلے بھائی، احسن میاں برسوں سے رہ رہے ہیں۔ اسی بنگلے میں میرا آفس تھا۔ اس بنگلے کی چوکیداری حیدرآباد کے ایک بڑے میاں کرتے تھے۔ بہت ہی نیک بندہ تھا۔ ایک دن میں آفس میں بیٹھا تھا کہ چوکیدار میرے کمرے میں چائے لے کر آ گیا۔ عین اسی وقت اسلم بھائی نے اسے آواز دی۔ اس نے ہبڑ دھبڑ کپوں میں چائے انڈیل دی۔ اس سے پہلے کہ وہ اسلم بھائی کے پاس حاضر ہو جاتا وہ خود ہی آفس میں نازل ہو گیا۔ اس کے تیور دیکھ کر میں نے انہیں یہ کہہ کر ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی کہ یہ بس آپ ہی کے پاس آنے والا تھا کہ ہم نے اسے روک لیا۔ میرا اتنا کہنا تھا کہ وہ ہتھے سے اکھڑ گئے اور طیش میں آ کر تو تڑاک پر اتر آئے۔ اس کا یہ سلوک دیکھ کر پہلے تو میں سناٹے میں رہ گیا لیکن جونہی میں سنبھلا، اس کے بعد

www.taemeernews.com

میرے تن بدن میں آگ لگی۔ میں نے چائے کی پیالی زمین پر پٹخ دی اور ایسی نوکری کو لعنت بھیجتے ہوئے میں وہاں سے نکل گیا۔ میں اس قدر غصے میں تھا کہ مجھے ہوش ہی نہیں رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اچانک جیسے کسی غیبی طاقت نے میرے کان میں کچھ پھونکا اور میں گھر جانے کی بجائے دلیپ صاحب سے ملنے ان کے دوسرے بنگلے پر چلا گیا۔ اسے میری خوش قسمتی کہیے یا محض ایک اتفاق کہ جونہی میں اندر گیا دلیپ صاحب ہال میں اکیلے بیٹھے تھے۔ حسب عادت انہوں نے ایک مسکراہٹ کے ساتھ میرا خیر مقدم کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا ''مجھ سے کوئی کام تھا؟'' جواب میں میری آنکھیں چھلک پڑیں اور میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا ''صاحب مجھے کشمیر سے کسی نے نکالا نہیں تھا۔ میں نے اگر کشمیر چھوڑا تو صرف اپنی آن اور مان کی خاطر۔ میں اسی آن اور مان کی خاطر آپ سے جڑا رہا۔ آج جس طرح میری بے عزتی ہوئی ہے مجھے نہیں لگتا کہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد مجھے یہاں ٹھہرنا چاہیے۔ میں آپ کی نوکری چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ مجھے بھوکا رہنا منظور ہے مگر بے عزت ہونا منظور نہیں''۔

میری یہ بات سن کر وہ دم بخود ہو کر رہ گئے۔ وہ بہت دیر تک صم بکم بنے خلا میں گھورتے رہے۔ تھوڑے توقف کے بعد وہ میری طرف دیکھ کر بولے ''اگر آپ اس طرح چلے جاؤ گے تو میرے ماتھے پر ساری زندگی ایک بدنما داغ رہے گا جسے میں کبھی مٹا نہیں پاؤں گا۔ مجھے صاف صاف بتائیے کیا بات ہے۔ آخر ایسا کیا ہوا ہے جو آپ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟'' میں نے انہیں بے کم وکاست پوری کہانی سنا ڈالی۔ میں نے دیکھا کہ غصے کے مارے ان کا چہرہ تمتمانے لگا۔ اسی بیچ ان کے بھائی صاحب کا فون آ گیا۔ وہ اس پر بری طرح برس پڑے اور اسے متنبہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ کام کرنے والے ملازم کو نوکر نہ سمجھیں اور اپنے رویے کو بدلنے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد وہ مجھے باہر لے کر آئے اور ڈرائیور کو فوراً گاڑی نکالنے کے لئے کہا۔ ان کا بڑا پن دیکھئے کہ انہوں نے ہاتھ پکڑ کر مجھے گاڑی میں بٹھا دیا اور ڈرائیور کو بنگلے پر چلنے کے لئے کہا۔ جب گاڑی A-48 میں پہنچ

www.taemeernews.com

گئی تو وہاں پر ہلچل مچ گئی کیونکہ اسلم بھائی اور میرے بیچ ہوئے جھگڑے کی خبر ادھر اُدھر پھیل چکی تھی۔ وہ جب گاڑی سے نیچے آ گئے تو انہوں نے بڑے پیار سے میری طرف دیکھ کے کہا۔

''کول صاحب (وہ مجھے کنول کے نام سے نہیں بلکہ کول صاحب کے نام سے بلاتے ہیں) کیا آپ کے بنگلے سے ہمیں ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟ (وہ اپنے اس بنگلے کو اپنا بنگلہ نہیں بلکہ میرا بنگلہ کہہ کر بلاتے تھے)

میں گھریلو نوکر کو چائے کے لئے آواز دینے چلا گیا کہ اتنے میں میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو نیچے بلا لیا اور میری عدم موجودگی میں اسے دوبارہ ڈانٹ پلائی اور اسے مجھ سے معافی مانگنے کے لئے کہا۔ میں جب چائے کے لئے نوکر کو بول کر واپس چلا آیا تو اسلم بھائی کا لب ولہجہ ایک دم ہی بدل چکا تھا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکا اور مجھ سے بغلگیر ہو کے بولا'' کیا دیپک بھائی۔ آپ اتنی جلدی مجھ سے خفا ہو گئے''۔

اس دن سے لے کے آج تک اسلم بھائی اور میرا رشتہ برادرانہ اور مخلصانہ رہا ہے۔ اصل میں ان بڑے لوگوں کا المیہ کیا ہے کہ انہیں جو بھی ملتا ہے وہ انہیں اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر ہوتے ہیں جو اپنے ذاتی مفاد کو تج کر کسی کے دل سے ہو لیتے ہیں۔ آپ یقین نہیں کریں گے کہ جب میں دلیپ صاحب کے ساتھ جڑا ہوا تھا تو مجھے دو فلموں کی آفر ملی، بحیثیت رائٹر ڈائریکٹر کے۔ میں نے دونوں آفر ٹھکرا دئے۔ بات بھروسے کی تھی۔ وہ مجھے یہ فلمیں اس لئے آفر کر رہے تھے کہ میں دلیپ صاحب کا چہیتا تھا۔ وہ دلیپ صاحب کے نام سے فیض اٹھانا چاہتے تھے۔ میں اسے سراسر بے ایمانی سمجھ رہا تھا۔ اپنی اپنی سمجھ کی بات ہے۔ میری یہ ضد تھی کہ جو بھی کروں گا اپنے بل بوتے پر کروں گا۔ کسی کے نام کا غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ اس ایمانداری کا یہ صلہ ملا کہ فلم والوں نے اس کے بعد کام دینا ہی بند کر دیا۔

www.taemeernews.com

مجھے یاد ہے کہ ایک دن آسٹریلیا سے نریش نام کے ایک آدمی کا میرے پاس فون آیا۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ میرے من میں لڈو پھوٹنے لگے ۔ میں نے سوچا کہ کوئی NRI ہے جو مجھ سے فلم بنوانا چاہتا ہے۔ وہ کم بخت جب تک نہیں ملا میں نئے نئے خواب بنتا رہا۔ آخر خدا خدا کر کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں اور وہ ایک دن ایک دو تحفے لے کر میرے دفتر میں حاضر ہوا۔ اسے دیکھ کر میرا دل بہت دیر تک دھڑکتا رہا۔ سوچا پتا نہیں کہ کیا مژدہ سنانے والا۔ جب کفر ٹوٹا تو میں دھس سے نیچے بیٹھ گیا۔ پتا چلا کہ آسٹریلیا کی ایک خاتون ہے جو دلیپ صاحب کی زبردست فین ہے اور ایک بار دلیپ صاحب کا دیدار کرنا چاہتی ہے۔ کچھ دیر تک میں آنا کانی کرتا رہا۔ جب اس نے میرا پیچھا نہ چھوڑا تو مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق مجھے ہامی بھرنی پڑی۔ وہ اگلے دن اس خاتون کے ہمراہ آنے کا وعدہ کر کے چلا گیا۔ میں شش و پنج میں پڑ گیا۔ سوچا یہ خاتون کون ہے۔ کیا سائرہ جی کے ہوتے ہوئے اس کی ملاقات دلیپ صاحب سے ممکن ہے۔ میں رات بھر اسی ادھیڑ بن میں پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔

اگلے روز جب میں آفس میں پہنچا تو ایک عمر رسیدہ، پر بے حد خوبصورت خاتون کو دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ مجھے لگا کہ میں نے اپنی رسوائی کا سامان خود ہی پیدا کر لیا ہے۔ میں بڑا حساس اور جذباتی آدمی ہوں۔ چہرے سے آدمی کے دل کی بات پڑھ سکتا ہوں۔ ایک عورت اتنی دور سے چل کر آئی تھی۔ انسانیت کے ناتے میرا یہ فرض بنتا تھا کہ میں اس کے ساتھ پیار سے پیش آؤں۔ نریش نے جب اس خاتون سے میرا تعارف کرایا تو میں اسے از راہ مروت آفس میں لے آیا۔ چائے، شربت سے اس کی خاطر تواضع کی۔ بہت جلد وہ مجھ سے گھل مل گئی۔ پتا چلا کہ وہ ایک آرمینین خاتون ہے۔ ایک بار اس نے محبوب خان کی فلم ''آن'' دیکھی۔ یہ فلم آرمینی زبان میں ڈب ہوئی تھی۔ اس زبان میں اس کا ٹائٹل ''منگلا، رکھا گیا تھا۔ (فلم میں نمی کا نام منگلا تھا)۔ کاسٹنگ میں دلیپ کمار کا نام فلپ کمار لکھا گیا تھا۔ اینا (یہ اس خاتون کا نام تھا) نے جب یہ فلم دیکھی تو وہ دلیپ کمار پر فدا ہو

www.taemeernews.com

گئی۔ان دنوں وہ ایک دم جوان تھی ،خوبصورت تھی۔وہ اپنے خوابوں کے شہزادے فلپ کمار کی تلاش میں بمبئی چلی آئی۔لوگوں سے پوچھا۔اسٹوڈیو کے چکر لگائے مگر اسے اپنے خوابوں کا شہزادہ فلپ کمار کہیں نہیں ملا۔وہ اگر فلم کا اصلی نام بھی جانتی تو اس کی مشکل آسان ہوسکتی تھی مگر نام میں بھی لوچا تھا۔یہاں نہ کوئی فلپ کمار کو جانتا تھا اور نہ ہی کسی نے ''منگلا'' فلم کے بارے میں سنا تھا۔(وہ منگلا بھی صحیح ڈھنگ سے بول نہیں پارہی تھی۔ منگلا کو منگالا کہتی تھی) آخر ایک مہینے تک ممبئی کی خاک چھاننے کے بعد جب کچھ بھی اس کے ہاتھ نہ آیا تو وہ مایوس ونامراد اپنے وطن واپس لوٹ گئی۔اس بیچ اس کی شادی ہوئی۔ اس..نے پہلی ہی رات کو اپنے شوہر کو صاف لفظوں میں بتادیا کہ وہ فلپ کمار سے جنون کی حد تک پیار کرتی ہے۔وہ بھلے ہی اس کی بیوی بن چکی ہے پر وہ یہی تصور کرے گی کہ وہ جسمانی اور روحانی طور پر اسی کے ساتھ ہے جسے وہ دیوانگی کی حد تک چاہتی ہے۔اس کا شوہر بھی بڑا دل دار اور وسیع القلب تھا۔اس نے اس کے جذبات کو سراہا اور کوئی ایسی بات نہ کی جس سے اس کے دل کو ٹھیس پہنچے۔

اسی بیچ اینا آسٹریلیا آ گئی۔ایک دن وہ ایسے ہی گھومتے گھماتے نریش کی دکان کے پاس آ کے رک گئی جہاں ہندی فلموں کے کیسٹ ملتے تھے۔اینا نے اس سے فلم ''منگالا'' کا کیسٹ مانگا۔نریش نے اپنے رجسٹر کو خوب کھنگالا مگر ''منگلا'' نام کی کوئی فلم اس پورے رجسٹر میں کہیں دکھائی نہ دی۔دل برداشتہ ہوکر وہ ایک ایک کیسٹ بیٹھ کر دیکھنے لگی اچانک اس کی خوشی اور حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا جب اس کے ہاتھ ''آن'' کا کیسٹ لگا۔وہ دیوانہ وار اس کیسٹ کو چومنے لگی۔خوشی کے مارے اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔اس فلم کے پیچھے اس نے کس قدر خاک چھانی تھی۔اس نے نریش کو اپنے دل کی کیفیت سے آشنا کردیا اور اس نے یہ وعدہ لیا کہ وہ اسے انڈیا لے جا کر اسے دلیپ کمار سے ایک بار ملا دے گا۔نریش نے فلم ڈائریکٹری سے میرے آفس کا نمبر ڈھونڈ نکالا تھا اس طرح نریش نے مجھ سے رابطہ قائم کیا تھا اور مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

www.taemeernews.com

یہ اپنی نوعیت کی ایک انوکھی لواسٹوری تھی اور اس لواسٹوری کے ٹوٹے تار کو جوڑنے کا ذمہ مجھے سونپا جا رہا تھا۔ میں محبت کرنے والوں کا امین ہوں پر یہ جو عشقیہ داستان تھی اس میں ملن کم اور جو کھم زیادہ نظر آ رہا تھا۔ میں کیا کروں مجھے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ ایک طرف اینا کی تڑپ اور دوسری طرف میری مجبوریاں۔ یہ تو ایک آگ کا دریا تھا جسے پار کرنا اتنا آسان نہ تھا۔ اینا بھی اب کے طے کر کے آئی تھی کہ وہ دلیپ کمار سے مل کے ہی جائے گی چاہے دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے۔ میں نے اینا سے دو دن کی مہلت مانگی۔ وہ خوشی خوشی نریش کے ساتھ چلی گئی مگر میں اضطراب اور تذبذب کے بھنور میں ہچکولے کھانے لگا۔

میں اسی دن شام کے وقت صاحب سے ملنے سائرہ جی کے بنگلے پر چلا گیا۔ ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد میں اصلی مدعے پر آ گیا۔ میں نے دلیپ صاحب سے کہا کہ ایک خاتون آسٹریلیا سے خاص طور پر ان سے ملنے چلی آئی ہے۔ اسے صرف پانچ منٹ چاہیں۔ وہ بس ان سے مل کر چلی جائے گی۔ دلیپ صاحب سوچ میں پڑ گئے۔ ان کی یہ پراسرار خاموشی میرے لئے سوہانِ روح بنتی جا رہی تھی۔ وہ بہت دیر تک خاموش رہے۔ میں نے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی۔ وہ میری طرف مشکوک نظروں سے دیکھ کر بولے۔ ''کیوں مجھے آپ مشکل میں ڈالنا چاہتے ہو؟'' میں نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ وہ خاتون پانچ منٹ مل کر چلی جائے گی۔ کافی سوچ بچار کے بعد آخر کار انہوں نے ملنے کے لئے ہامی بھر لی۔ میں نے اس وقت نریش کو فون کر کے اطلاع دی۔

اگلے دن ہم بغل کی بلڈنگ میں شوٹنگ کر رہے تھے کہ ایک نوکر میرے پاس یہ خبر لے کے آیا کہ اینا نریش کے ساتھ نیچے کھڑی ہے۔ پتا نہیں اینا کے نام ہی سے مجھ پر لرزہ کیوں طاری ہو گیا۔ میں سوچنے لگا کہ اینا پاگل پن کی حد تک دلیپ صاحب کو چاہتی ہے۔ اگر اس نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔

www.taemeernews.com

میں کیا کروں مجھے کچھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میری حالت تو اس سانپ سے بدتر تھی جس کے منہ میں چھچھوندر ہو۔ جسے وہ نگلے تو اندھا، اُگلے تو کوڑھی۔ میں عجیب مشکل سے دوچار تھا۔ نہ ہی میں سامنے آنے کی حالت میں تھا اور نہ ہی پیچھے ہٹنے کی پوزیشن میں۔ آگے پیچھے کے راستے مجھے مسدود نظر آ رہے تھے۔ میں نے کافی سوچ بچار کے بعد ان کے گھر کے ہی ایک آدمی کو اعتماد میں لیا اور اس کے ساتھ نریش اور اینا کو روانہ کر دیا۔ جونہی دلیپ صاحب اینا سے ملنے نیچے اتر آئے تو میں اپنے دل کو تھام کر ایک کونے میں چھپ کے کھڑا رہا۔ وہ آدھے گھنٹے تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ اینا نے اپنے محبوب کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ جب تک دلیپ صاحب کے پاس بیٹھی رہی بہت ہی ڈھنگ اور قاعدے سے بیٹھی رہی۔ اس میٹنگ کے دوران سائرہ جی برابر موجود رہیں کوئی غیر اخلاقی حرکت نہیں کی اس نے۔ جس کا مجھے اندیشہ تھا۔ خدا خدا کر کے یہ میٹنگ آدھے پونے گھنٹے کے بعد اختتام پذیر ہوئی۔ اینا کی دیرینہ خواہش پوری ہوئی اور میری بات بھی رہ گئی۔ سب سے خوش کن بات یہ تھی کہ ہم سب کی عزت سلامت رہی۔

مجھے یاد ہے کہ دلیپ صاحب کے ساتھ کام کرتے ہوئے مجھے دو چار مہینے سے زیادہ نہ ہوئے تھے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ شروع کے چند مہینے میں دلیپ صاحب سے دور دور بھاگتا رہا۔ دراصل وہ اتنی قد آور شخصیت ہیں کہ ان کے آگے میں اپنے آپ کو کافی بونا محسوس کر رہا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ میں ان سے ابھی پوری طرح مانوس نہ تھا اس لئے جھجھک اور کمتری بیچ میں حائل ہو رہی تھی۔ ایک دن جب میں باہر کھڑا سگریٹ کے کش لگا رہا تھا کہ اتنے میں ایک پنجابی بندہ اپنی بیٹی کے ہمراہ بنگلے میں داخل ہوا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ سائرہ جی کے بنگلے سے آیا ہے اور صاحب سے ملنا چاہتا ہے۔ یہ میری سمجھ کا قصور ہے یا کہنے والے کی ادائیگی کا انداز کہ میں انہیں کوئی خاص مہمان سمجھ بیٹھا اور میں نے اوپر جا کر ان دونوں کو ہال میں بٹھا دیا۔ ان کا بیٹھنا تھا کہ اوپر

www.taemeernews.com

نیچے ہلچل مچ گئی۔ سبھی ایک دوسرے سے ان لوگوں کے تعلق سے پوچھنے لگے کہ آخر یہ کون ہیں۔ کس نے انہیں یہاں بٹھادیا ہے۔ ایک نوکر نے جا کر میرا نام بتادیا۔ بس میرا نام کیا ظاہر ہوا سب لوگ باری باری مجھ پر چڑھ بیٹھے۔ میں بڑا خوفزدہ اور پریشان ہوا۔ میں نے سوچا کہ جو نوکری بڑی مشکل سے ہاتھ آئی تھی آج وہ نوکری گئی سمجھو۔ اڑتے اڑتے یہ خبر دلیپ صاحب تک پہنچ گئی۔ میرے حریفوں کی باچھیں کھلنے لگی۔ وہ بس اس پل کا انتظار کرنے لگے جب دلیپ صاحب مجھ پر بگڑ جائیں گے اور مجھے یہاں سے چلتا کردیں گے۔ جب ان کو بتایا گیا کہ میں نے کسی انجانے آدمی کو ہال میں لا کر بٹھادیا ہے تو وہ غصہ ہونے کی بجائے صرف اتنا بولے کہ میں اس آدمی سے پانچ منٹ سے زیادہ مل نہیں پاؤں گا۔

اس جواب سے میرے حریفوں کے ارادوں پر بجلی گری۔ وہ بندہ جس کا نام چیما تھا اور جو کینیڈا سے اپنی بیٹی کو کسی میڈیکل کالج میں داخلہ دلانے کے لئے آیا ہوا تھا۔ پر ہوا کیا کہ اس سے ستر لاکھ کا عطیہ مانگا گیا داخلہ دلانے کے لئے۔ وہ کئی لوگوں سے ملا۔ سنیل دت نے مدد کرنے کا وعدہ تو کیا مگر کچھ کیا نہیں۔ وہ دھرمیندر جی سے بھی ملا مگر وہاں بھی نتیجہ ڈھاک کے تین پات ہی رہا۔ کسی نے اسے دلیپ صاحب سے ملنے کی صلاح دی۔ جب اسے نیچے بلایا گیا تو دلیپ صاحب نے اسے پہلے ہی بتادیا کہ وہ پانچ منٹ سے زیادہ اس سے مل نہیں سکتے۔ جب ان دونوں کی میٹنگ شروع ہوئی تو میٹنگ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ سبھی حیران و پریشان کہ آخر یہ کس موضوع پر اتنی مغز پچی کر رہے ہیں۔ جب ایک گھنٹہ گزر گیا تو دلیپ صاحب نے اپنے سیکرٹری سے بنگلور فون لگانے کے لئے کہا۔ اس وقت بنگلور تو بات نہ ہوسکی مگر دلیپ صاحب نے ہمت نہ ہاری۔ وہ رات بھر اس لڑکی کو میڈیکل کالج میں داخلہ دلانے میں جٹے رہے۔ اگلی صبح مسٹر چیما کو یہ خوش خبری ملی کہ ان کی بیٹی کا نیو ممبئی کے ایک میڈکل کالج میں داخلہ مل گیا ہے وہ بھی صرف ڈیڑھ لاکھ کے عطیے میں جس میں ہوسٹل کے بھی چارجز شامل ہیں۔ مسٹر چیما کی خوشی کا

www.taemeernews.com

کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ میں نے مذاق میں چیما صاحب سے کہا ''آپ کو میرا شکر گزار ہونا چاہیے کہ سائرہ جی کا خاص آدمی ہونے کے بھرم میں میں نے آپ کا کام کروادیا۔'' جو بھی ہو دلیپ صاحب نے زندگی بھر ایسے نیک کام کئے ہیں جو لوگوں کی نگاہوں سے چھپے رہے کیونکہ انہوں نے یہ کام نام ونمود کے لئے نہیں کئے۔ انہیں تو کسی کا بھلا کر کے بس ایک تسکین ملتی رہی۔

دلیپ صاحب کو ''بادشاہِ الم'' کا خطاب ملا ہے جب کہ وہ اصلی زندگی میں بڑے ہی بذلہ سنج اور ظریف طبع کے آدمی ہیں۔ بات میں سے بات پیدا کرنے کا فن انہیں بخوبی آتا ہے۔ وہ جب بھی آفس میں بیٹھے رہتے تھے یا تو خاموش رہنا پسند کرتے تھے یا سب سے ہنسی مذاق کرنے لگتے تھے۔ ایک دن وہ اور میں آفس میں بیٹھے تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ سبھاش گھئی کی فلم ''سوداگر'' کر رہے تھے۔ وہ کچھ لکھنے میں مشغول تھے اور میں فون کے پاس کنڈلی مار کے بیٹھا تھا کہ کہیں میرے کسی یار دوست کا فون نہ آجائے ۔ مجھے ہمیشہ یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ اگر میرے کسی یار دوست کا فون دلیپ صاحب نے اٹھا لیا اور خدانہ کرے وہ مغالطے میں کوئی بدتمیزی کر بیٹھا تو میں دلیپ صاحب کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ جونہی فون کی گھنٹی بج اٹھی تو میں نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف سے سبھاش گھئی صاحب تھے جو دلیپ صاحب سے بات کرنا چاہتے تھے۔ جونہی میں نے سبھاش گھئی کا نام دہرایا تو دلیپ صاحب نے موجود نہ ہونے کا اشارہ کیا۔ میں نے سبھاش جی سے بڑے ادب کے ساتھ کہا کہ دلیپ صاحب ابھی آفس میں تشریف نہیں لائے ہیں۔ میں ابھی ان کو سمجھا ہی رہا تھا کہ دلیپ صاحب نے فٹ سے دوسرا ریسور اٹھا لیا اور سبھاش گھئی سے براہ راست مخاطب ہوئے۔ میں ریسور ہاتھ میں لے کر دلیپ صاحب کا منہ تکتا رہ گیا۔ پتا نہیں سبھاش جی نے کیا کہہ دیا کہ دلیپ صاحب بپھر گئے اور تقریباً چیختے ہوئے بولے ''نو، نیور'' اور اس کے بعد انہوں نے ریسیور نیچے پٹخ دیا۔ مجھے لگا کہیں کچھ گڑبڑ ہوگئی ہے۔ میں اسی ادھیڑبن میں تھا کہ اچانک ایک گاڑی آفس کے

www.taemeernews.com

اندر داخل ہوئی۔ اس گاڑی میں سے جونہی سبھاش جی اترے تو میرا ماتھا ٹھنکا۔ میں نے سوچا کہ کچھ انہونی ہونے والی ہے۔ پٹھان کو ایک بار غصہ آ گیا نا تو وہ جلدی اترتا نہیں۔ پر یہ دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا کہ دلیپ صاحب نے سبھاش گھئی کو دیکھ کر ایک زور کا قہقہہ لگایا اور پھر دونوں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے۔ دس منٹ کے بعد وہ دلیپ صاحب کو اپنے ساتھ ڈنگ کے لئے لے گئے۔

دلیپ صاحب کو نجی زندگی میں کبھی کبھی اداکاری کرنی پڑتی ہے۔ ایک دن کی بات ہے آفس میں کھڑک سنگھ نام کا ایک پروڈکشن بوائے ہمارے ساتھ کام کرتا تھا۔ کھڑک سنگھ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ دلیپ صاحب کے ساتھ ہی گزارا تھا۔ ''گنگا جمنا'' میں دلیپ صاحب نے اس سے ایک چھوٹا سا رول بھی کرایا تھا۔ ایک دن سائرہ جی کے بنگلے سے فون آ گیا۔ فون کھڑک سنگھ نے اٹھالیا۔ یہ فون سائرہ جی کا تھا۔ کھڑک سنگھ سے یہ چوک ہوگئی کہ بغیر کسی دعا سلا کے اس نے سائرہ جی کا فون لے لیا۔ سائرہ جی کو اس کی اس گستاخی پر بڑا غصہ آیا اور اس نے کھڑک سنگھ کو فون صاحب کو دینے کو کہا۔ صاحب نے جونہی فون لے لیا تو سائرہ جی نے بڑے پرزور الفاظ میں کھڑک سنگھ کی شکایت کی۔ اچانک صاحب شیر کی طرح دھاڑے اور کھڑک سنگھ کو طلب کیا گیا۔ ہم سبھی لوگ دلیپ صاحب کے تیور دیکھ کر گھبرا گئے۔ سب نے سوچا کہ اب کھڑک سنگھ کی خیر نہیں۔ جونہی کھڑک سنگھ کی پیشی ہوئی تو وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اسے لگا کہ آج اس کی چھٹی ہو جائے گی۔ جب تک کھڑک سنگھ سامنے نہیں آیا فون چالو تھا۔ جونہیں کھڑک سنگھ صاحب کے سامنے پیش ہوا تو دلیپ صاحب نے فون رکھ دیا اور بڑے ہی پیار اور حلیمی سے بولے ''کھڑک سنگھ جب بھی فون لیتے ہو تو پہلے دعا سلام تو کیا کرو''۔

میں حیرت سے یہ سب دیکھتا رہا۔ میں نے ان کے سیکرٹری سے پوچھا کہ آخر اتنا چلانے کے بعد صاحب یوں بھیگی بلی کیوں بن گئے تو سیکرٹری نے ہنستے ہوئے کہا کہ وہ جب چلا رہے تھے تو تب وہ سائرہ جی کو خوش کرنے کے لئے چلا رہے تھے۔ وہ بھی خوش

www.taemeernews.com

اور کھڑک سنگھ بھی خوش۔اسی کو کہتے ہیں راج نیتی۔

اس طرح کے واقعات سے میں آئے دن دوچار ہوتا رہتا تھا۔دراصل سائرہ جی، کو میری اور اختر بی بی کی قرابت بالکل پسند نہ تھی۔اختر بی بی مجھے اپنا بھائی مانتی آئی ہے اور آج تک یہ رشتہ قائم و دائم ہے۔اختر بی بی کے میرے پر ڈھیر سارے احسانات ہیں جنہیں میں مرتے دم تک بھول نہیں سکتا۔دلیپ صاحب میرے اور اختر بی بی کے اس رشتے کو نہ صرف پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے تھے بلکہ اسے مزید استوار کرنے کے لئے ان کا کوئی بھی کام میرے ذمہ ڈال دیتے تھے۔ایک دن انہوں نے مجھے اپنے بیڈروم میں بلایا۔وہ اختر بی بی کی چھوٹی بیٹی کے خرچے کے لئے کچھ پیسے بیوی کی نظروں سے چھپا کر بھیجنا چاہتے تھے، کیونکہ وہ ان دنوں گھر پر اکیلی رہتی تھی۔اختر بی بی اپنی دو بیٹیوں سے ملنے کینیڈا چلی گئی تھی۔انہوں نے جلد بازی میں مجھے کچھ نوٹ دیئے۔کچھ اختر بی بی کی بیٹی کے لئے تھے۔کچھ احسن میاں کے لئے تھے اور تین ہزار روپے انہوں نے مجھے اُس کے خرچے کے لئے دیئے۔انہوں نے پانچ ہزار روپے جو اختر بی بی کے یہاں پہنچانے کے لئے کہا تھا میں نے وہ پیسے جوں کے توں ایک لفافے میں ڈال دیئے اور اسی وقت جوہو روانہ ہوگیا۔وہاں بچی کو وہ پیکٹ تھما کر میں گھر چلا آیا۔

اگلے روز جب میں آفس پہنچا تو میں نے دفتری خرچے کے لئے دیئے گئے تین ہزار جب گنے تو ان میں پانچ سو روپے کم پائے۔میں بڑا پریشان ہوا۔میں ابھی اس ادھیڑ بن میں تھا کہ اختر بی بی کی بیٹی کا فون آ گیا۔اس نے مجھ سے پوچھا کہ صاحب نے اسے دینے کے لئے کتنے پیسے دئے تھے؟ میں گھبرا گیا۔میں نے سوچا کہ اُدھر بھی کچھ لوچا ہے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ پانچ ہزار روپے۔بچی بولی یہ تو چودہ ہزار روپے ہیں۔میں اُچھل پڑا اور میں نے شکایت بھرے لہجے میں کہا کہ مجھے تین ہزار دیئے وہ تو ڈھائی ہزار ہی نکلے اور تمہیں پانچ ہزار دیئے وہ چودہ ہزار نکلے۔ہم دونوں بہت دیر تک ہنستے رہے۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ اپنے ماموں کو یہ بات ضرور بتادیں۔خیر یہ بات ان

www.taemeernews.com

تک پہنچی ضرور مگر میرے پانچ سو مجھے نہ ملے۔ کیا یہ سب کچھ ہڑبڑاہٹ میں ہوا تھا یا ایسا جان بوجھ کے کیا گیا تھا۔ یہ سوال مجھے بہت دنوں تک پریشان کرتا رہا۔

جب ''کالنگا'' تضاد کا شکار ہوگئی اور سارے سٹاف کی چھٹی کر دی گئی تو دلیپ صاحب نے سارے اسٹاف میں سے مجھے روک لیا اور مجھے اپنی جیب سے تنخواہ دیتے رہے۔ کبھی کبھی مجھے تین تین تنخواہیں ایک ساتھ دی جانے لگیں۔ ایک تنخواہ ان کی طرف سے ہوتی تھی، ایک کالنگا کی طرف سے اور ایک فلم ''آگ کا دریا'' کی طرف سے۔ جس کا پوسٹ پروڈکشن کا کام شروع ہوگیا تھا۔ اتنا سارا کرم دیکھ کے میری آنکھیں بھر آتی تھیں اور میں صاحب کو تین تین تنخواہیں دینے کا جواز پوچھتا تھا تو وہ بڑی شفقت سے بولتے کہ آپ اس سے زیادہ کے حقدار ہیں۔ مجھ پر اس کرم گستری سے سائرہ جی خوش نہیں تھی اور وہ مجھے چلتا کرنے کے لئے موقع کے تاک میں بیٹھی تھی۔ چونکہ ''کالنگا'' کا کام رک چکا تھا اور میں دن بھر آفس میں دوستوں کے ساتھ گپیں اڑانے اور ٹیلیفون پر باتیں کرنے کے سوا کچھ اور کرتا ہی نہیں تھا۔ مجھے دلیپ صاحب کے اسٹاف سے برابر یہ خبریں مل رہی تھیں کہ سائرہ بانو میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہے۔ میں بھی بڑا ضدی اور باغیانہ طبیعت لے کے پیدا ہوا ہوں۔ میں ان ساری باتوں سے بے پروا تھا۔ روز بارہ بجے آفس میں آتا تھا۔ پانچ بجے اسے بند کر کے نکل جاتا تھا۔ ایک دن ساڑھے بارہ بجے دلیپ صاحب کا فون آیا۔ میں نے ان کی آواز جھٹ سے پہچان لی اور میں نے سلام کیا۔ دعا سلام کے بعد وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ میں آفس کتنے بجے آتا ہوں۔ میں نے بڑی معصومیت سے جواب دیا کہ ساڑھے گیارہ بجے۔ وہ بڑی حلیمی سے مجھے سمجھاتے ہوئے بولے کہ میں کل سے گیارہ بجے آنے کی کوشش کروں۔ میں نے یقین دلایا کہ میں کل سے گیارہ بجے ہی آجایا کروں گا۔ اگلے دن سے میں گیارہ کی بجائے ایک ایک بجے آنے لگا۔ یہ حکم عدولی نہیں تھی بلکہ یہ لوکل ٹرینوں کا کرم تھا۔

ایک دو دن کے بعد میں نے ان کے سیکرٹری سے پوچھا کہ دلیپ صاحب میرے پیچھے

www.taemeernews.com

کیوں پڑ گئے ہیں تو اس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا کہ دلیپ صاحب نہیں بلکہ میڈم میرے پیچھے پڑ گئی ہے۔ وہ مجھے اس فون کے بھی پس پردہ کہانی سنانے لگا جو دو تین دن پہلے میرے آفس میں آیا تھا۔ اس کے کہنے کے مطابق یہ فون سائرہ جی کے کہنے پر کیا گیا تھا۔ سائرہ جی نے دلیپ صاحب سے یہ شکایت کی تھی کہ میں آفس میں رہتا نہیں ہوں۔ جب مرضی ہوئی تو آتا ہوں اور جب مرضی ہوئی تو چلا جاتا ہوں۔ دلیپ صاحب نے یہاں پر بھی کھڑک سنگھ والا فارمولا آزمایا۔ سیکرٹری کو بولے فون لگانے کے لئے۔ اسے میری خوش قسمتی کہیے کہ میں اس وقت آفس میں موجود ہی نہیں تھا۔ اس طرح سائرہ جی کی بھی بات رہ گئی اور میری عزت بھی بچی رہی۔ اسے کہتے ہیں ایک پتھر سے دو شکار۔

ایسے کتنے ہی قصے میرے سینے میں دفن ہیں۔ وہ قصے جو آج تک کبھی اس چار دیواری سے باہر نہ آئے۔

www.taemeernews.com

دو

کہتے ہی کہ پوت کے پاؤں پالنے میں ہی دیکھے جاتے ہیں۔ دلیپ کمار جب چھوٹے تھے تو ایک دن انہوں نے اپنی والدہ سے ایک روپیہ کا سکہ لے کر پوچھا کہ اس ایک سکے سے بہت سارے سکے کیسے تیار ہوں گے۔ والدہ نے انہیں ٹہلانے کی خاطر کہہ دیا کہ اس سکے کو غالیچے کے نیچے چھپا دو تو یہ بہت سارے بچے دے گا اور پھر تمہارے پاس بہت سارے سکے ہو جائیں گے۔ معصوم سے بچے نے ماں کی بات مان کر اور اس سکے کو ایک غالیچے کے نیچے اس یقین کے ساتھ چھپا لیا کہ کچھ دنوں کے اندر اس کے پاس بہت سارے سکے ہو جائیں گے۔ ایک دو دن میں یہ بچہ اس بات کو بھول گیا۔ کچھ دن گزر جانے کے بعد اسے اس سکے کا خیال آیا۔ اس نے غالیچے کو ہٹا کر جو دیکھا تو وہ دھک سے رہ گیا۔ سکہ غائب تھا۔ اس نے سکے کو غائب پا کر گھر میں کہرام مچا دیا۔ گھر کے سبھی لوگ اس کا رونا دھونا سن کر بھاگے بھاگے چلے آئے۔ ماں نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے سکے کے غائب ہونے کے بارے میں بتا دیا۔ ماں نے اسے کئی سکے دیئے مگر اس نے لئے نہیں۔ وہ بس اسی سکے کو یاد کر کے روتا رہا۔

ان کے والد ڈرائی فروٹ کا بزنس کرتے تھے یہ بات تو سب کو معلوم ہے مگر یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ سب سے پہلے ان کے اداکار بننے کی پیش گوئی کس نے کی تھی۔ بمبئی کا ایک مشہور جیوتشی تھا جس کا نام شمبھو مہاراج تھا۔ ایک دن وہ فروٹ مارکیٹ سے گزر رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر دلیپ کمار پر پڑی۔ بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا۔ یہ چھوکرا نٹ بنے گا۔ (مراٹھی میں ایکٹر کو نٹ کہتے ہیں) ان کے والد سرور خان،

www.taemeernews.com

جو پاس ہی کھڑے تھے، انہیں جیوتشی پر بڑا غصہ آیا اور انہوں نے اس جیوتشی کو ڈانٹ کر بھگا دیا۔

دلیپ کمار کے ایک مراٹھی ڈاکٹر دوست تھے جن سے وہ اکثر مل لیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ اس زمانے کی مشہور ایکٹریس اور اسٹوڈیو مالکن دیویکا رانی کو دیکھنے جا رہے تھے۔ ڈاکٹر نے دلیپ کمار سے کہا ''میں دیویکا رانی کو دیکھنے جا رہا ہوں۔ تم میرے ساتھ چلنا چاہو گے''؟ ''دلیپ کمار فوراً راضی ہو گئے۔ وہ جب دیویکا رانی کے گھر پر پہنچے تو اس کی جوہر شناس نظروں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کہ ایک دن یہ شرمیلا سا نوجوان بہت بڑا ایکٹر بنے گا۔ اس نے دلیپ کمار کو فلم میں کام کرنے کی پیشکش کی۔ دوسرا کوئی ہوتا تو اس پیشکش کو فوراً لپک لیتا۔ یہاں تو معاملہ الٹ تھا۔ دلیپ کمار نے جواب میں بڑی بے ساختگی سے پوچھا ''تنخواہ کتنی ملے گی؟'' دیویکا رانی نے اس بے باک لونڈے کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور پھر وہ بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی ''چھ ہزار روپے'' چھ ہزار کی بات سن کر بھی انہوں نے کوئی گرمجوشی نہیں دکھائی بلکہ سرد لہجے میں بولے کہ میں ایک دو دن میں سوچ کر جواب دوں گا۔

کئی دن گزر گئے۔ دلیپ کمار کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ ایک دن ڈاکٹر جب حسبِ معمول ان کے چیک اپ کے لئے ان کے گھر پر چلے گئے تو بیٹھتے ہی دیویکا رانی نے دلیپ کمار کے بارے میں شکائیت بھرے لہجے میں پوچھا ''تمہارے اس دوست نے اب تک کوئی جواب نہیں دیا۔ کیا اسے فلموں میں کام کرنے میں دلچسپی نہیں ہے''؟ ڈاکٹر نے بنتی بات کو بگڑتے دیکھ کر دیویکا رانی کو یہ یقین دلایا کہ وہ آج ہی ان سے ملے گا اور کل صبح تک اس کا جواب آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔

ڈاکٹر اسی شام دلیپ کمار سے ملے اور اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے بولے کہ آخر وہ اس قیمتی موقع کو کیوں گنوانا چاہتا ہے؟ دلیپ کمار نے بڑی معصومیت سے جواب دیا کہ وہ عورت انہیں بیوقوف بنا رہی ہے۔ راجکپور اس کا دوست ہے۔ وہ کئی سالوں سے فلموں

www.taemeernews.com

میں کام کررہا ہے۔اس کی تنخواہ تین ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔وہ مجھ جیسے نوسکھیئے کو چھ ہزار کیسے دے سکتی ہے۔ڈاکٹر جانتے تھے کہ دیویکارانی کی بات پتھر کی لکیر ہوا کرتی ہے پھر بھی وہ دلیپ کمار کا شک دور کرنے کے لئے انہیں دوسرے دن اپنے ساتھ دیویکارانی سے ملانے لے گئے اوران کا شک وشبہہ تبھی دور ہوا جب ان کا ایک سال کا اگریمنٹ بنایا گیا جس میں ان کی تنخواہ چھ ہزار روپے واضح طور پر درج تھی۔

ایک مہینے تک انہوں نے اپنی نوکری کی بات اپنے سبھی یار دوستوں سے چھپا کے رکھی۔ جب انہیں پہلی تنخواہ ملی تو سب سے پہلے وہ راج کپور سے ملنے چلے گئے اور چھ ہزار دکھا کرانہیں چڑانے لگے۔دوستوں کو چھوڑ کر گھر میں صرف یہ بات ناصر خان کو معلوم تھی کہ دلیپ کمار بمبئی ٹاکیز میں نوکری کررہے ہیں۔مزے کی بات یہ ہے کہ جب دلیپ کمار کی پہلی فلم کے پوسٹر دیواروں پر لگنے شروع ہوگئے تو ایک دن ان کے والد سرور خان کی نظر ایک پوسٹر پر پڑی تو وہ چونک کر دلیپ کمار سے بولے ''یوسف دیکھو تو اس نوجوان کی شکل تم سے کتنی ملتی جلتی ہے'' دلیپ کمار بنتے ہوئے بولے ''ارے ہاں یہ تو ہو بہو میری طرح ہی لگ رہا ہے'' (یہ باتیں دلیپ کمار نے خود مجھے بتائی ہیں)

دلیپ کمار اپنی ضد کے پکے ہیں۔وہ جس بات کی ٹھان لیتے ہیں اسے پورا کر کے ہی چھوڑتے ہیں۔جب ان کی شادی سائرہ جی سے ہونے والی تھی تو ایک دن شمبھو مہاراج ان سے ملنے آئے۔انہوں نے دلیپ کمار سے کہہ دیا کہ شادی کے بعد انہیں اپنے اس بنگلے میں رہنا نصیب نہ ہوگا۔دلیپ کمار نے ان کی بات ہنسی میں اڑاتے ہوئے کہا کہ ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا کہ مجھے اپنا بنگلہ چھوڑ کر جانا پڑے۔شمبھو مہاراج کو اپنی پیش گوئی پر بھر پور اعتماد تھا۔انہوں نے دلیپ کمار سے کہا کہ اگر میری یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی تو میں یہ پیشہ ہی چھوڑ دوں گا۔اسی بیچ سائرہ جی کے ساتھ ان کی چٹ منگنی اور پٹ شادی ہوگئی۔شادی کا یہ فیصلہ بڑی عجلت میں لیا گیا ایک جذباتی فیصلہ تھا۔اس سے قبل جدن بائی نے انہیں منانے کی بھر پور کوشش کی تھی۔وہ چاہتی تھی کہ وہ نرگس جی سے شادی کریں۔ان دنوں

www.taemeernews.com

نرگس کا راج جی کے ساتھ دھڑلے کا عشق چل رہا تھا اور یہ بات وہ بخوبی جانتے تھے اس لئے انہوں نے جدن بائی کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ وہ اپنے دوست کے رقیب بننا نہیں چاہتے تھے۔ وہ خود پیار میں شدید چوٹ کھا چکے تھے۔ مدھو بالا کو وہ دل کی گہرائیوں سے چاہتے تھے پر اس کے والد عطا اللہ خان کے ہٹیلے پن کی وجہ سے ان کے بیچ کے رشتے میں ایسی دراڑ پڑ گئی تھی جسے بھرنا مشکل ہی نہیں ناممکن تھا۔ اور بھی کچھ وجوہات ہیں جن کا ذکر کرنا اب مناسب نہ ہوگا۔ آج بھی دلیپ کمار کے دوست احباب اور رشتے ناتے داروں کو اس بات کا ملال ہے کہ ایک جوڑی جسے خدا نے ایک دوسرے کے لئے بنایا تھا۔ اس طرح ایک دوسرے سے الگ کیوں ہوگئی۔ فلمی پردے پر جن دو جوڑیوں کا رومانس آج بھی حقیقی اور تروتازہ لگتا ہے، وہ ہیں دلیپ کمار، مدھو بالا اور راج کپور، نرگس۔

بات بنگلے کی ہو رہی تھی۔ باتوں باتوں میں آپ کو یہ خبر بھی سناتا چلوں کہ جس بنگلے میں دلیپ کمار نے زندگی کے حسین ترین دن گزارے ہیں پچھلے دنوں اس بنگلے کو کسی حد تک مسمار کر دیا گیا۔ میرے لئے وہ بنگلہ ایک زیارت گاہ کا درجہ رکھتا ہے۔ اس بنگلے کے سائے میں، میں نے زندگی کے بارہ برس گزارے ہیں۔ میں جب چند روز پہلے دلیپ کمار کے چھوٹے بھائی احسن میاں سے ملنے بنگلے پر چلا گیا تو یہ دیکھ کر میرے دل کو بڑا گہرا دھچکا لگا کہ اس بنگلے کا آدھے سے زیادہ حصہ ملبے میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میں چند لمحے ایک کونے میں بیٹھ کر ان یادوں کو تازہ کرنے لگا جو اس بنگلے کے ساتھ وابستہ تھیں۔ مجھے دلیپ کمار کے اس بے رحم فیصلے پر بڑا گہرا دکھ پہنچا ہے۔ جس بنگلے کو وہ اکثر میرا بنگلہ کہہ کر بلاتے تھے وہ بنگلہ مسمار ہوا اور مجھے خبر نہ ہوئی۔ خیر یہ بننا بگڑنا تو زندگی کا دستور ہے۔ جس طرح رت بدلتی ہے۔ اسی طرح یہ کائنات بھی بدلتی رہتی ہے۔ آج جہاں گلشن ہے کل وہاں ویرانہ ہو گا۔ کل تک جہاں ایک بنگلہ تھا آنے والے کل میں وہاں ایک فلک بوس عمارت کھڑی ہو گی اور لوگ اس عمارت کو دیکھ کر کہیں گے کہ ایک زمانے میں یہاں ایک مشہور ایکٹر کا بنگلہ ہوا کرتا تھا جس کا نام دلیپ کمار تھا۔

www.taemeernews.com

بات اسی بنگلے کی ہو رہی تھی۔ دلیپ کمار کی بڑی بہن جسے سب احتراماً آپا جی کہہ کر بلاتے تھے سب بھائی بہنوں میں بڑی تھی۔ جب والد حیات تھے تو ان کی منگنی پاکستان کے کسی صاحب سے طے پا گئی تھی۔ والدین کے اچانک گزر جانے کے بعد گھر کی ذمہ داری کا بوجھ ان کے ناتواں کاندھوں پر آن پڑا۔ کئی بھائی بہن چھوٹے تھے جن کو کسی سرپرست کی ضرورت تھی۔ آپا جی نے اپنا جیون ان پر نچھاور کر دیا۔ ان کے منگیتر کئی سال تک ان کے انتظار میں بیٹھے رہے مگر وہ اپنے بھائی بہنوں کو بے یار و مددگار چھوڑ کر اپنی دنیا بسانے کے لئے تیار نہ تھی۔ وہ صوم صلوۃ کی بڑی پابند تھی۔ ہر وقت ان کی زبان پر اللہ کا نام ہوتا تھا۔ سب بھائی بہن ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ آپا جی کا دل بہت بڑا تھا۔ جب دلیپ کمار اور ناصر خان کما کر لانے لگے تو وہ دو دو ہاتھوں سے منگتا، فقیروں کی جھولیاں بھر دیا کرتی تھی۔ گھر سے باہر بہت کم آیا کرتی تھی۔ گھر میں ان کا بڑا دبدبہ تھا۔ ان سے پوچھے بنا کوئی کام نہیں کیا جاتا تھا۔

جب دلیپ کمار سائرہ جی کو بیاہ کر گھر لے آئے تو شروع کے چند دن خیریت سے گزر گئے مگر چند دنوں کے بعد رشتوں میں کڑواہٹ گھلنے لگی۔ سائرہ جی اس وقت بام عروج پر تھیں۔ ہر صبح وہ ڈانس کا ریاض کیا کرتی تھیں۔ باظابطہ ڈھولک باجہ والا گھر پر آ جایا کرتا تھا۔ جس نیک خاتون کے کانوں کو کبھی سنگیت کے سروں نے چھوا نہ ہوا سے صبح صبح طبلے کی تھاپ سننے کو ملے تو وہ اس یلغار کو کیسے برداشت کر سکتی تھی۔ تکرار ہونا طے تھا۔ وہی ہوا۔ گھر میں روز روز کھٹ پٹ، کھٹ پٹ شروع ہو گئی۔ یہ دو پیڑھیوں کا ٹکراو تھا۔ یہ نظریاتی اختلاف تھا۔ دلیپ کمار دونوں کو سمجھاتے سمجھاتے عاجز آ گئے جب معاملہ کسی بھی طور سلجھا نہیں تو ایک دن وہ زچ ہو کر اپنی بیوی کو لے کر بنگلے سے نکل گئے اور سائرہ جی کے بنگلے میں رہنے لگے۔ اس بار بھی شمبھو مہاراج کی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی تھی۔ بنگلہ ٹوٹنے تک وہ اس گھر میں کبھی ایک دن کے لئے بھی رہنے کو نہیں آئے۔

دلیپ کمار نے سب کچھ پانے کے بعد بہت کچھ کھو دیا۔ انہیں حقیقی خوشی بہت کم دیکھنے

www.taemeernews.com

کوملی۔وہ زندگی بھراولاد کے لئے ترستے رہے۔جب وہ صاحب اولاد بننے جارہے تھے سائرہ جی فلم ''آخری داؤ'' کی ایک ڈانس سیکوینس میں حصہ لینے پہنچ گئیں۔کوکھ میں آٹھ مہینے کا بچہ پل رہا تھا اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود وہ کیمرہ کے سامنے ناچنے لگیں۔آٹھ مہینے کا بچہ اس اچھل کود میں ضائع ہوگیا۔دلیپ کمار ان دنوں ''شکتی'' کی شوٹنگ میں مصروف تھے۔انہیں جب یہ روح فرسا خبر ملی تو وہ اسپتال پہنچے اور آٹھ مہینے کے بچے کو کفن میں لپیٹ کر اسے قبرستان میں دفن کر کے آ گئے۔کفن دفن کے بعد وہ سیدھے شوٹنگ کرنے پہنچ گئے۔یونٹ والوں کو اس حادثے کی خبر مل چکی تھی۔سبھی یونٹ کے لوگوں نے شوٹنگ کرنے سے انکار کر دیا مگر دلیپ کمار نے شوٹنگ رکنے نہ دی اور سب کو ڈانٹ کر شوٹنگ کے لئے تیار کیا۔

ایک بار ایک مولانا ان سے ملنے آئے اور بڑے اعتماد کے ساتھ ان سے بولے کہ وہ انہیں ایک تعویز دیں گے جس سے ان کے یہاں اولاد ہو سکتی ہے۔ان کا اتنا ہی کہنا تھا کہ دلیپ کمار ہتھے سے اکھڑ گئے اور طیش میں آ کر بولے ''جب اللہ میاں کو میرا صاحب اولاد ہونا منظور نہیں تو آپ کون ہیں اولاد دینے والے؟ اس طرح کی بیہودہ باتیں مت کیا کیجئے۔چلئے یہاں سے تشریف لے جائے اور دوبارہ ایسی بیہودہ باتیں سنانے مت آ جایا کیجئے'' مولانا اپنا سامنہ لے کر وہاں سے چلتا بنا۔

ایک بار کشمیر کے چار لیجسلیٹر سٹڈی ٹور پر ممبئی تشریف لائے تھے۔کشمیری ہو یا پاکستانی، جب تک یہ لوگ دلیپ کمار سے نہیں ملیں گے ممبئی کی ان کی زیارت پوری نہیں ہوتی۔ حالات کیسے بھی رہے ہوں، پردیس میں اگر کشمیری کشمیری کو دیکھتا ہے تو ایسے ملتا ہے جیسے برسوں کی شناسائی ہو۔ان اسمبلی ممبروں کو جب یہ پتاہ چلا کہ ایک کشمیری دلیپ کمار کے ساتھ کام کرتا ہے تو وہ بے دھڑک میرے آفس میں چلے آئے اور بغل گیر ہونے کے بعد انہوں نے دلیپ کمار سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔میں بھلا اپنے کشمیری بھائیوں کی یہ خواہش پوری کیوں نہ کرتا۔میں نے سائرہ جی کے بنگلے پر فون کیا تو پتاہ چلا کہ صاحب

www.taemeernews.com

جلدی ہی نیچے آنے والے ہیں۔ کیونکہ انہیں ڈاکٹر سے ملنے جانا ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نے دلیپ کمار کو اپنا استیفا پیش کیا تھا۔ اس استیفا کے پیچھے بھی ایک دلچسپ کہانی ہے وہ میں آگے آپ کو سناؤں گا۔ ہاں تو بات ان ممبران اسمبلی کی ہو رہی تھی جو میرے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے فون بند کر کے انہیں اپنے پیچھے چلنے کو کہا۔ دلیپ کمار کے آبائی بنگلے اور سائرہ جی کے بنگلے کے بیچ چار ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ میں تیزی کے ساتھ بنگلے میں پہنچ گیا جب کہ مہمانوں کو گیٹ پر ہی روکا گیا۔ اتنے میں دلیپ کمار نیچے آ گئے۔ رسمی دعا سلام کے بعد میں نے ان سے ممبران اسمبلی کے بارے میں ذکر کیا۔ انہوں نے پوچھا ''کہاں ہیں وہ'' تو میں نے جواب دیا کہ وہ گیٹ کے باہر کھڑے ہیں۔ انہوں نے فوراً انہیں اندر لانے کے لئے کہا۔ میں بھاگ کر گیا اور انہیں اندر لے آیا۔ وہ جب ان سے ملے تو سب سے پہلے انہوں نے میری شکایت کر دی ''کول صاحب کو ہم نے بہت تکلیف پہنچائی ہے اس لئے یہ ہم کو چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں'' میں ہنس پڑا اور ہنستے ہنستے میں نے کہا ''صاحب میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جا رہا ہوں۔'' اس جواب سے ان کو قدرے سکون ملا اور پھر وہ مہمانوں سے مخاطب ہوئے۔ بات کشمیر کے حالات سے شروع ہوئی اور اس کے بعد وہ وہاں ہو رہی ہلاکتوں پر برہم ہو کر بولے کہ آخر یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ اس طرح نہتے اور بے گناہ لوگوں کا قتل عام کر دو۔ انہوں نے قرآن پاک کی کچھ آیتوں کی تشریح کر کے ان کو سنائی۔ جب یہ میٹنگ برخاست ہوئی تو وہ پسینے سے شرابور تھے۔ وہ اس بات سے حیران تھے کہ دلیپ کمار کو قرآن شریف کے بارے میں اتنی معلومات کیسے؟ میں نے جواب میں کہا کہ آپ قرآن شریف کی بات کرتے ہیں آپ کسی پنڈت ودھوان کو ان کے سامنے بٹھا دو وہ اسے پانی پانی ہونے پر مجبور کر دیں گے۔ انہیں کسی بھی موضوع پر بولنے کے لئے کہیے۔ وہ گھنٹوں کسی بھی موضوع پر لیکچر دے سکتے ہیں۔ اور انگریزی زبان پر جس طرح ان کو دسترس حاصل ہے۔ اچھے اچھے انگریزی کے ودھوان ان کی انگریزی پڑھ کر انگلیاں کھا جاتے ہیں۔ لگے ہاتھوں آپ کو ایک بات بتا دوں۔

www.taemeernews.com

جب ''کالنگا'' کو لے کر فلم کے پروڈیوسر اور دلیپ کمار کے بیچ تنا تنی چل رہی تھی تو دلیپ کمار فلم کے پروڈیوسر کی کسی بھی چٹھی کا جواب تیار کر کے مجھے ممبئی کے جانے مانے وکیل وادھوا کے پاس بھیج دیتے تھے۔ جونہی میں ان کے ہاتھ میں لیٹر تھما دیتا تھا تو وہ اپنے کارندے سے کہتے تھے ''تم کو کتنی بار سمجھا کے رکھا ہے۔ جب بھی دلیپ کمار کا لیٹر آ جایا کرے تم ڈکشنری نکال کے رکھا کرو۔'' ایسی دمدار انگریزی لکھتے ہیں وہ۔

کشمیر سے ہجرت کے بعد گھر والوں نے مجھے جموں میں اپنا نام مہاجروں میں درج کرنے کے لئے زور دیا۔ دل مان نہ رہا تھا پر گھر والے پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ گئے۔ میں نے سوچا اگر دلیپ کمار کا ایک لیٹر ساتھ میں لے کر جاؤں تو کام آسان ہو جائے گا۔ میں نے جب صاحب سے اس بات کا ذکر کیا تو وہ لیٹر بنوانے کے لئے فوراً راضی ہو گئے۔ میں نے سیکرٹری سے کہا کہ جب لیٹر تیار ہو جائے مجھے فون کر دینا میں لینے آ جاؤں گا۔ پتاہ چلا کہ ہر دن لیٹر تیار ہو کے اوپر جاتا ہے اور کچھ نہ کچھ سدھار کے نیچے آ جاتا ہے۔ تحصیلدار کے نام ایک چٹھی کو بننے میں سات دن لگے۔ آٹھویں دن میرے ہاتھ میں لیٹر تھا۔ ایک ہفتے بعد میں جموں روانہ ہوا۔ دو تین روز کے بعد میں ایک رشتہ دار کو لے کر تحصیلدار سے ملنے چلا گیا اور انہیں دلیپ کمار کا لیٹر دکھا دیا جس میں انہوں نے یہ لکھا تھا کہ میں ان کے ساتھ کام کرتا ہوں۔ تحصیلدار نے لیٹر کو سرسری طور پر دیکھا اور پھر میری طرف بڑے روکھے سے انداز میں دیکھ کر بولا ''یہ دستخط دلیپ کمار کے ہو ہی نہیں سکتے'' مجھے اس کے اس جواب سے بڑا طیش آ گیا۔ میں نے اس کمبخت سے کہا کہ اگر آپ کو کچھ شبہ ہو رہا ہے تو میں ابھی آپ کی بات دلیپ کمار سے کرا دیتا ہوں۔ وہ تو بس مرغی کی ایک ٹانگ پکڑ کر بیٹھ گیا۔ ''جب میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ یہ دلیپ کمار کے دستخط نہیں ہیں تو میں ان سے بات کر کے کیا کروں۔'' وہ بد بخت چھاتی ٹھونک کر اس طرح بات کر رہا تھا جیسے وہ دلیپ کمار کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ زچ ہو کے میں نے کہا کہ آپ ہی سچے ہو اور ہم جھوٹے ہیں۔

www.taemeernews.com

میں جب ممبئی واپس لوٹا تو دلیپ کمار نے آتے ہی مجھ سے پوچھا ''کیا ہوا جموں میں۔ راشن کارڈ تو بن گیا نا؟'' میں نے ہنستے ہوئے جوب دیا۔ ''صاحب جس تحصیلدار کے پاس میں آپ کی چٹھی لے کر گیا وہ تو مجھ سے زیادہ آپ کو جانتا ہے۔ اس نے تو آپ کے دستخط دیکھتے ہی چٹھی کو یہ کہہ کر خارج کر دیا کہ یہ آپ کے دستخط ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ دلیپ کمار، دلیپ کمار کے نام سے دستخط نہیں کرتے۔'' میرا اتنا کہنا تھا کہ دلیپ کمار ہنس پڑے اور پھر وہ ادھر اُدھر کی باتوں میں مشغول ہو گئے۔ یہی سب کچھ سین لکھتے وقت بھی ہوتا تھا۔ رات رات بھر ایک ایک سین لکھا جاتا تھا۔ شوٹنگ تک پہنچتے سین پچاس بار لکھا جاتا تھا۔ اب اتنی بار سین لکھنے کے بعد ظاہر ہے کہ یہ سین فائنل ہوگا۔ جونہی کیمرہ لگ جاتا تھا اور کیمرہ مین لائٹنگ کرنے میں لگ جاتے تھے، وہ مجھے بلا کر ایک کونے میں لے جاتے تھے اور ہم پھر سے اسی سین کو دوبارہ لکھتے تھے۔

فلم ''کالنگا'' میری زندگی کا ایک یادگار اور خوشگوار تجربہ رہے گا۔ یہ فلم جب بھی پردہ سیمیں پر جلوہ افروز ہوگی اس کے ایک ایک فریم میں دلیپ کمار کی لگن اور میری رات دن کی محنت نمایاں ہوگی۔ اس فلم کو انہوں نے خون دل سے بنایا ہے۔

ہم جے پور کے آؤٹ ڈور پر نکل گئے۔ جے پور میں ان کے ایک پرانے رفیق کی حویلی ہے جہاں پر میں اور دوسرے اسسٹنٹ دلیپ کمار کے ہمراہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے میں اور، ایک رائٹر دلیپ کمار کے ہمراہ جے پور پہنچ گئے۔ ہم نے چار پانچ دن اسکرپٹ پر بہت محنت کی اور جتنے بھی سین وہاں شوٹ کرنے تھے، ان کو پوری طرح پالش کر کے رکھا۔ اسی بیچ ایک دن ممبئی سے یہ خبر آئی کہ پروڈیوسر کے پاس پیسہ نہیں ہے اس لئے ساؤنڈ ٹریک بنگلے کے باہر کھڑا ہے۔ یہ خبر سن کر دلیپ کمار کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اتنا بڑا آدمی اور اس کی فلم کی شوٹنگ کے لئے پیسہ نہیں ہے تو اس آدمی کی عزت کیا رہ جاتی ہے۔ وہ بڑے فکرمند اور پریشان ہو گئے۔ بات فلم کی نہیں بلکہ بات عزت اور وقار کی تھی۔ ہر طرف اس فلم کی شوٹنگ کے چرچے تھے۔ ہم نے وہاں کے سارے انتظامات

www.taemeernews.com

پورے کئے تھے۔ایسے میں اگر شوٹنگ کینسل ہوتو لاکھ کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ میں نے صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ وہ آج ہی ممبئی چلے جائیں اور کوئی نہ کوئی حل پیدا کریں تا کہ یہ شیڈول پورا ہو۔وہ فوراً جانے کے لئے تیار ہو گئے۔جے پور میں ان کے ایک فدوی ہیں، کمل موکٹ جن کا اس علاقے میں بڑا دبدبہ ہے۔دلیپ کمار نے ان سے کہا کہ وہ کیسے بھی آج رات کی ایک ٹکٹ کا انتظام کرے۔اس بھلے آدمی نے ٹکٹ کا انتظام کر دیا اور صاحب اسی رات ممبئی کے لئے روانہ ہوئے۔اب اس آدمی کا ظرف دیکھئے کہ وہ ایئرپورٹ سے سیدھے فلم کے پروڈیوسر سدھاکر بوکاڑے کے گھر پر چلے گئے اور اسے اس بات کے لئے ڈانٹا کہ اس نے اسے بتایا کیوں نہیں کہ وہ تنگی تکلیف میں ہے۔وہ یہ شوٹنگ شیڈول ہی نہیں رکھتے اور اگر رکھتے بھی تو پیسے کا انتظام کر کے جاتے۔انہوں نے اسی وقت اسے اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھایا اور وہ اسے اپنے ایک دوست کے گھر پر چلے گئے۔ان سے دس لاکھ روپے لے کر وہ خود تو گھر پر چلے گئے اور سدھاکر کو اپنی گاڑی میں گھر بھیج دیا۔اگلے روز صبح کی فلائٹ پکڑ کر وہ ہمارے پاس پیسہ لے کر پہنچ گئے اور دوسرے دن سے شوٹنگ شروع ہو گئی۔سو دو سو کے قریب لوگ تھے جو اس شوٹنگ میں ملوث تھے۔بہت بڑا یونٹ تھا ہمارا۔میرا کام اسسٹنٹ کے ساتھ ساتھ پروڈکشن کے خرچے بھی سنبھالنا ہوتا تھا۔میرے ایک ہاتھ میں شوٹنگ اسکرپٹ ہوتی تھی اور دوسرے ہاتھ میں حساب کتاب کی کاپی۔مجھے یہ دونوں کام بڑی خاموش سے ادا کرنے پڑتے تھے۔دلیپ کمار کو خوامخواہ کا دکھاوا پسند نہیں ہے۔میری خاموش طبعی ان کو پسند تھی۔دو بجے کے قریب کھانے کی بریک ہوئی۔ہمارے یہاں فلمی لوگ کھانے پر یوں ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے دس دن کے بھوکے ہوں۔میرا ایک کیمرہ اسسٹنٹ دوست تھا، وہ بڑا بذلہ سنج آدمی تھا۔جب وہ یونٹ کے لوگوں کو کھانے کے لئے اس طرح دھکا مکی کرتے دیکھتا تھا تو وہ چوٹ کرتے ہوئے کہتا ''ارے آج ہی نہیں کل بھی شوٹنگ ہے۔'' اس کی باتوں کو لوگ اس کان سے سنتے تھے اور اس کان سے اڑاتے تھے۔آخر میں میرا نمبر آتا تھا۔میں ایک

www.taemeernews.com

پلیٹ لے کر تھوڑا سا کھانا لیتا تھا اور کسی کونے میں جا کر کھڑا ہو جاتا تھا۔ اس دن بھی میں کھانے کی پلیٹ لے کر بڑی نزاکت سے کھانا کھا رہا تھا کہ اتنے میں ایک گورا اور خوبصورت سا ہاتھ میرے پلیٹ میں اتر گیا۔ میں نے چونک کر دیکھا تو یہ دلیپ کمار تھے۔ میں ہڑبڑا کر بولا ''صاحب میں آپ کے لئے پلیٹ لے کر آتا ہوں''۔ وہ بڑے اطمینان سے بولے ''نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے''۔ اور وہ بڑے آرام سے میری پلیٹ میں سے نوالے اٹھا اٹھا کر کھاتے رہے۔ یہی اس انسان کی عظمت ہے۔ اس کا بڑا پن ہے۔

ہم دیر گئے تک شوٹنگ کرتے رہے۔ رات کو جب میں گیسٹ ہاؤس پہنچا تو تھکان سے بدن چور چور ہو رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں کمر سیدھی کر لیتا، صاحب کا بلاوا آ گیا۔ میں جلدی سے اٹھا اور تیاری والے کمرے میں دلیپ کمار سے ملنے چلا گیا۔ صاحب نے لیٹے لیٹے کہا کہ آپ جلدی سے کھانا کھا لیجئے۔ پھر کل کے سین پر بیٹھتے ہیں۔ میں بوجھل قدموں کے ساتھ اپنے کمرے میں چلا آیا اور جلدی سے نہا دھو کر کھانا کھانے چلا گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم تین اسسٹنٹ دلیپ کمار کے کمرے میں پہنچ گئے۔ رات کے ڈیڑھ بجے تک ہماری کلاس چلتی رہی۔ ڈیڑھ بجے جب چھٹی ملی تو میں نے من ہی من میں کہا کہ چلو جان چھوٹی اور میں اپنے بستر میں دھم سے گر گیا۔ دھندلکے کا وقت ہوگا کہ اچانک دروازے پر دستک ہونے لگی۔ میں نندا سا کی حالت میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور جا کر دروازہ کھولا۔ یہ دیکھ کر میں بھونچکا رہ گیا کہ دوازے پر دلیپ کمار کھڑے تھے۔ انہوں نے بڑی حلیمی سے کہا ''کول صاحب جلدی سے تیار ہو جائے''۔ میری نیند اڑ چکی تھی۔ میں نے مودبانہ انداز میں کہا ''صاحب میں آدھے گھنٹے میں تیار ہو جاتا ہوں''۔ میرا جواب سن کر وہ مطمعین ہو کے چلے گئے اور ان کے جانے کے بعد میں نے کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی۔ صبح کے چار بجے تھے۔ یعنی مجھے تین گھنٹے سے زیادہ نیند کرنے کو نہیں ملی تھی۔

www.taemeernews.com

اس دن ہم کلائمکس شوٹ کرنے والے تھے۔کائمکس میں دھند کا تاثر لانا بہت ضروری تھا کیونکہ ان کے بیٹوں کی موت سے پہلے دلیپ کمار یعنی ''کالنگا'' دھند میں سے نکل آتے ہیں۔ہم ممبئی سے فوگ مشین لوبان منگانا بھول گئے تھے اس لئے دھواں کرنے میں دقت ہو رہی تھی۔ہم نے بہت سارا لوان منگایا تھا اس کے باوجود وہ تاثر پیدا نہیں ہو رہا تھا جو انہیں چاہیے تھا۔انہوں نے سپاٹ بوائز کو گوبر اکھٹا کرنے کے لئے کہا۔ہم سب لوگ گوبر جلانے میں لگ گئے۔چند لمحے وہ دور کھڑے رہے پھر بیچ میں کود گئے اور گوبر جلانے میں ہماری مدد کرنے لگے۔میں انہیں وہاں سے ہٹاتا تھا تو وہ پھر کود جاتے تھے۔ کائمکس تو جیسے تیسے کر کے ہو ہی گیا۔وہ شام کو جب گیسٹ ہاؤس پہنچ گئے تو زہریلے دھویں نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔انہیں سانس لینے میں دقت ہونے لگی۔کمل جی اتفاق سے انہیں دیکھنے چلے آئے تھے۔اس نے جب دلیپ کمار کی حالت بگڑتے دیکھی تو فوراً شہر کے سب سے بڑے ڈاکٹر کو بلا کر لے آئے۔ڈاکٹر نے چیک اپ کیا۔کچھ دوائیاں لکھ کر دیں اور ساتھ ہی انہیں تاکید کی کہ وہ ایک دو دن مکمل آرام کریں۔

ڈاکٹر جب چلا گیا تو انہوں نے مجھے کمرے میں بلوالیا۔میں جب کمرے میں پہنچا تو وہ بستر پر لیٹے ہوئے تھے اور کافی نقاہت محسوس کر رہے تھے۔انہوں نے مجھے کل کی شوٹنگ کی ساری ہدایات دے کے رکھیں۔میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔میں نے سوچا کہ یہ آدمی کس مٹی کا بنا ہوا ہے کہ اس وقت جب اس کی جان پر بن آئی ہے اسے اپنی جان سے زیادہ کل کی شوٹنگ کی فکر ہے۔میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا ''آپ بالکل فکر نہ کریں۔کل کی شوٹنگ آپ کی من مرضی کے مطابق ہوگی۔''

اگلی صبح انہوں نے سات بجے سے ہی میرے پیچھے ایک کارندہ لگا دیا کہ میں آٹھ بجے یونٹ لے کر نکل جاؤں۔میں جب تک گیسٹ ہاؤس سے نکلا نہیں وہ کھڑکی پر تب تک کھڑے رہے۔میں پورے یونٹ کو لے کر جیسلمیر کے ریگستان میں پہنچ گیا۔فروری کا مہینہ تھا۔ٹھنڈ سے میرے دانت بجنے لگے۔یونٹ کے لوگ میری ہنسی اڑانے لگے کہ میں

www.taemeernews.com

کشمیری ہو کر سردی سے اس طرح بے حال ہوں۔ سچ تو یہ تھا کہ چند سال ممبئی میں رہنے کے بعد سردی سے لڑنے کی طاقت دھیرے دھیرے مجھ میں ختم ہو رہی تھی۔ بہر حال ہم لوکیشن پر پہنچ گئے۔ ایک چیف اسسٹنٹ نے کیمرہ مین کمل بوس کو سین سمجھا دیا۔ کیمرہ مین اپنے اسسٹنٹوں کو لائٹنگ کے بارے میں سمجھانے لگا۔ وہ اپنی کارروائی میں لگے تھے اور میں ریت کے ٹیلے پر بیٹھ کر اس ریت کے سمندر کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اچانک میں نے ٹاپ انگل سے نیچے جو دیکھا تو میرا ماتھا ٹھنکا۔ کئی گاڑیاں نیچے ایک ریت کے میدان میں جا کر رک گئیں۔ ایک کار سے جب دلیپ کمار باہر آئے تو میں نے چلا کر کہا ''رکو۔ کوئی لائٹنگ مت کرو۔ صاحب آ گئے ہیں۔ وہ اپنے حساب سے لائٹنگ کرالیں گے'' یونٹ کے سبھی لوگوں نے جب نیچے دیکھا تو سبھی حیرت زدہ ہو کے رہ گئے۔ یہ واقعی دلیپ کمار ہی تھے جو بیمار ہونے کے باوجود شوٹنگ کرنے چلے آئے تھے۔ پورے دن ان کی نگرانی میں شوٹنگ ہوتی رہی۔

ایک دن میں دلیپ کمار کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ساتھ میں کمل موکٹ بھی تھا۔ یہ گاری مرسڈیز تھی جو ان کے دلی کے دوست ساگر سوری نے ان کے استعمال کے لئے بھیجی تھی۔ ہم تینوں گاڑی میں بیٹھے تھے کہ پتا نہیں مجھے کس باؤلے کتے نے کاٹا۔ میں نے ان سے کہا کہ ہم نے جس طرح کا کلائمکس شوٹ کیا ہے مجھے نہیں لگتا ہے کہ وہ حقیقت پسندانہ ہے آخر ایک باپ کے دو بیٹے جو کمینے ہیں، بدچلن ہیں، مرتے وقت بھی اپنے باپ کے تئیں ایسی ہی نفرت اور بے رخی کا مظاہرہ کریں گے'' میرا اتنا ہی کہنا تھا کہ وہ لال پیلے ہو گئے اور میری طرف ایسی نظروں سے دیکھنے لگے جیسے کہہ رہے ہوں۔ ''کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔ تمہیں ابھی اس انڈسٹری میں آئے ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہو گئے اور تم مجھے کہانی کے داؤ پیچ سکھانے لگے ہو۔'' ان کا تمتمایا ہوا چہرہ دیکھ کر میں گھبرا گیا اور میں گڑبڑا کر انہیں سمجھانے لگا کہ شاید میں کرداروں کو اچھی طرح سمجھ نہیں پایا ہوں۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ انہوں نے خاموشی اختیار کی۔ ان کی یہ خاموشی میرے لئے سوہان

www.taemeernews.com

روح بنتی جارہی تھی۔ جب تک ہم لوکیشن پر نہیں پہنچے میری جان سولی پر ٹنگی رہی۔

شام تک شوٹنگ خیریت سے گزر گئی۔ سیٹ پر پہنچ کر انہوں نے مجھے یہ احساس ہی ہونے نہ دیا کہ میں نے ان کو کوئی مشورہ دیا تھا۔ اگلے روز حسب معمول سیٹ پر پہنچتے ہی انہوں نے مجھے آمر قلعے کی ایک بالادری میں بلالیا اور مجھ سے قلم کاغذ تیار رکھنے کے لئے کہا۔ میں ان کے سامنے ایک کرسی پر دم سادھے بیٹھا رہا۔ چند لمحے وہ کچھ سوچتے رہے اور پھر وہ کانگس کو نئے سرے سے لکھوانے لگے۔ اب کے جو وہ لکھوا رہے تھے وہ ویسے ہی تھا جیسے میں نے کہا تھا۔ میں چپ چاپ سین لکھتا چلا گیا۔ میں نے انہیں یہ محسوس بھی ہونے نہ دیا کہ آخر انہیں میری رائے سے اتفاق کرنا ہی پڑا۔ اصل میں ہوا کیا تھا کہ جب میں نے کلائمکس کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کی تھی تو اس وقت ان کو میری رائے اچھی نہیں لگی مگر بعد میں انہوں نے اس بارے میں کافی سوچ و بچار کیا اور انہیں میری رائے میں وزن نظر آیا۔ یہ اسی سوچ کا ردعمل تھا۔

اسی طرح ہم ایک دن ''آگ کا دریا'' کی ایڈیٹنگ کر رہے تھے اس فلم کے ایڈیٹر وامن بھونسلے دلیپ کمار کے ساتھ بیٹھے تھے اور میں ان کے پیچھے بیٹھا تھا۔ وہ ایک سین دیکھ کر وامن صاحب سے بولے کہ اس سین کو فلم سے نکال دو۔ یہ ہدایت دے کر وہ باتھ روم چلے گئے۔ میں نے وامن صاحب کو روک کر کہا کہ وہ یہ سین فلم سے نہ نکال دیں۔ وامن صاحب بولے کہ دلیپ کمار نے یہ سین نکالنے کے لئے کہا ہے۔ وہ کیسے حکم عدولی کر سکتے ہیں۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ دلیپ کمار کو سمجھائیں۔ وہ کسی بھی طور دلیپ کمار سے بات کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ الٹے وہ مجھے ہی بات کرنے کے لئے اکسا رہے تھے۔ ہمارے بیچ یہ بحث و تکرار چل ہی رہی تھی کہ اچانک پیچھے سے دلیپ کمار آ کے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے وامن صاحب سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ وامن صاحب بولے کہ کول صاحب یہ سین فلم میں رکھنے کی سفارش کر رہے ہیں۔ دلیپ کمار نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔۔۔ ''آپ یہ سین کیوں رکھنا چاہتے ہیں؟'' تو میں نے بڑے

www.taemeernews.com

اعتماد کے ساتھ کہا" صاحب آپ اس سین کو مت کاٹیے۔ میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس سین پر آپ کو پبلک کی تالیاں ملیں گی۔" وہ مسکرا کر مجھے سمجھاتے ہوئے بولے۔اگر آپ یہ سین نہیں نکالیں گے تو پھر فلم کی لمبائی آپ کیسے کم کریں گے۔ میں نے کہا کہ آگے اور بھی سین ہیں ان کو کم کیا جا سکتا ہے۔دلیپ کمار میرا دل رکھنے کے لئے دامن صاحب سے بولے"چلو دامن صاحب آگے چلو"اس طرح اس سین پر ایڈیٹر کی قینچی چلتے چلتے رہ گئی۔

www.taemeernews.com

تین

ایک دن دلیپ صاحب اور میں آفس میں بیٹھے تھے۔اس دن انکا موڑ بڑا شگفتہ اور شاداب تھا۔ہمارے آفس میں ایک لڑکا کام کرتا تھا جسکا نام ہاشم تھا۔وہ بڑا کندذہن اور بانگڑو قسم کا لڑکا تھا۔ہر کام کو وہ الٹے ڈھنگ سے کرتا تھا۔ان پڑھ ہونے کے سبب وہ اچھے لوگوں کے نام بگاڑ دیتا تھا۔فلم ''آگ کا دریا'' کے پرڈیوسر وینکٹ رمن کا نام اسنے بگاڑ کر کرکٹا رام کر دیا تھا۔ایک دن سویرے سویرے دلیپ صاحب نے گھر سے آفس میں فون کیا تو ہاشم میاں نے فون اٹھا لیا اور ریسیور کان سے لگاتے ہی بڑے اکھڑ انداز میں پوچھا ''کون بول رہے ہو؟'' دلیپ صاحب بولے ''میں یوسف بول رہا ہوں'' ہاشم میاں بولے ''آپ یوسف لکڑ والے بول رہے ہو؟'' وہ چڑ کر کہنے لگے کہ میں یوسف بول رہا ہوں۔وہ کہاں ماننے والا تھا۔وہ پھر سے وہی نام دہرانے لگا جو کہ اسکی زبان پر اسوقت چڑھا ہوا تھا وہی کہ آپ یوسف لکڑ والا بول رہے ہو۔یوسف لکڑ والا ایک فلم پرڈیوسر ہے جو ان دنوں دلیپ صاحب سے اکثر ملنے آجایا کرتا تھا۔دلیپ صاحب کو بڑا غصہ آیا اور برافروختہ ہو کے بولے ''کمبخت، میں یوسف لکڑ والا نہیں دلیپ کمار بول رہا ہوں'' اور اسطرح کہیں جا کے دلیپ صاحب کی جان چھوٹی۔

اسی طرح ایک دن دلیپ صاحب ڈمپل تھیٹر چلے گئے جہاں انکی فلم سوداگر کی ٹرائل ہونے والی تھی۔مجھے کسی کام سے تھوڑی دیر کے لئے باہر جانا تھا اسلئے میں ہاشم کو یہ کہہ کے گیا کہ اگر سائرہ جی دلیپ صاحب کے بارے میں پوچھیں تو ان سے کہنا کہ وہ ڈمپل میں ہیں۔یہ کہہ کر میں باہر چلا گیا۔جب میں ایک گھنٹے کے بعد لوٹا تو پالی ہل میں خوب ہلچل مچی ہوئی تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے جنگ کا اعلان ہو چکا ہو۔ہوا یوں تھا کہ میری غیر موجودگی میں سائرہ جی کا فون آیا تھا۔

www.taemeernews.com

فون ہاشم میاں نے اٹھایا۔سائرہ جی نے جب ہاشم سے دلیپ صاحب کے بارے میں پوچھا تو اس نے فٹ سے جواب دیا کہ وہ ڈمپل کپاڑیا سے ملنے گئے ہیں۔عورتیں فطرتاً شکی مزاج ہوتی ہیں۔اگر عورت ایک مہان فلم سٹار کی بیوی ہے اور اس کو یہ بتا دیا جائے کہ وہ کسی اور حسین اداکارہ سے ملنے چلے گئے ہیں تو بیوی کا شک وشبہ میں پڑ جانا لازمی ہے۔سائرہ جی نے تابڑ توڑ اپنے سارے کارندے ادھر ادھر دوڑائے کہ وہ پتاہ لگائیں کہ آخر دلیپ صاحب ڈمپل کپاڑیا سے کیوں ملنے چلے گئے ہیں۔اسی بیچ سائرہ جی نے پھر سے فون کھڑکھڑایا۔اس بار فون میں نے اٹھالیا۔سائرہ جی نے صاحب کے بارے میں پوچھا تو میں نے انہیں بتا دیا کہ وہ ڈمپل تھیٹر میں سوداگر کی ٹرائل دیکھ رہے ہیں۔یہ خبر سن کر سائرہ جی کا پارہ چڑھ گیا۔انہوں نے ہاشم کو فون دینے کے لیے کہا۔میں نے ہاشم میاں کے ہاتھ میں فون تھما دیا۔سائرہ جی ہاشم پر برس پڑی اور اسے خوب کھری کھوٹی سنا ڈالی اور اسطرح یہ بے وجہ کا طوفان تھم گیا۔

اس دن بھی جب ہاشم میاں چائے لے کر آ گیا تو صاحب نے پہلے اس سے ہنسی مذاق کیا اور پھر وہ مجھ سے بولے کہ اب ہمیں 'آگ کا دریا' کے پرڈیوسر مرحوم وینکٹ رمن کے لئے کچھ کرنا چاہیے۔ان کا اتنا ہی کہنا تھا کہ ہاشم بیچ میں کود پڑا۔کرکٹارام ابھی تک باہر سے نہیں لوٹا ہے۔وہ چندر کانت سے ملنے گیا ہے۔دلیپ صاحب غصے اور پریشانی سے ہاشم کو گھورنے لگے۔ہاشم میاں کے ساتھ یہی تو مسئلہ تھا کہ کہو دن کی سنے رات کی۔وہ جیسا بھی تھا مجھے تو بہت پسند تھا۔خیر دلیپ صاحب نے اسے باہر بھگا دیا اور ہم نے ''آگ کا دریا'' کا ذکر کیا تو وہ اس فلم میں فائنانس کرنے کے لئے فوراً راضی ہوا۔فلم حالانکہ نوے فیصدی مکمل تھی تاہم دلیپ صاحب کئی سین ری شوٹ کرنا چاہتے تھے۔اس فلم کا جو ڈائرکٹر تھا اسکا نام ایس۔وی راجندر سنگھ تھا۔اسنے کئی ہٹ فلمیں دی تھیں مگر دلیپ صاحب کے سامنے وہ بھیگی بلی بن کر کھڑا رہتا تھا۔جب ری شوٹ کی بات چلی تو اسے بلایا گیا مگر وہ حیلے بہانے بنا کر دور دور ہی بھاگتا رہا۔مجبوراً فلم کی کمان دلیپ صاحب کو سنبھالنی پڑی۔

www.taemeernews.com

نئے سین لکھے گئے۔اس فلم کی کہانی چونکہ ایک ائر کمانڈو کے گرد گھومتی ہے اسلئے کلائمکس اس طرح کا لکھا گیا جسمیں MIG-21 فائٹرس کی شمولیت ممکن ہو۔اس فلم میں امریش پوری فائٹرس کو پارٹس سپلائی کرتا ہے جو اتنے گھٹیا اور ناقص ہوتے ہیں کہ کئی پرزوں کی وجہ سے حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں۔دلیپ صاحب چاہتے تھے کہ کلائمکس میں ان مگ طیاروں کا اسطرح استعمال کیا جائے کہ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ان دنوں شرد پوار وزیر دفاع تھے۔پوار صاحب دلیپ صاحب کے بہت ہی قریبی دوست ہیں انہوں نے جب پوار صاحب سے اس بات کا ذکر کیا تو وہ فوراً راضی ہو گئے۔ہم نے ڈیفینس منسٹری کو فلم کا اسکرپٹ بھیج دیا۔کچھ دنوں کے اندر ہمیں پونا ایریس میں شوٹنگ کی اجازت مل گئی۔

ہم پورے لاؤلشکر کے ساتھ پونا پہنچ گئے۔ایریس کو ہمارے لئے کھولا گیا اور ہم اندر اسطرح گھومنے لگے جیسے کہ جگہ ہمارے باپ دادا کی جاگیر ہو۔رن وے کو خالی کر دیا گیا۔دو کیمرے لگائے گئے۔امریش پوری کو دلیپ صاحب نے سین سمجھاتے ہوئے کہا کہ اسے رن وے پر بھاگنا ہے۔دو کیمرے ایسے لگائے گئے تا کہ اس سین کو دو انگل سے فلمایا جائے۔ایک کیمرے پر دلیپ صاحب تھے،دوسرا کیمرہ میری کمانڈ میں تھا۔مجھے جہاں کھڑا کیا گیا تھا وہ جگہ بالکل رن وے کی سیدھ میں تھی۔مگ طیارے رن وے پر بلائے گئے۔دلیپ صاحب طیاروں کو یوں اڑنے کے ہدایات دینے لگے جیسے وہ طیارے نہیں پتنگ اڑا رہے ہوں۔ایک فلائنگ آفسر جس کا نام اگروال تھا،بہت ہی جیالا اور نڈر فائٹر پائلٹ تھا۔وہ فائٹر کو ایسے اڑا رہا تھا جیسے وہ کوئی کھلونا اڑا رہا ہو۔دلیپ صاحب اسے کبھی بہت نیچے پرواز کرنے کے لئے کہتے۔تو کبھی بہت اوپر ۔وہ بھی ایک فرماں بردار بچے کی طرح انکا ہر حکم بجالاتا تھا۔وہ ہر بار قلابازی کھاتا ہوا نیچے آجاتا تھا اور پھر اوپر چلا جاتا تھا۔اچانک وہ نیچے آگیا۔وہ جونہی ہماری طرف بڑھا ہم سن ہو کر رہ گئے۔مجھے لگا جیسے وہ ہم سب کو کچل کر نکل جائے گا۔ہمارے سر سے وہ بمشکل تین فٹ اوپر تھا۔ایک تو سپر سانک کی کلیجے کو پھاڑ ڈالنے والی آواز،اوپر سے پرواز اتنی نیچی۔ہمارے دل کی دھڑکن تھم گئی۔

www.taemeernews.com

سانس تب تک رکی رہی جب تک وہ خیریت سے نکل نہ گیا۔ میں جب بھی اس سین کو دیکھتا ہوں تو میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آج اس سین کو فلمانے کے لئے کم سے کم ایک کروڑ کا سرمایا بھی کم ہوگا جو ہم نے آٹھ دس لاکھ میں پورا کیا۔ یہ ہے دلیپ صاحب کا اثر ورسوخ اور دبدبہ۔

پونا سے لوٹنے کے بعد ہمارا دوسرا شیڈول RK اسٹوڈیو میں تھا۔ یہ عدالت کا سین تھا جسمیں ریکھا، امرتا سنگھ، پدمنی کولہاپوری اور راجیو کپور حصہ لے رہے تھے۔ میں کیمرہ کے پیچھے کھڑا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے رندھیر کپور کو کھڑا پایا۔ راجکپور کا پورا خاندان دلیپ صاحب کی بڑی عزت کرتا ہے۔ رندھیر کپور کی اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ آگے جا کر دلیپ صاحب سے مل لے جب کہ وہ اس سٹوڈیو کا مالک تھا۔ میں نے بڑے ادب سے اس سے کہا کہ وہ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ انہیں دلیپ صاحب سے جا کر ملنا چاہیے۔ وہ بڑی تعظیم سے بولا کہ دلیپ انکل ابھی بزی ہیں وہ انہیں ابھی ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتے۔ جونہی وہ کام سے فارغ ہوں گے وہ ان سے مل لیں گے۔ یہ وہ تعظیم اور ادب ہے جسکا میں اس دن قائل ہوا۔ میں گھومتے گھومتے دلیپ صاحب کے پاس جا کر پہنچ گیا اور میں نے چپکے سے ان سے کہہ دیا کہ رندھیر کپور وہاں کھڑا ہے اور وہ آپ سے ملنے کی ہمت نہیں جٹا پا رہا ہے۔ دلیپ صاحب فوراً اسکی طرف بڑھے۔ رندھیر کپور نے بڑھکر انکے پاؤں چھو لئے۔ دلیپ صاحب نے اسے سینے سے لگا لیا اور بڑی شفقت سے اسکا بوسہ لیا۔ رندھیر کپور جتنی دیر بھی وہاں کھڑا رہا ایسے لگ رہا تھا جیسے ایک فرماں بردار شاگرد اپنے استاد کے سامنے کھڑا ہے۔

فلم انڈسٹری میں دلیپ صاحب واحد ایک ایسے کلاکار ہیں جسکی سبھی عزت واحترام کرتے ہیں۔ گوندا تو انکا اتنا زبردست مداح اور پرستار ہے کہ وہ آج تک کبھی انکے برابر میں نہیں بیٹھا ہے۔ وہ جب بھی دلیپ صاحب سے ملتا ہے تو انکے قدموں میں جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ ایک شاہ رخ خان کو چھوڑ کے میں نے آج تک کسی اداکار کو انکے سامنے سگریٹ پیتے نہیں دیکھا یہاں تک

www.taemeernews.com

کہ ناناپاٹیکر جیسا بدمزاج ایکٹر جس سے سبھی خوف کھاتے ہیں، اسے بھی میں نے دلیپ صاحب کے پاؤں چھوتے دیکھا۔ میں نے اس بات کا تذکرہ اپنے افسانوی مجموعے ''برف کی آگ'' میں بھی کیا ہے۔ نانا کا کہنا تھا کہ وہ جب بھی دلیپ صاحب کے پاؤں چھوتے ہیں تو آشیرواد میں ان سے کچھ نہ کچھ لے کے جاتے ہیں۔ اتنا بڑا قد دلیپ صاحب کا اس انڈسٹری میں ہے۔

دلیپ صاحب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ انکا دماغ ایک ہی ڈھرے پر دوڑتا ہے۔ جب انہوں نے ''کالنگا'' کی ہدایت کاری کی باگ ڈور سنبال لی تو وہ سب کچھ بھول گئے۔ ''کالنگا'' ان کے دل و دماغ پر اسطرح حاوی ہوگئی کہ وہ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے صرف ''کالنگا'' کے بارے میں ہی سوچتے تھے۔ ایک دن اس فلم کی ہیروئن میناکشی ششادری کی ماں ان سے فون پر بات کررہی تھی۔ میں سامنے بیٹھا تھا۔ وہ بات کرتے کرتے کہنے لگے ''آپ کی بیٹی مادھوری ڈکشٹ بہت اچھی کلاکار ہے۔ بہت اچھا کام کرتی ہے۔'' میناکشی کی ماں نے احتجاجاً کہا ''صاحب! میری بیٹی کا نام مادھوری ڈکشت نہیں، میناکشی ششادری ہے''

دلیپ صاحب خفیف ہوکے رہ گئے۔ ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور وہ فوراً پینترا بدل کر بولے ''وہ کیا ہے کہ کبھی کبھی میں سائرہ کو مدھو کہہ کے بلاتا ہوں۔'' اور اس طرح انہوں نے اس معاملے کو سنبھال لیا۔

''کالنگا'' نوے فیصدی بن کر تیار تھی کہ فلم کے پروڈیوسر سدھاکر بوکاڑے نے اپنے رنگ ڈھنگ دکھانے شروع کیے۔ دراصل وہ کچھ جی حضوریوں کے اثر میں اس قدر آچکا تھا کہ وہ بھول گیا کہ جس سے وہ پنگا لینے جارہا ہے اسکا نام دلیپ کمار ہے۔ یہ وہی کمار ہے جس نے اپنے دوست موہن سہگل کی کسی بات سے ناراض ہوکر اسکی فلم ''شکوہ'' کی چودہ ریل بننے کے باوجود ڈبے میں پڑی سڑتی رہی اور آج تک یہ فلم ریلیز نہ ہوسکی۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کرچکا ہوں، پٹھان بڑے کینہ پرور ہوتے ہیں۔ دوستی کی بات ہو تو وہ آپ پر جان و دل لٹادیں گے۔ جہاں پر آپ نے پٹھان سے دشمنی مول لی تو سمجھ لو کہ اب آپ کی خیر نہیں۔ وہ یہ کینہ اور بغض مرتے دم تک

www.taemeernews.com

نہیں بھولے گا۔ سدھا کر بوکاڑے بھی دوسرں کی باتوں میں آکر دلیپ صاحب کے خلاف کھلی زہر افشانی کرنے لگا۔ جب دلیپ صاحب نے اسکے خلاف کوئی بیان نہ دیا تو اسکی ہمت اور زیادہ بڑھنے لگی اور وہ بے لگام ہوکر اوٹ پٹانگ بکنے لگا۔ ان دنوں زی۔ ٹی وی پر ''ان بن'' نام سے ایک پروگرام ہوا کرتا تھا جس میں فلم والوں کے جھگڑے ناظرین کے روبرو رکھے جاتے تھے۔ اس پروگرام کا جو پرڈیوسر تھا اس نے کئی بار ہمارے آفس کے چکر لگائے کہ ہم اس بارے میں کچھ بولیں۔ دراصل وہ اس پروگرام کی آڑ میں دلیپ صاحب سے کچھ بلوانا چاہتا تھا۔ دلیپ صاحب کچھ دنوں کے لئے لنڈن چلے گئے تھے۔ جب وہ لنڈن سے لوٹے تو میں نے ان سے سدھا کر کی بیان بازی کا ذکر کیا اور ساتھ ہی ان سے ان بن کے پرڈیوسر سے ملنے کی گزارش کی۔ انکی بہن اختر بی بھی یہی چاہتی تھیں کہ ہم پرڈیوسر کی الزام تراشی کا معقول جواب دیں۔ پہلے تو وہ ٹی وی پر آنے کے لئے راضی ہی نہیں ہوئے لیکن جب اختر بی نے انہیں سمجھایا کہ لوگ ہماری خاموشی کا مطلب یہی نکالیں گے کہ ہم خطاوار ہیں تو تب جاکے وہ کچھ کہنے کے لئے راضی ہوگئے۔ طے یہ پایا کہ پہلے سارا اسٹاف حقائق کو پیش کرے گا پھر وہ اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا وہ بڑے مثبت اور موثر ڈھنگ سے جواب دیں گے۔

ہم سب کا انٹرویو لیا گیا۔ ہم سب میں کیمرہ مین کمل بوس، فائٹ ماسٹر اے منصور، راج ببر، کرن کمار، راج کرن، مکالمہ نگار اور میں شامل تھے۔ ہم نے پرڈیوسر کے بڑے بڑے دعوؤں کی پول کھول کر رکھ دی۔ اسکے بعد دلیپ صاحب نے اس طرح کا انٹرویو دیا کہ سدھا کر بوکاڑے کی ساری ہیکڑی ایک جھٹکے میں نکل گئی اور وہ جھنجھنا اور تلملا کر رہ گیا۔ یہ انٹرویو تابوت میں آخر ثابت ہوا۔ یہاں سے سدھا کر کے زوال کا دور شروع ہوگیا۔ اس نے جن فائنانسروں سے پیسے اٹھا لئے تھے وہ اسکے سر پر سوار ہونے لگے۔ ہر کوئی اپنے اپنے پیسے کا تقاضہ کرنے لگا۔ وہ ہڑبڑاہٹ میں کئی فاش غلطیاں کر بیٹھا۔ اسکی جو تیار فلمیں تھیں وہ بھی اس لفڑے میں پھنس کر رہ گئیں۔ اسکی حالت ایسی ہوگئی کہ آگے کھائی تو پیچھے کنواں۔ وہ جائے تو کہاں جائے۔ ''کالنگا'' بند پڑ گئی۔ ایک مجھے

www.taemeernews.com

چھوڑ کر باقی سارے اسٹاف کی چھٹی کر دی گئی۔ میں بھی اب ''کالنگا'' کے کھاتہ سے اتر کے دلیپ صاحب کے ذاتی اسٹاف میں شامل ہو گیا تھا۔

سن ۲۰۰۰ کی بات ہے۔ میں ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے اکتا چکا تھا۔ ایک دن میں نے سدھا کر کے آفس میں اسکے پروڈکشن کنٹرولر سے فون پر بات کی اور اس سے درخواست کی کہ وہ یہاں سے اپنی ساری پراپرٹی اٹھا کر لے جائے تا کہ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ دیپک کنول کے ہوتے ہوئے یہاں سے فلم کی پراپرٹی غائب ہو گئی۔ اس نے بڑے مودبانہ اور دوستانہ لہجے میں مجھ سے بات کرتے ہوئے کہا ''کیا کچھ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم لوگ ''کالنگا'' کو پھر سے زندہ کر دیں؟'' میں نے تھوڑی دیر سوچا اور پھر اس سے کہا کہ دلیپ صاحب کو سنبھالنے کی ذمہ داری میری، تم سدھا کر کو معافی مانگنے کے لئے تیار کرو تبھی یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اس نے مجھ سے دو دن کی مہلت مانگی۔

بنگلے پر عید کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ صاحب نیچے کھڑے تھے تبھی میں ان کے پاس چلا گیا۔ رسمی علیک سلیک کے بعد انہوں نے بنگلے کے متعلق ایک دو باتیں پوچھی۔ ان باتوں سے فارغ ہو کر میں نے دھڑکتے دل سے کہا ''صاحب میں آپ سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔'' ایک دم ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ سنجیدہ ہو کر بہت دیر تک نہ جانے کیا سوچتے رہے اور پھر ایک طویل خاموشی کے بعد بولے ''کیا بات کرنا چاہتے ہیں آپ؟'' میں نے بڑے ہی دھیمے سر میں کہا ''صاحب وہ کالنگا!'' کالنگا کا نام سنتے ہی پہلے انکے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ منہ غصے سے لال پیلا ہونے لگا۔ وہ بڑے کرخت لہجے میں بولے ''میں اس کمبخت کے بارے میں کوئی بات کرنا نہیں چاہتا'' میں نے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا ''صاحب سدھا کر کی حالت بڑی خستہ ہو چکی ہے۔ وہ آجکل کوڑی کوڑی کا محتاج ہو کے رہ گیا ہے۔ وہ اپنے کئے پر نادم۔۔۔ ہے اور وہ آپ کے پاس آ کر آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔'' میرا اتنا کہنے کے بعد انکا دردمند دل فوراً پگھل گیا اور وہ اس بار نرمی سے بولے ''اگر وہ واقعی شرمسار ہے تو اسے معافی نامہ لکھ کر دینا ہوگا'' میں نے فوراً جواب دیا ''ہاں صاحب وہ سب کچھ لکھ کر دینے کے لئے تیار ہے''۔

www.taemeernews.com

سچ تو یہ تھا کہ ابھی تک سدھا کر سے اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ میں بھی جانتا تھا کہ وہ کم اڑیل نہیں ہے پھر بھی میں نے اپنی طرف سے یہ باتیں کہیں۔ دراصل میں صاحب کے من کو ٹٹولنا چاہتا تھا اور ساتھ ہی آگے کے لئے راستہ ہموار کرنا چاہتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان دونوں کے بیچ جو دوریاں پیدا ہوگئی تھیں انہیں کم کرنا اتنا آسان نہ تھا۔ من کا میل دھلنے میں کافی وقت لگ سکتا تھا۔ میں نے تو بس ایک شروعات کی تھی اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ سیدھا کر بوکاڑے کی جو موجودہ حالت ہے وہ اس سے نکلنے کے لئے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ وہ دلیپ صاحب کے پاؤں بھی پکڑ سکتا ہے۔ اسی بیچ اسکے پروڈکشن کنٹرولر کا فون آ گیا۔ اس نے مجھے یہ خوش خبری دی کہ سدھا کر دلیپ صاحب سے ملنے کے لیے تیار ہے۔ میں نے کہا کہ میں آج ہی دلیپ صاحب سے مل کر ملاقات کا دن اور وقت طے کرانے کی کوشش کروں گا۔ وہ جانتا تھا کہ دلیپ صاحب میری بات ٹالیں گے نہیں اسلئے مطمعین ہو کے فون رکھ دیا۔

جوش میں تو میں نے بہت کچھ کہہ دیا مگر ہوش میں آتے ہی میں سوچنے لگا کہ اگر دلیپ صاحب اڑ گئے تو میں سدھا کر بوکاڑے کے پروڈکشن کنٹرولر کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ بہر حال میں ہمت کر کے اٹھا اور سیدھے بنگلے پر چلا گیا۔ دلیپ صاحب نیچے ہال میں بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولے ''سب ٹھیک تو ہے نا؟'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا ''ہاں صاحب سب کچھ خیریت سے ہے بس میں یونہی آپ سے ملنے چلا آیا'' یہ کہہ کر میں نے چند لمحے خاموشی اختیار کی اور پھر انکے بالکل قریب جا کے بولا ''صاحب وہ سدھا کر آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ وہ آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہے'' سدھا کر کا نام سنتے ہی صاحب ہتھے سے اکھڑ گئے اور غصے سے بولے ''اس کمبخت کا نام میرے سامنے مت لیجئے۔ میں اس سور کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔'' کہہ کر وہ ہال سے باہر چلے گئے اور میں اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ مجھے لگا کہ جس کام کا بیڑہ میں نے اٹھایا تھا اس کام میں کامیابی ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ میں مایوس اور دل برداشتہ ہو کے باہر آ گیا ارا یکبار پھر صاحب کے سامنے کھڑا ہو کر بولا ''صاحب مجھے سدھا کر بوکاڑے

www.taemeernews.com

سے کوئی ہمدردی نہیں ہے۔ میں جو کچھ کر رہا ہوں صرف اور صرف ''کالنگا'' کی خاطر کر رہا ہوں کیونکہ اس فلم میں اگر میرا پسینہ تو آپ کا خون شامل ہے۔ آپ نے اس فلم کو بنانے میں دن رات ایک کیا۔ جو فلم آپ نے اتنی محنت اور چاہ سے بنائی ہے میں اسے یوں ڈبوں میں سڑتے دیکھنا نہیں چاہتا۔ میں کالنگا کو پردۂ سیمیں میں پر جلوہ افروز ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میرا جذباتی بیان پٹھان کو کسی حد تک نرم کرنے میں کامیاب ہوا۔ دلیپ صاحب نے کچھ دیر سوچتے ہوئے کہا ''ہم اس مسئلے پر کل بات کریں گے۔''

اگلے روز جب میں اس معاملے پر ان سے بات کرنے پہنچا تو وہ میری بات سنتے ہی بدک گئے اور غصے سے بولے ''آپ تو بیتال کی طرح میرے سر پر سوار ہو گئے'' ان کی یہ بات میرے کلیجے میں تیر کی طرح چبھی اور میں ان سے کچھ کہے بنا آفس کی جانب چل پڑا۔ تین بجے تک بڑا اداس اور پریشان رہا۔ تین بجے سیکرٹری کا فون آیا کہ صاحب نے مجھے بنگلے پر بلایا ہے۔ میں اٹھ کے بنگلے کی جانب چل دیا۔ گیٹ پر پہنچا تو انکی گاڑی کھڑی تھی۔ میں نے ڈرائیور سے بڑے روکھے انداز میں پوچھا ''کہاں ہیں ہمارے صاحب عالم'' یہ الفاظ میں نے طنزاً کہے تھے۔ میرا اتنا ہی کہنا تھا کہ وہ گاڑی سے باہر آتے ہوئے بولے ''میں یہاں ہوں'' انہیں دیکھ کر میرے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی اور میں ہڑبڑا کر آگے بڑھا۔ اتنے میں مقری صاحب بھی گاڑی سے نیچے اتر گئے۔ دلیپ صاحب مجھے ایک کونے میں لے گئے اور بڑی معصومیت سے بولے ''مجھے سدھا کر پر اب کوئی اعتبار نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ دوبارہ میری عزت سے کھلواڑ کرے'' میں نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا ''صاحب! آجکل سدھا کر کی حالت بڑی پتلی ہے۔ وہ یہ بات بخوبی جان گیا ہے کہ آپ ہی اسکا بیڑہ پار لگا سکتے ہیں۔ آپ ایک بار اس سے مل لیجئے۔ پرانی رنجشوں اور کڑواہٹوں کو بھول جایئے۔'' اس بار دلیپ صاحب نے میری بات رکھ لی اور سدھا کر کو عید کے دن بلانے کے لئے کہا۔ میں بڑا خوش ہوا۔ میں نے اسی وقت جا کر سدھا کر کے آفس میں فون لگا کر انہیں یہ خوش خبری دی۔

www.taemeernews.com

عید کے روز میں بڑی بے چینی سے سدھا کر کا انتظار کرنے لگا۔اسکا پروڈکشن کنٹرولر صبح سے ہی میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ساڑھے تین بجے کے قریب سدھا کر پہنچ گیا۔میں نے اس سے ہاتھ ملا کر کہا''سدھا کر جی۔ایک بات دھیان سے سن لیجئے۔جو کچھ کل تک ہوا وہ کل کے ساتھ ہی دفن ہوا۔اب نہ آپ اسے یاد کریں گے اور نہ دلیپ صاحب۔آج سے ایک نیا باب شروع ہو رہا ہے۔یہ مت سمجھنا کہ اس لڑائی میں کسی کی جیت ہوئی یا کسی کی ہار۔یہ تو بس ایک برا وقت تھا جو ٹل گیا۔بس۔''وہ کیا کہتا بس میری ہر بات میں میری ہاں سے ہاں ملاتا رہا۔

ہم جب بنگلے پر پہنچے تو سبھی لوگ کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔میں نے ایک نوکر کے ہاتھ دلیپ صاحب تک یہ خبر پہنچادی کہ سدھا کر بوکاڑے باہر آکے بیٹھا ہے۔اندر سے فوراً بلاوا آ گیا۔میں سدھا کر کو لے کر اندر چلا گیا۔اس نے سچ مچ دلیپ صاحب کے پاؤں چھو لئے اور پھر جذباتی ہو کر بولا''صاحب جب بھی عید کا تیوہار آتا تھا تو مجھے آپ کے گھر کی بریانی یاد آجاتی تھی اور میں آپ کو اور آپ کے گھر میں بننے والی بریانی کو یاد کر کے روتا تھا۔''دلیپ صاحب بھی جذباتی ہو گئے۔انہوں نے فوراً اسکے سامنے بریانی کی پلیٹ رکھ دی۔وہ بریانی پر ٹوٹ پڑا۔

اسکے بعد ایگریمنٹ پر ایگریمنٹ بنتا رہا۔سدھا کر کبھی دستخط کرنے پر راضی ہوتا تھا تو کبھی اڑ جاتا تھا۔ایک سال تک یہ مسئلہ یونہی الجھا رہا۔اس بیچ سدھا کر نے دو چار انٹرویو ایسے دیئے جن میں اس نے اس بات کا اعتراف کیا کہ اس نے دو چار دوستوں کے بہکاوے میں آکر دلیپ صاحب کے بارے میں جو غلط بیانی کی تھی اسکے لئے وہ شرمسار ہے۔ان انٹرویوز سے آپسی کڑواہٹ بہت کم ہو گئی اور وہ کبھی کبھار فون پر بھی بات کرنے لگے۔اس بیچ دلیپ صاحب نے اجنتا تھیٹر میں اس فلم کی ٹرائل رکھی۔جس میں سبھاش گھئی، وجے آنند، میوزک ڈائریکٹر آنند جی اور بہت سارے لوگوں کو مدعو کیا گیا۔سدھا کر اور اسکے سٹاف ممبر بھی اس ٹرائل میں شامل تھے۔دلیپ صاحب نے ہر ایک مہمان کا خود سواگت کیا۔جب ٹرائل ختم ہو گئی تو سبھی مہمان دلیپ صاحب سے رخصت لے کر نکل گئے۔میں بھی گھر جانے کی تیاری میں تھا کہ اندر سے بلاوا آ گیا

www.taemeernews.com

کہ صاحب یاد کررہے ہیں۔ میں جب ہال میں پہنچا تو دلیپ صاحب کافی اداس اور پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ سائرہ جی پاس ہی بیٹھی تھیں۔ انہوں نے کچھ پوچھا تو صاحب جھنجھلا اٹھے۔ جو بھی ان سے بات کررہا تھا وہ اسی پر بگڑ رہے تھے۔ یہ تناؤ بھرا ماحول دیکھ کر میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا "صاحب آپ نے مجھے یاد کیا ہے" وہ تھوڑی دیر خاموش رہے اور پھر مایوسی بھرے لہجے میں بولے "لگتا ہے ان لوگوں کو فلم پسند نہیں آئی؟" میں نے تڑپ کر جواب دیا "آپ سے یہ کس نے کہا کہ ان لوگوں کو فلم پسند نہیں آئی؟" وہ بولے کہ کسی نے بھی فلم کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ میں نے کہا "صاحب میں سبھی لوگوں سے ملا۔ سبھی کا یہی کہنا تھا کہ ان پر فلم کا ایسا ہینگ اور ہے کہ وہ اسوقت اس فلم کے بارے کچھ کہہ نہیں سکتے"۔ وہ یہ بات سن کر ایک دم کھل اٹھے۔

ان کو اس طرح دل برداشتہ اور پریشان ہوتے دیکھ کر مجھے "گنگا جمنا" کا قصہ یاد آ گیا۔ جب یہ فلم سنسر میں چلی گئی تو اسوقت کے سنسر بورڈ کے چیئرمین کو پتہ نہیں اس فلم میں کیا خرابی نظر آئی کہ اس نے اس فلم میں چالیس کٹ دیئے۔ اگر وہ اس کی بات مان جاتے تو فلم میں تو پھر کچھ بچتا ہی نہیں تھا۔ وہ روز سنسر بورڈ میں چلے جاتے تھے۔ گھنٹوں باہر بنچ پر بیٹھتے تھے۔ وہ چیئرمین بھی ٹس سے مس نہیں ہو رہا تھا۔ جب وہ چیئرمین اپنی ضد پر اڑا رہا تو اسکے اس اڑیل پن سے تنگ آ کر ایک دن دلیپ صاحب دلی کی فلائٹ پکڑ کر سیدھے پنڈت نہرو کے پاس پہنچ گئے۔ نہرو جی دلیپ صاحب کے بڑے زبردست مداح تھے۔ دلیپ صاحب نے انہیں اپنا دکھڑا سنایا۔ نہرو جی نے مرارجی ڈیسائی کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ بمبئی جا کر خود اس معاملے کی تحقیقات کریں۔ مرارجی ان دنوں وزیر خزانہ تھے۔ وہ بھی دلیپ صاحب کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ مرارجی بھائی نے بمبئی پہنچ کر سب سے پہلے فلم دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اسی رات فلم کا شو مرارجی بھائی کے لئے رکھا گیا۔ وہ فلم دیکھ کر خاموشی سے چلے گئے۔ دلیپ صاحب کا کہنا ہے کہ وہ رات بھر سو نہ سکے۔ انہیں لگا کہ مرارجی بھائی کو فلم پسند نہیں آئی۔ اگر پسند آئی ہوتی تو وہ فلم کے

www.taemeernews.com

بارے میں ضرور کچھ نہ کچھ بولتے۔

صبح ہوئی تو مرارجی بھائی نے انہیں فون کر کے اپنی رہائش پر بلالیا۔ دلیپ صاحب بہت ہی افسردہ اور پریشان تھے۔ من میں یہ کھٹکا لگا ہوا تھا کہ اگر مرارجی کو یہ فلم پسند نہ آئی تو سارا معاملہ چوپٹ ہو جائے گا۔ وہ دل ہی دل میں خدا کو یاد کرتے ہوئے مرارجی بھائی کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ ادھر ادھر کی باتوں کے بعد مرارجی بھائی نے دلیپ صاحب سے پوچھا۔ ''چیئرمین کتنے کٹ چاہتا ہے؟'' تو وہ بولے ''چالیس''

''تم نے کتنے کٹ مان لئے ہیں۔'' دلیپ صاحب بولے۔ ''چار'' انہوں نے پوچھا ''چار کیوں'' تو وہ بولے ''وہ ایک دو جگہ میں نے سالے کا لفظ استعمال کیا ہے نا''۔ مرارجی نے پوچھا ''کیا بیوی کے بھائی کو سالا نہیں کہتے۔ تمہاری فلم میں ایک کٹ ہوگا'' دلیپ صاحب بولے'' وہ سب تو ٹھیک ہے پہلے یہ بتایئے کہ آپ کل چپ چاپ چلے گئے۔ آپ نے فلم کے بارے میں ایک بھی لفظ نہیں بولا۔ آپ کو پتا ہے کہ میں نے پوری رات کیسے گزاری ہے'' وہ مسکرا کر بولے ''میں اس وقت کیا بولتا۔ مجھ پر تو فلم کا ایسا ہینگ اوور تھا کہ میں رات بھر اسی فلم کے اثر میں رہا'' دلیپ صاحب مرارجی بھائی کی یہ بات سن کر پھولے نہیں سمائے۔ مرارجی نے دلیپ صاحب کو کہا کہ وہ کل جا کر چیئرمین سے سنسر سرٹیفکیٹ لے آئے۔

اگلے روز جب وہ سنسر بورڈ آفس پہنچے تو پہلے کی طرح انہیں باہر بیٹھنے کے لئے نہیں کہا گیا بلکہ فوراً اندر بلالیا گیا۔ دلیپ صاحب چیئرمین کے اس تذلیل آمیز رویے کو نہیں بھولے تھے اسلئے جب وہ اندر گئے تو چیئرمین کھڑا ہوا اور اسنے مصافحے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا۔ دلیپ صاحب نے جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر کے کرسی کھینچنے کیلئے ہاتھ بڑھالئے اور اسطرح اسکا ہاتھ ہوا میں معلق ہو گیا۔ وہ جب بیٹھے تو چیئرمین اپنی بڑائی جتاتے ہوئے بولا ''میں نے آپ کو دیئے گئے کٹس پر بہت غور وخوض کیا۔ آپ کی شخصیت کو مدنظر رکھ کر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو صرف دو کٹس دیئے جائیں'' دلیپ صاحب ایک طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے اسکی

www.taemeernews.com

طرف دیکھتے رہے جیسے کہہ رہے ہوں کہ آج یہ تو نہیں بول رہا ہے بلکہ تیرے اوپر پڑا ڈنڈا بول رہا ہے۔

''کالنگا'' کا مسئلہ میری لاکھ کوششوں کے باوجود سلجھ نہیں پایا۔ سدھاکر بوکاڑے نے دلیپ صاحب پر یہ بے بنیاد الزام لگانے کی کوشش کی تھی کہ انہوں نے اس فلم پر بجٹ سے زیادہ روپیہ خرچ کیا۔ جب ہم نے اس فلم کے سارے حساب کتاب سرعام کردئے تو لوگ حیران رہ گئے۔ آج ایک سی گریڈ فلم ڈیڑھ کروڑ کے سرمایے سے بنتی ہے، دلیپ صاحب نے اتنی بڑی فلم پر اب تک دو کروڑ اسی لاکھ روپے خرچ کئے جسمیں تیس چالیس لاکھ انکے اپنے لگے ہوئے ہیں۔ ہمیں ہر چیز ایک طرح سے مفت میں ہی ملی۔ جے پور میں ٹرین کی سیکونیس شوٹ کرنی تھی۔ دلیپ صاحب ریلوے والوں کے پاس گئے۔ انہوں نے ہمارے لئے نہ صرف ٹرین بغیر کسی چارج کے مہیا کی بلکہ اپنے پورے اسٹاف کے ساتھ ساتھ ایک ریلوے ٹریک بھی ہمارے لئے خالی رکھا جس پر ہم جب چاہتے ٹرین دوڑاتے رہتے تھے۔ کچھ لوگ پیدائشی کم ظرف اور احسان فراموش ہوتے ہیں۔ آپ سمجھ گئے ہونگے کہ میں کس کی بات کر رہا ہوں۔ اس بیچ دوبئی کے ایک صاحب جو کہ دلیپ صاحب کے بڑے پرستار ہیں سات کروڑ کی پیشکش لے کر آئے۔ انہوں نے دلیپ صاحب سے کہا کہ وہ سات کروڑ لیں اور فلم کے پروڈیوسر سدھاکر بوکاڑے کو الگ کر کے اپنے بینر پر فلم پوری کریں۔ ان کی طرف سے نہ کوئی شرط وشروط تھی اور نہ ہی کوئی تحریری معاہدہ چاہتے تھے۔ وہ بڑا تو کل والا آدمی تھا۔ بولے کہ اگر فلم چلتی ہے تو اسے سات کروڑ واپس کر دیں۔ نہ چلے تو وہ یہ پیسے بھول جائیں گے۔ اب دلیپ صاحب کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ اس پیشکش کو فوراً لے لیتا پر دلیپ صاحب نے اس آدمی کی پیشکش یہ کہہ کر ٹھکرادی کہ وہ سدھاکر سے دھوکہ نہیں کر سکتا۔ یہ ہوتا ہے کردار۔

دلیپ صاحب بہت ہی بھولے ہیں۔ وہ بہت جلد لوگوں پر بھروسہ کر بیٹھتے ہیں۔ اندور کے ایک صاحب تھے۔ جو کہ دلیپ صاحب کے جان نثار پرستاروں میں سے ایک تھے۔

www.taemeernews.com

اسکی اندور میں سکریپ کی ایک دو فیکٹریاں چلتی تھیں۔ گھر میں روپے پیسے کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ ہر بار ممبئی آتے تھے اور دلیپ صاحب سے ملنے کی حسرت دل میں لئے واپس لوٹ جاتے تھے۔ اس دیوانگی میں کئی لوگوں نے اسے بھرپور ٹھگا۔ اسی دوران اس صاحب کو ایک رشتہ دار ملا جو ایک فلم بنا رہا تھا۔ اس نے صاحب کو کچھ رشتہ داری کا واسطہ دے کر اور کچھ اپنی لچھے دار باتوں سے شیشے میں اتارا اور اسے فلم میں سرمایہ لگانے پر راضی کرلیا۔ وہ سب کچھ کرنے کے لئے تیار تھا شرط یہ تھی کہ کوئی اس کی دلیپ صاحب سے ملاقات کرادے۔ وہ ایک سال تک اسے وعدے وعید سے بہلاتے رہے اور ساتھ ہی پوری کی پوری فلم کا پروجیکٹ انکے گلے میں ڈال کر وہ اپنے پیسے لے کر چلتے بنے۔ اب اندور کے صاحب پرڈیوسر بن چکے تھے۔ روز دفتر میں خوبصورت بلائیں کمر مٹکاتے ہوئے ملنے چلی آتی تھیں تو پرڈیوسر صاحب ر شتہ خطمی ہو کر رہ جاتے تھے۔ ایک دن میں آفس میں بیٹھا تھا کہ ان صاحب کا فون آ گیا۔ وہ مجھ سے ملنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا" جب بھی آپ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں آپ شوق سے آجایئے"۔ میں اس آدمی کے بارے میں سوچنے لگا کہ آخر یہ آدمی کون ہے اور مجھ سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔ فلمی آدمیوں کے ساتھ یہ بڑا المیہ ہے کہ انکی آدھی زندگی قیاس اور تذبذب میں ہی نکل جاتی ہے۔ میں بھی تذبذب میں پڑ گیا۔ آخر یہ طلسم تب ٹوٹا جب وہ صاحب مجھ سے ملنے پہنچے۔ وہ اندور کے ایک خوش باش آدمی تھے نام تھا غوری۔ غوری صاحب مجھے پٹانے کے لئے اندور کی ایک مشہور مٹھائی لائے تھے۔ بہت دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور پھر وہ اصلی مدعے پر آگئے۔ وہ ایک بار دلیپ صاحب سے ملنا چاہتے تھے۔ اس شخص کا جنون اور دیوانگی دیکھ کر میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں اسکی ملاقات دلیپ صاحب سے ضرور کرادوں گا۔ وہ مجھ سے ہاتھ ملا کر خوش خوش چلا گیا۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد دلیپ صاحب کا اسوقت کا سیکرٹری جان آفس میں آکر مجھ سے پوچھنے لگا کہ یہ غوری کون ہے روز فون کرتا رہتا ہے۔ میں نے جان کو سمجھایا کہ وہ دلیپ صاحب کا بہت پرانا مداح ہے اور دلیپ صاحب سے ملنا چاہتا ہے۔ دراصل غوری نے جان کو بھی اپنے لپیٹے میں لیا تھا اور اسے بھی اندور کی مٹھائی پیش کی

www.taemeernews.com

تھی۔اس بار اس نے دلیپ صاحب تک پہنچنے کی خوب سبیل نکالی تھی۔سو ہم نے اسے دلیپ صاحب تک پہنچادیا۔اسکا برسوں کا خواب پورا ہوا تھا۔اس نے کئی ملاقاتوں میں دلیپ صاحب کا بھی دل جیت لیا۔کبھی وہ اندور سے باسمتی بلے کے آتا تھا تو کبھی وہاں کا مشہور سوہن حلوہ۔قربت یہاں تک بڑھی کہ وہ دلیپ صاحب کو اپنے ساتھ اندور لے جانے میں کامیاب ہوگیا۔دلیپ صاحب نے غوری کے گھر میں کیا قدم رکھا اسکے تو پو بارہ ہوگئے۔اندور میں تو لوگ اس سے رشک کھانے لگے۔غوری کے کئی بھائی ہیں۔وہ بھی دلیپ صاحب کو اپنے بیچ پاکر پھولے نہیں سمارہے تھے۔اسی بیچ ایک بھائی نے دلیپ صاحب سے یہ درخواست کی کہ وہ غوری کو سمجھائیں کہ وہ فلمی دلدل میں نہ اتریں۔دلیپ صاحب نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ غوری کو سمجھالیں گے۔

ایک دن غوری صاحب میرے پاس آکر شکایت بھرے لہجے میں کہنے لگے''دیپک صاحب۔میری فلم چھ ریل بن چکی ہے۔ابھی تک میں ساٹھ لاکھ سے زیادہ فلم میں پھنسا چکا ہوں۔فلم میں بجٹ ہے کہ شیطان کی آنت کی طرح بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ابھی اور کتنا لگے اور فلم کب بن کر باہر آئے گی۔کوئی کچھ بتاتا ہی نہیں۔میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں کیا کروں۔''میں نے اسے مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے کہا''آپ فی الحال فلم کی شوٹنگ روک لو اور جتنی ریل اب تک بنی ہے اسے ایک بار ہمیں دکھادو۔ہوسکتا ہے کہ ہم آپ کی کچھ مدد کرسکیں''غوری کو میری تجویز پسند آئی اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ فی الحال شوٹنگ روک دے گا اور سب سے پہلے ہم کو اب تک بنی فلم کی ٹرائل دکھائے گا۔

اس ملاقات کے بعد غوری اچانک غائب ہوگیا۔میں بھی اسے بھول گیا۔ایک دن میں آفس میں بیٹھا تھا کہ غوری اپنے ایک چمچے کے ساتھ دفتر میں حاضر ہوا۔میں نے حیران ہوکے پوچھا''ارے غوری صاحب آپ تو عید کا چاند ہوگئے۔اس دن کی ملاقات کے بعد تو آپ غائب ہی ہوگئے۔کہاں رہے آپ اتنے دن؟''وہ بڑی شان سے بولا''میں فلم کی شوٹنگ میں مصروف تھا اسلئے آپ سے مل نہ سکا۔اللہ کا کرم ہے کہ فلم پوری ہوگئی ہے۔اب آپ بتایئے کہ آپ کب فلم

www.taemeernews.com

دیکھیں گے۔آپ کو دکھانے کے بعد ہی میں صاحب کو فلم دکھاؤں گا۔''میں نے کہا''جب مرضی ہے فلم دکھادیجئے۔ہوسکے تو فلم کی ٹرائل اجنتا میں رکھیئے''۔(یہ تھیٹر دلیپ صاحب کے بنگلے کے بغل میں تھا۔یہ تھیٹر نرگس دت نے بنوایا تھا،۔اب یہ تھیٹر بھی ٹوٹ چکا ہے اور اسکی جگہ ایک فلک بوس عمارت کھڑی ہوگئی ہے۔یہ سب کچھ سنیل دت صاحب کے جیتے جی ہی ہوا تھا)

اگلی شام کو غوری صاحب نے اجنتا میں ٹرائل رکھوادی۔میں نے جب فلم دیکھی تو دوریل دیکھ کر میرا سر پھٹنے لگا۔میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ ہوکیا رہا ہے۔ایک گھسی پٹی کہانی۔ فلم دیکھتے دیکھتے میری حالت خراب ہوگئی۔مارے مروت کے میں کچھ بول نہیں پارہا تھا پر اندر سے میں ڈائرکٹر کو من بھر کی گالیاں دے رہا تھا۔خدا خدا کر کے فلم ختم ہوئی اور میں نے راحت کی سانس لی۔ہم جب غوری صاحب کی گاڑی میں جارہے تھے تو وہ بار بار مجھ سے فلم کے متعلق سوال کرتا رہا''ہاں صاحب فلم کیسی لگی؟''میں نے سیدھے سپاٹ لفظوں میں پوچھا''غوری صاحب سچ کہوں یا جھوٹ؟''وہ بولا''سچ سچ کہیئے نا فلم کیسی لگی؟''میں نے کہا''غوری صاحب میں جو کہنے جارہا ہوں وہ شاید آپ کے کانوں کو ناگوار گزرے مگر میں آپ کو دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتا۔آپ کو بیوقوف بنایا گیا ہے۔کاش آپ جلد بازی نہ دکھاتے تو اس فلم کا یہ حشر نہ ہوتا''وہ روہانسا ہوکر بولا''صاحب ان لوگوں نے مجھے اس طرح شیشے میں اتار دیا تھا کہ میں نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کرسکا۔اب جو کچھ بھی ہوا اتنا تو بتا دیجئے کہ فلم کیسی بنی ہے؟''اسکا اتنا کہنا تھا کہ میں نے فلم کا پوسٹ ماٹم کرنا شروع کردیا۔وہ ان پڑھ آدمی تھا۔فلم کی باریکیاں نہیں سمجھتا تھا پر جس طرح میں نے اسے فلم کی خامیوں سے روشناس کردیا وہ ساری باتیں اسکے دماغ میں گھس گئیں۔اپنے غیر فلمی انداز میں وہ میری بات سے اتفاق کرتے ہوئے بولا''ہاں صاحب وہ جو دو چار منٹ کے بعد فلم دیکھنے والے کرسی آگے کرلیتے ہیں وہ بات اس فلم میں نہیں ہے''اسکے کہنے کا یہ مطلب تھا کہ فلم میں پکڑ نہیں ہے۔طرہ یہ کہ فلم کا ڈائریکٹر جو اپنے آپ کو بمل رائے سے کچھ کم نہیں سمجھتا تھا کہانی کی تعریف ایسے کرتا تھا جیسے اسنے فلم''دلبر''نہیں بلکہ دیوداس لکھی ہو۔

www.taemeernews.com

فلم کیا بکتی تھی۔ڈسٹری بیوٹر فلم کی ٹرائل دیکھنے پہنچ جایا کرتے تھے۔آدھے گھنٹے کے بعد وہ تھیٹر سے غائب ہو جاتے تھے۔جب فلم کی یہ دردشا ہونے لگی تو غوری دلیپ صاحب کے امان میں پہنچ گیا۔دلیپ صاحب نے فلم دیکھی تو وہ بڑے مایوس ہوئے۔اگلے روز سے اب وہ سارا کام دام چھوڑ کر غوری کی فلم کے لئے نئے سین لکھنے میں جٹ گئے۔وہ سین شوٹ کئے گئے۔جب پورے کا پورا جامہ ہی پھٹا ہو تو پیوند لگانے کا کیا فائدہ۔فلم کا میوزک چالیس لاکھ میں بکا کیونکہ فلم کی موسیقی لکشمی کانت پیارے لال نے ترتیب دی تھی۔باقی سب سو سو تھا۔غوری کے زوال کے دن شروع ہو گئے۔فیکٹری پر بھائی لوگوں نے قبضہ کر لیا۔غوری کے اثاثے بکنے شروع ہو گئے۔غوری عرش سے فرش پر آ گیا۔ایک دن وہ دلیپ صاحب کے پاس آ کے ان سے سوا لاکھ روپیہ یہ کہہ کر مانگ کے لے گیا کہ وہ ایک ہفتے میں واپس کر دے گا۔غضب کیا جو تیرے وعدے پر اعتبار کیا۔ہفتہ عشرہ گزر گیا۔غوری پلٹ کے نہیں آیا۔ایک دن دلیپ صاحب اور میں انکی مرسڈیز میں کولابہ کی طرف جا رہے تھے تو دلیپ صاحب نے غوری کو دیئے ہوئے پیسوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا وہ تو ایسے غائب ہو گیا صاحب جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔دلیپ صاحب بیزاری سے بولے ''مجھے سائرہ نے کہا تھا کہ یہ آدمی پیسے واپس کرنے والا نہیں'' سائرہ جی کا عندیہ ٹھیک نکلا۔اس دن کے بعد وہ کبھی دلیپ صاحب کے سامنے آیا ہی نہیں اور اس طرح بھلا کرنے کی نیت میں دلیپ صاحب سوا لاکھ سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

یہی ''کالنگا'' کی فلم بندی کے دوران بھی ہوا۔چاندیولی میں ایک گانے کی شوٹنگ کر رہے تھے۔یہ شیڈول پروڈیوسر کی رضا و رغبت سے ہو رہا تھا۔ستر اسی کے قریب ڈانسر اس گانے میں حصہ لے رہے تھے۔پہلے دن پیسے نہیں، دوسرے دن بھی جب پیک اپ ہوا تو پروڈیوسر پیسے لے کر نہیں آیا۔دلیپ صاحب گھبرا گئے۔یہ انکی عزت و آبرو کا سوال تھا۔پروڈیوسر کو تلاش کیا گیا مگر وہ تو دائیں بائیں پھرتا رہا۔مجبوراً دلیپ صاحب کو گھر سے پیسے منگوانے پڑے۔بڑی مشکل سے وہ شیڈول پورا ہوا۔

www.taemeernews.com

اسی طرح انہوں نے میرے اصرار پر ایک بار ڈمپل ایڈیٹنگ روم میں اس فلم کی ایڈیٹنگ رکھی۔ دو دن خیریت سے گزر گئے۔ تیسرے دن پروڈکشن کا بندہ غائب ہو گیا۔ میں سدھا کر کے گھر میں فون کرتا رہا۔ مجھے یہی جواب ملا کہ وہ پیسے کا انتظام کرنے گیا ہے۔ چوتھے دن سدھا کر نے مجھے فون کر کے بتا دیا کہ وہ پیسے کا انتظام کرنے سے قاصر ہے۔ یہ بات میں صاحب کو بتا دوں۔ میں نے اسے سمجھایا کہ اگر اس بار اسکی فلم رک گئی نا تو پھر کبھی یہ پوری نہیں ہو گی۔ وہ بھی بے خوف ہو کے بولا۔ کہ آپ صاحب سے کہہ دو میں پیسے کا انتظام نہیں کر پایا۔ میں عجب گومگو کی حالت میں تھا۔ کہوں تو ماں ماری جائے۔ نا کہوں تو باوا کتا کھائے۔ میں کیا کروں میری کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

www.taemeernews.com

چار

مسکراہٹ کے ایک شمارے پر پاکستان کی خوبصورت اداکارہ ثناء کی دلآویز تصویر اس سرخی کے ساتھ چھپی: ''ثناء کی مقبولیت کا قافلہ آگے بڑھے گا یا الٹے پاؤں نقطہ آغاز کی طرف لوٹے گا'' ثناء بی بی! خدا خیر کرے۔ جس فلم کے پرڈیوسر، رائٹر، ایکٹر اور ڈائرکٹر کے ساتھ آپ کو کام کرنے کا موقع ملا ہے، اس کے بارے میں، میں کچھ کہنا چاہوں گا۔ اسے میری خوش قسمتی کہیے یا بدقسمتی کہ مجھے ایسے ڈوڈوا یکٹر کے ساتھ کام کرنے کا بڑا تلخ تجربہ رہا ہے۔ اس ایکٹر امیتوج مان کے بارے میں یہ محاورہ بالکل فٹ بیٹھتا ہے۔ خودکوزہ، خودکوزہ گروخودگل کوزہ۔ ہماری فلم میں صحیح معنوں میں جوہرفن مولا تھا وہ تھا کشور کمار۔ اسکے بعد شاید امیتوج مان کا نمبر ہوگا۔ جب فلم ''کالنگا'' سنی دیول نے خرابی صحت کی وجہ سے چھوڑ دی تو دلیپ صاحب نے فیصلہ کیا کہ وہ اشاروں کے پیچھے پھرنے کی بجائے اس فلم میں کسی نئے لڑکے کو چانس دیں گے۔ جونہی یہ خبر عام ہوگئی تو سب بہن بھائی مل کر اس کوشش میں لگے رہے کہ دلیپ صاحب کو اس فلم میں اپنے بھتیجے ایوب خان کو ہیرو کے طور پر لینے کے لئے منایا جائے۔ جب اس بات کی بھنک سائرہ جی کو لگ گئی تو وہ بھی میدان میں کود پڑی۔ وہ اپنی بھتیجی شاہین کے شوہر سمیت سہگل کو اس فلم میں ہیرو کے طور پر لینے کے لئے دلیپ صاحب پر دباؤ ڈالنے لگی۔ سمیت سہگل نے کئی فلمیں کی تھیں مگر کوئی بھی فلم اسے مقبولیت سے ہمکنار نہ کرسکی۔ دھیرے دھیرے اسکے کیریر کے چاند کو گرہن لگنا شروع ہوگیا۔ فلم والے اس فلاپ ایکٹر سے کنی کترانے لگے۔ یہ وہ انڈسٹری ہے جہاں چڑھتے سورج کی سبھی پوجا کرتے ہیں۔ پر جونہی کسی کی قسمت کا ستارہ ڈوبنے لگتا ہے لوگ اس سے آنکھیں

www.taemeernews.com

پھیرنے لگتے ہیں۔ جب ایک ایکٹر ایسی صورت سے گزر رہا ہو تو اس کی یہی کوشش رہتی ہے کہ اسے کسی بڑے بینر کا سہارا مل جائے۔ ''کالنگا'' کے مہورت کے ساتھ ہی اس فلم کے چرچے ہونے لگے تھے۔ یہ اس فلم سے جڑ جانا چاہتا تھا۔ جس فلم کے مہورت سے ہی ایسا دھوم دھڑکا مچا ہو، ایسی فلم میں کون کام کرنا نہیں چاہے گا۔ سمیت سہگل کے جیسے خراب دن چل رہے تھے ایسے میں اگر دلیپ صاحب اسے اپنی فلم میں لے لیتے تو اسکی قسمت ہی بدل سکتی تھی۔ جیسا کہ ہم سب لوگ جانتے ہیں دلیپ صاحب بہت ہی ضدی قسم کے آدمی ہیں۔ جب انہوں نے خانہ جنگی سے بچنے کے لئے یہ فیصلہ لیا کہ نہ وہ ایوب کو اس فلم میں لیں گے اور نہ ہی سمیت سہگل کو۔ انہوں نے ان دونوں کے مقابلے میں ایک نئے چہرے کو ترجیح دی۔ اس فیصلے میں انہیں پرڈیوسر کی بھی حمایت حاصل ہوگئی۔ نئے لڑکے کی تلاش شروع ہوگئی۔ کئی کارڈینیٹرس سے رجوع کیا گیا۔ انہوں نے بہت سارے لڑکے آفس میں بھیج دیئے۔ ہر روز آٹھ دس لڑکوں کا سکرین ٹیسٹ ہو رہا تھا۔ کوئی بھی لڑکا دلیپ صاحب کی معیار کی کسوٹی پر کھرا اتر نہیں پایا۔ اسطرح لڑکے آتے رہے اور جاتے رہے۔

ایک دن اس فلم کے ڈائیلاگ رائٹر بلدیو گل اپنی پنجابی فلم ''نصیبوں'' کا کیسٹ صاحب کو دکھانے کے لئے لے آیا۔ پہلے بلدیو گل کے بارے میں بتادوں۔ اس آدمی نے پنجابی فلم ''چن پردیسی'' نہ صرف لکھی تھی بلکہ اسے پرڈیوس بھی کیا تھا۔ اس فلم کو دیکھ کر ہی دلیپ صاحب نے اسے اپنی فلم کے مکالمے لکھنے کے لئے چنا تھا۔ ''نصیبوں'' اسکی دوسری فلم تھی جو چل نہیں پائی۔ امیتوج مان اس فلم کا ہیرو تھا۔ کہ کیسٹ دلیپ صاحب کو اسی لئے دکھایا گیا تھا تا کہ وہ اس لڑکے کے بارے میں غور کر سکیں۔ چونکہ خاندان کا دباؤ اس حد تک ان پر بڑھ چکا تھا کہ انہوں نے تر پڑ اس لڑکے کو کالنگا کے لئے سائن کیا۔ ہم سب کے لئے یہ کسی شاک سے کم نہ تھا کیونکہ لڑکے میں کوئی ایسی بات نہ تھی جو اسے باعث کشش یا دوسروں سے ممتاز بنادے۔ نہ فوٹو جینک چہرہ نہ آواز میں گھن گرج، نہ قد کاٹھی اچھی۔ سب لوگ پیچھے دلیپ صاحب کے اس انتخاب پر فقرے

www.taemeernews.com

کہنے لگے۔کوئی کہنے لگا کہ دلیپ صاحب سٹھیا گئے ہیں اسلئے ایسے بے ڈول لڑکے کو فلم کا ہیرہ بنادیا۔ بھائی بہن تو دلیپ صاحب کی پسند پر ماتم کرنے لگے۔ایمان کی کہوں مجھے بھی یہ لڑکا ایک آنکھ نہ بھایا۔کہاں سنی دیول اور کہاں یہ۔خیر کس میں اتنا دم خم تھا جو دلیپ صاحب کی پسند کو چیلنج کر پاتا۔ہیروئن میناکشی ششادری کے ساتھ لڑکے کے فوٹو سیشن ہوئے۔دلیپ صاحب نے اسے نیا نام رکھنے کے لئے کہا۔اس نے اپنے لئے نیا نام امتیوج مان چن لیا۔اسی نئے نام کے ساتھ فلمی دنیا سے متعارف کیا گیا۔

پہلا شیڈول بنگلور میں ہوا۔بنگلور پہنچتے ہی مینڈ کی کوز کام ہونے لگا۔جس ہوٹل میں دلیپ صاحب ٹھہرے تھے یہ بھی اسی ہوٹل میں ٹھہرنے کی ضد کرنے لگا۔دلیپ صاحب تک بات پہنچی تو انہوں بجائے اسے ڈانٹنے کے پروڈکشن کنٹرولر کو یہ حکم دیا کہ اسکے ٹھہرنے کا انتظام اسی ہوٹل میں کیا جائے۔انکی دلیل تھی چونکہ وہ اس فلم کا ہیرو ہے اسلئے اسے فائیو اسٹار ٹریٹمنٹ ملنا چاہئیے۔میں ان دنوں صاحب کے اتنے قریب نہ تھا سو میں کسی مسئلے پر اپنی رائے دینے کا مختار نہ تھا۔جو دلیپ صاحب کا حکم ہوتا تھا ہم اس کو بجالاتے تھے۔ایک دن ہم وہاں سے سو کلومیٹر دور شوٹنگ کررہے تھے کہ اس لڑکے نے مجھے انگلی کے اشارے سے اپنے پاس اس طرح بلایا جیسے وہ بہت بڑا آدمی ہو اور میں بڑا حقیر۔میں اسکا یہ انداز دیکھ کر ہتھے سے اکھڑ گیا اور میں نے طیش میں آکر کہا: ''او میاں، مجھے کوئی ایرا غیرا نتھو خیرا مت سمجھنا۔تم نے آج پہلی بار اس طرح کی بدتمیزی کی ہے، اسلئے میں تمہیں معاف کردیتا ہوں۔دوبارہ ایسی غلطی مت کرنا۔بہت پچھتاؤ گئے'' بات اسکے بھیجے میں اتر گئی۔دوبارہ اس نے مجھ سے ایسی کوئی بدتمیزی نہیں کی مگر یونٹ کے دوسرے لوگوں کی ناک میں اس نے دم کرکے رکھا تھا۔

جیسے تیسے شیڈول پورا ہوگیا اور ہم سب ممبئی لوٹ گئے۔ممبئی پہنچ کر پتاہ چلا کہ فلم کی ہوا ایسی گرم ہے کہ بہت سارے بڑے بڑے پرڈیوسر اس لڑکے کو سائن کرنا چاہتے ہیں۔ان میں آفتاب فلمز کے سلیم اختر مہیش بھٹ اور سرمصراپیش تھے۔لڑکے کے دماغ میں اس طرح خناس

www.taemeernews.com

بھر گیا تھا کہ جو بھی کوئی پرڈیوسر اسے سائن کرنے جاتا تھا یہ اسے گھنٹوں ہال میں بٹھا کے رکھ دیتا تھا۔ اتفاق سے اگر کسی سے ملاقات ہوتی تھی تو یہ پہلے ان سے اسکرپٹ مانگتا تھا۔ اسکرپٹ اسکے ہاتھ کیا لگی سمجھو رائٹر کی شامت آ گئی۔ کبھی یہ کہانی ہی سرے سے خارج کر دیتا تھا، کبھی کہانی میں یہ اتنی تبدیلیاں کرانا چاہتا تھا کہ لوگ کہنے پر مجبور ہو جاتے تھے "بخشو بی چوہا لنڈورا ہی بھلا" ہماری فلم انڈسٹری بڑی چھوٹی ہے۔ یہاں بات پھیلنے میں دیر نہیں لگتی۔ دھیرے دھیرے یہ بات انڈسٹری کے چاروں اور پھیل گئی کہ یہ لڑکا ابھی سے بھاؤ دکھانے لگا ہے۔ ڈائرکٹر کو اسکرپٹ بدلنے کے لئے کہتا ہے۔ پرڈیوسروں کو گھنٹوں انتظار کراتا ہے۔ اسکی اس کج خلقی اور اکڑ پن کی وجہ سے سارے پرڈیوسر ایک ایک کر کے یوں غائب ہونے لگے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ مجھے ان باتوں کا علم ہو چکا تھا۔ ایک دن وہ آفس میں میرے پاس بیٹھا تھا تو میں نے اسے اس کی ان حرکتوں پر خوب ڈانٹا اور اسے یہ احساس دلانے کی کوشش کہ وہ اپنے حق میں کانٹے بو رہا ہے۔ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا "میاں ابھی تمہاری وہ پوزیشن نہیں ہے کہ تم ڈائرکٹر کو کہانی بدلنے کے لئے کہو گے یا اسے کوئی تجویز پیش کرو گے۔ یہ لائن بڑی بے مروت ہے۔ ایک بار ہوا خراب ہو گئی تو پھر کہیں کے نہیں رہ جاؤ گے۔ پہلے وہ مقام حاصل کر لو، پھر ساری دنیا کو اپنی انگلیوں پر نچانا چاہو تو نچا سکتے ہو۔ ابھی تم ہو کیا۔ ایک گمنام اداکار۔ پتا نہیں یہ فلم کب بنے گی۔ کب ریلیز ہو گی۔ پھر لوگوں کا رسپانس کیا ہو گا۔ اسلئے ایک دوست کے ناطے میں تمہیں یہ مشورہ دے رہا ہوں کہ اپنے طریقہ کار کو سدھارنے کی کوشش کرو"۔

اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا مگر بہت دیر کے بعد۔ وقت اسکے ہاتھ سے نکل چکا تھا اور ایک بار وقت ہاتھ سے نکل جائے تو وہ پھر لوٹ کے نہیں آتا۔ اسکے بعد اس نے خوب ہاتھ پاؤں مارے۔ کافی دوڑ دھوپ کی مگر قسمت کی دیوی اس پر مہربان نہ ہو سکی۔ اسی بیچ "کالنگا" بند ہو گئی۔ وہ ایکدم بے کار ہو کے رہ گیا۔ حسرت بھرے دل سے ان گھڑیوں کو یاد کرنے لگا جب کئی پرڈیوسر اسکے در پر آ کھڑے ہوئے تھے۔ پر اسکی بدبختی ہمیشہ آڑے آتی رہی اور وہ اس سنہرے

www.taemeernews.com

موقع کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گنوا بیٹھا تھا۔ میں نے کہا ''اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔''

وہ اکثر و پیشتر آفس میں مجھ سے ملنے آجایا کرتا تھا۔ کبھی کوئی تیوہار ہوتا تھا تو وہ دلیپ صاحب کے گھر پر حاضری دینے چلا آتا تھا۔ کھانے پینے کا اس کو کوئی مسئلہ نہ تھا۔ باپ بابو سنگھ مان پنجابی زبان کا اچھا خاصا گیت کار ہے۔ وہ ٹی وی سیریز کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ باپ کی کوشش کے باعث اس کو ٹی سیریز کے کچھ پنجابی البم ڈائرکٹ کرنے کا موقع ملا۔ ایک دن میں اس سے اسکے گھر پر ملنے گیا۔ وہ مجھ سے تو بڑی عزت اور محبت سے ملا پر یونٹ کے لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ مخلصانہ نہ تھا۔ وہ اکڑ اور غرور پھر اس میں عود کر آیا تھا۔ میں پاس میں بیٹھا تھا کے اسکے ایڈیٹر نے اسے فون کیا۔ وہ فون پر اسے اس طرح سخت وست سنانے لگا جیسے وہ ایڈیٹر نہ ہو گلی محلے کا آوارہ کتا ہو۔ سچ کہوں تو اسکی گفتار سے مجھے تکلیف ہونے لگی۔ آخر ایک انسان ذرا سی کامیابی کو ہضم کیوں نہیں کر پاتا؟ کیوں وہ بلندیوں میں اڑنے لگتا ہے جب کہ وہ یہ جانتا ہے کہ اسے اسی زمین کے سہارے کھڑا رہنا ہے۔ یہ سوال مجھے بہت دنوں تک پریشان کرتے رہے۔

ایک دن مجھے پتاہ چلا کہ وہ کنیڈا کے چند سکھ رشتہ داروں سے فائنانس لے کر ایک فلم شروع کرنے والا ہے۔ یہ بات مجھے ایک ہم پیشہ نے بتائی۔ جس کا یہ کہنا تھا کہ اس فلم کا سکرین پلے اسی نے لکھا ہے۔ وہ فلم بننے سے پہلے ہی اس فلم میں مین میخ نکالنے لگا تھا۔ چونکہ میں اس آدمی کی فطرت اور خصلت کو جانتا تھا اسلئے میں نے اسکی باتوں پر زیادہ دھیان نہ دیا۔ کچھ لوگ اسلئے پیدا ہوتے ہیں کہ وہ کسی کو پھلنے پھولنے نہ دیں۔ یہ وہ آدمی ہوتے ہیں جو پرائے شگون کے لئے اپنی ناک کٹوا دیتے ہیں۔ اس آدمی کا نام انل کاوش ہے۔ یہ اردو کے جانے مانے رائٹر سی۔ ایل۔ کاوش کا بیٹا ہے۔ اس نے فلم ''آگ کا دریا'' میں چیف اسسٹنٹ ڈائرکٹر کے طور پر کام کیا تھا اسلئے جب ''کالنگا'' کا اعلان ہوا تو دلیپ صاحب نے سب سے پہلے اسسٹنٹ کے طور پر انل کا نام تجویز کیا۔ آدمی بڑا ہی خوش گفتار، خوش اخلاق مگر اندر سے اتنا زہریلا کہ اسکا کاٹا پانی بھی نہ

www.taemeernews.com

مانگے۔اسکے ظاہر و باطن میں بڑا تضاد تھا۔اس کے منہ پر کچھ ہوتا تھا اور پیٹ پر کچھ۔

ایک دن ہرمیش ملہوترہ کے آفس سے اس کے ایک دوست کا فون آیا۔وہ ایک ایسی کامیڈی لواسٹوری کی تلاش میں تھے جس میں گوندا فٹ بیٹھ سکے۔اس نے جب اس سے کسی ایسے رائٹر کے بارے میں جاننا چاہا جس کے پاس ایسی کوئی کہانی ہو تو اس نے نفی میں جواب دیا۔اس سے پہلے کہ وہ فون رکھتا میں نے پیچھے سے آواز دیکر کہا کہ میرے پاس ایک کہانی ہے۔ اس نے اپنے دوست کو میرے بارے میں بتا دیا اور ساتھ ہی اس سے کہا "میرے پاس ایک کہانی ہے"۔اس آدمی نے کہا کہ وہ ہرمیش ملہوترہ سے بات کر کے ایک گھنٹے میں واپس فون کر دے گا۔ میں بڑی بے چینی سے فون کا انتظار کرنے لگا۔ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد اسکا فون آیا اور اس نے مجھے دوسرے دن بارہ بجے ہرمیش ملہوترہ کے جوہو آفس میں پہنچنے کے لئے کہا۔

میں اگلے روز پوری تیاری کے ساتھ ہرمیش ملہوترہ کے آفس میں پہنچ گیا۔اس آدمی نے مجھے بڑی عزت کے ساتھ اپنے سامنے بٹھایا اور پھر چائے پانی سے میری اطر تواضع کر کے مجھے کہانی سنانے کے لئے کہا۔میں نے آدھے گھنٹے میں اسے پوری کہانی سنا ڈالی۔وہ کہانی سن کے ڈھیر ہو گیا۔اسنے مجھے دو سین میں ذرا سا ہیر پھیر کرنے کے لئے کہا اور ساتھ ہی مجھے دو دن کے بعد گوندا کو کہانی سنانے کے لئے تیار رہنے کو کہا۔یہ خبر سن کر میں خوشی سے پھولے نہیں سمایا اور میں نازاں و فرحاں آفس سے نکل آیا۔

دوسرے دن انل کے دوست نے اسے یہ خوشخبری سنا ڈالی کہ ہرمیش جی کو کہانی بہت پسند آ گئی ہے اور وہ اسے گوندا کو سنا کر فلم شروع کرنے والا ہے۔اس خبر سے انل کاوش بڑا دلگیر اور پریشان ہوا تھا۔میں تو خوشی میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ اس خبر سے انل کاوش کے سینے پر سانپ لوٹ رہے ہیں۔میں تو وہ دو سین ٹھک ٹھاک کرنے میں لگا تھا جن میں ہرمیش ملہوترہ تھوڑی بہت تبدیلی چاہتے تھے۔

دو دن کے بعد جب میں ہرمیش ملوترہ سے اسکے آفس میں ملنے چلا گیا تو سب کچھ بدل

www.taemeernews.com

چکا تھا۔ جب ہرمیش ملہوترہ نے مجھے اندر بلایا تو وہ مجھ سے اس طرح بات کرنے لگا جیسے میں اس سے بھیک مانگنے آیا تھا۔ وہ بیٹھتے ہی بڑے روکھے انداز میں مجھ سے پوچھنے لگا ''ہاں بولو۔ کیا ہے؟'' یہ انداز تخاطب دیکھ کر میرے ہوش اڑ گئے۔ کہاں پہلے دن کی خاطر داری اور کہاں آج کا یہ روکھا پن۔ میں کہا کہ میں وہ دو سین ٹھیک ٹھاک کر کے آیا ہوں جو آپ نے ٹھیک کرنے کے لئے کہے تھے۔ اس نے بڑی بے دلی سے کہا ''سنا دو'' میں نے کہا ''صاحب اگر تھوڑا سا پانی مل جاتا تو بڑی مہربانی ہوتی''۔ وہ بڑی بے مروتی سے پوچھنے لگا ''ابھی تک آپ نے پانی نہیں پیا''۔ میں نے سر ہلا کر کہا ''نہیں'' اس نے بل بجا کر ایک لڑکے کو اندر بلایا اور اس سے پانی لانے کو کہا۔ مجھ سے یہ خطا ہوگئی کہ میں نے اس سے سادہ پانی لانے کے لئے کہا۔ وہ کمبخت کھولتا ہوا پانی لے کر آ گیا۔ میں نے گلاس چھوتے ہی اسے نیچے رکھ دیا اور پھر بڑی بے دلی سے اسے وہ دو سین سنانے لگا۔ اور سین سنا کر میں تیزی سے نکل گیا۔ میری آنکھوں میں آنسو تھے جو بس بہنے کے لیے بے تاب تھے۔ یہ آنسو کام نہ ملنے کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ اس ذلت کے لئے تھے جس کا میں سامنا کر چکا تھا۔

آخر ہرمیش ملہوترہ پر اچانک یہ کس بلا کا سایا پڑ گیا جو وہ مجھے اس دن دیکھ کر یوں بدک گیا تھا۔ ایک ہفتے میں مجھے پتاہ چلا کہ یہ ساری کرامات انل کاوش کی تھی۔ انل میری ملاقات سے ایک دن پہلے بھانجی مار کے آیا تھا۔ میرے بارے میں پتاہ نہیں کیا کیا خرافات بک کے آیا تھا وہ۔ اس آدمی سے دلیپ صاحب کے چھوٹے بھائی احسن ہمیشہ دور دور بھاگتے تھے۔ وہ بار بار مجھے متنبہ کرتے رہتے تھے کہ اس آدمی سے بچ کر رہنا۔ یہ آدمی کبھی بھی ڈس لے گا۔ اس کا ایک ایک لفظ سچ ثابت ہو رہا تھا۔ اسی طرح ایک اور کہانی کا کسی اور پرڈیوسر سے سودا ہونے والا تھا کہ اسے بھنک مل گئی۔ اس نے وہاں پر بھی میرا کام بگاڑ دیا۔ اس کو یہ کہہ کر ڈرا دیا کہ یہ کہانی سنسر میں اٹک جائے گی۔ ایک سال کے بعد اس فلم کے پرڈیوسر نے اس بات کا خلاصہ میرے سامنے تب کیا جب وہ بھی اسکی گندی سیاست کا شکار ہو گیا۔ اسطرح کے مہربان ہماری اس انڈسٹری میں آج

www.taemeernews.com

بھی رواں دواں ہیں۔ جن کا کام چلتی گاڑی میں روڑے اٹکانا ہوتا ہے۔ انہیں ایسا کر کے خوشی ملتی ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو کسی کی مدد کرنے کے لئے آگے آتے ہیں۔

اب جب اس آدمی نے امتیوج مان کی برائی کی تو میں نے اسکی باتوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ جل ککڑا ہے۔ یہ اب اسکی کامیابی سے جلتا ہوگا۔ سال چھ مہینے کے بعد میں نے مان کا ایک انٹرویو دیکھا جس میں وہ اپنی فلم ''ہوائیا'' کو لے کر شیخیاں بگاڑ رہا تھا۔ جب اس فلم کی ٹرائل ہوئی تو جس جس نے یہ فلم دیکھی وہ اپنا سر پیٹ کر باہر آرہا تھا۔ بقول ان کے انہوں نے آج تک اتنی بکواس اور ہولناک فلم کبھی نہیں دیکھی تھی۔ فلم ریلیز ہونے سے پہلے مان میاں ایسے اینٹھ کر چل رہا تھا جیسے اس نے ''مدر انڈیا'' بنائی ہو۔ فلم جب ریلیز ہوئی اور چاروں خانے چت گری تو میاں جی کے ہوش ٹھکانے آگئے۔

اب ''قافلہ'' کہاں پر ٹھہرتا ہے اور کہاں پر لٹتا ہے؟ یہ تو آنے والا وقت ہی بتادے گا۔ فی الحال ہم قافلے کو چھوڑ کر اپنے موضوع پر آجائیں۔ میں نے پچھلی قسط میں ''کالنگا'' کی ایڈیٹنگ کا ذکر کیا تھا کہ کس طرح سدھاکر بوکاڑے نے ایڈیٹنگ کے خرچے اٹھانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ میں یہ بات بخوبی جانتا تھا کہ اگر اب کے یہ فلم اٹک گئی تو پھر اسکی تجدید ہونا ایک معجزہ ہی ہوگا، اسلئے میں ایک دن اسی تگ ودو میں رہا کہ میں یہ بات دلیپ صاحب کو گوش گزار کروں یا نہ کروں۔ میں نے فلم کے ایڈیٹر سے جب اس بارے میں بات کی تو اس نے مجھے یہی مشورہ دیا کہ میں صاحب کی نوٹس میں بات لاؤں۔ ایک بجے کے قریب دلیپ صاحب ایڈیٹنگ روم میں تشریف لے آئے۔ ان کے بیٹھتے ہی میں نے ایڈیٹر ونود سے کہا کہ وہ باہر چلا جائے مجھے دلیپ صاحب سے کچھ بات کرنی ہے۔ میری یہ بات سن کر دلیپ صاحب کا چہرہ لال ہوگیا۔ وہ فوراً تناؤ میں آگئے۔ وہ سمجھ گئے کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ ونود کے جاتے ہی میں نے ڈرتے جھجکتے دلیپ صاحب سے کہا ''سدھاکر کا فون آیا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ وہ پیسوں کا انتظام نہیں کر پایا ہے'' دلیپ صاحب کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا اور وہ برافروختہ ہو کر بولے ''مجھے پتہ تھا یہ کمینہ ایسا ہی

www.taemeernews.com

کرے گا۔آپ کوشرم آنی چاہیے" میں شاک ہوکے دلیپ صاحب کی طرف دیکھنے لگا کہ میں نے ایسا کیا کیا جو دلیپ صاحب مجھے شرم دلا رہے ہیں۔اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھتا وہ بولے" یہ لوگ آپ کے بارے میں کیا سوچتے ہونگے ؟" انکی مراد وہ لوگ تھے جو اتنے دن سے ایڈیٹنگ میں لگے تھے اور جنہیں ابھی تک ایک پائی نہ ملی تھی۔انہوں نے تھوڑے توقف کے بعد مجھ سے پوچھا" ان لوگوں کے کتنے پیسے ہیں" میں نے کہا" یہی کچھ آٹھ دس ہزار روپے ہونگے۔" انہوں نے مجھے اگلے روز بنگلے پر آنے کے لئے کہا اور یہ کہہ کر وہ اٹھ کر چلے گئے۔انکے جانے کے بعد میں نے کام رکوادیا اور سارے ڈبے تھیٹر والوں کے حوالے کر کے نکل گیا۔

اگلے روز میں بنگلے پر پہنچا۔دلیپ صاحب پونا جارہے تھے۔وہ مجھے اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھا کر ائیر پورٹ لے گئے۔راستے میں ہم کالنگا اور سدھا کر کے بارے میں باتیں کرتے رہے۔ائیر پورٹ پہنچ کر انہوں نے ایک لفافہ میرے ہاتھ میں تھما دیا جس میں پورے دس ہزار روپے تھے۔گاڑی سے اترتے ہوئے انہوں نے ڈرائیور شیامل کٹی کو بلا کر کہا" کول صاحب کو ڈمپل میں چھوڑ دینا" میں نے ہنستے ہوئے کہا" صاحب یہ مجھے واپس لے کے نہیں جائے گا تو پھر کہاں جائے گا۔" وہ بھی ہنس پڑے۔دراصل انہیں ہر بات کا خیال رہتا ہے۔وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں کہ جب آپ سے مطلب ہو تو آپ کو سر پر بٹھا دیں گے اور جب آپ سے مطلب نکل گیا تو آپ سے منہ پھیر لیں گے۔انکی عظمت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے کہ کئی بار انہوں نے مجھے گاڑی میں بٹھاتے ہوئے دروازہ خود کھولا ہے۔میں نے ہمیشہ اپنے اور ان کے بیچ ایک فاصلہ رکھا۔اگر آپ کو ایک مہان آدمی بڑی عزت دیتا ہے تو آپ کو اس دی ہوئی عزت کا غلط استعمال نہیں کرنا ہے۔مجھے یاد ہے کہ ہم بی۔آر۔چوپڑہ کے ڈبنگ تھیٹر میں فلم" آگ کا دریا" کی ڈبنگ کررہے تھے۔وہاں پر جو چیف ریکارڈسٹ ہیں، مسز مینا تیواری۔اس نے ایک دن مجھ سے پوچھا" دیپک جی! میں نے دلیپ صاحب کی کئی فلموں کی اس تھیٹر میں ڈبنگ کی ہے۔جن میں بی۔آر۔چوپڑہ، یش چوپڑہ اور سبھاش گھئی کی فلمیں شامل ہیں۔یہ سب فلمی جگت کے گورو ہیں

www.taemeernews.com

میں نے آج تک کسی کو بھی دلیپ صاحب سے یہ کہتے نہیں سنا کہ فلاں ٹیک ٹھیک نہیں ہے۔اسے ری ٹیک کردو۔آپ جو بھی صاحب سے کہتے ہیں وہ فوراً مان جاتے ہیں۔آخر آپ کے پاس ایسا کون سا جادو منتر ہے جسکے پھونکتے ہی صاحب آپ کے اشاروں پر ناچنے لگتے ہیں"۔میں نے ہنستے ہوئے کہا"میرے پاس کوئی جادو منتر نہیں ہے۔میرے پاس اگر کچھ ہے تو وہ ہے کہنے کی ادا اور سلیقہ۔اگر دلیپ صاحب کا ٹیک ٹھیک نہیں ہوا تو میں کبھی یہ نہیں کہوں گا کہ صاحب ٹیک ٹھیک نہیں ہے بلکہ میں یہ کہوں گا صاحب یہ ٹیک بہت اچھا ہے۔اگر آپ ایک اور ٹیک دیں گے تو وہ شاید اس سے بھی اچھا ہوگا" وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ٹیک ٹھیک نہیں ہوا۔وہ فوراً دوسرا ٹیک دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ"کالنگا" کے شروع کے دنوں میں ڈائرکٹر اے۔سلام (فلم قسمت،آخری داؤ وغیرہ) جسے سائرہ جی نے دلیپ صاحب کے سر پر تھوپ دیا تھا بزعم خود اپنے آپ کو بہت بڑا ذہین ہدایت کار سمجھتا تھا۔ایک دن کہانی پر ڈسکس ہو رہا تھا کہ ایک سین کو اے۔سلام نے یہ کہہ کر خارج کر دیا کہ یہ سین ایکدم فالتو ہے اسے باہر کر دیا جائے۔وہ جوش اور جذبات میں بات بھول گیا کہ اس فلم کا ڈائرکٹر وہ نہیں بلکہ مسٹر دلیپ کمار ہے۔اسکے اس انداز سے دلیپ صاحب برافروختہ ہو کے بولے"فالتو یہ سین نہیں بلکہ فالتو آپ ہیں۔" دلیپ صاحب کا یہ جواب سن کر اے۔سلام یوں سکتے میں رہا کہ کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔پہلی بار اس کے ہوش ٹھکانے آ گئے تھے اور وہ بات کو ختم کرتے ہوئے بولا"چلئے آگے بڑھیے"۔دلیپ صاحب بپھر کر بولے"آگے آپ بڑھیں گے۔آگے ہم نہیں بڑھیں گے۔"اس دن کے بعد میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ میں کبھی ایسی بات نہیں کروں گا جس سے دلیپ صاحب کی انا کو ٹھیس پہنچے۔

مجھے یاد ہے کہ ہم میلکوٹے (کرناٹک) میں آؤٹ ڈور شوٹنگ کر رہے تھے۔مجھے ایک سین کاپی کرنے کے لئے دیا گیا۔رائٹر آدمی ہوں۔ادبی کیڑا کلبلایا اور میں سین کی نوک پلک درست کرنے لگا۔میں نہیں جانتا تھا کہ میری اس چھیڑ چھاڑ سے دلیپ صاحب اس قدر برہم

www.taemeernews.com

ہوجائیں گے کہ وہ سب کے سامنے مجھے ڈانٹ دیں گے۔اسکے بعد میں سین کومن وعین انکے سامنے رکھ دیتا تھا۔ کچھ دن بعد انہیں میری ادبی صلاحیتوں کے بارے میں پتاہ چلا۔اسکے بعد وہ مجھے کچھ جان دار جملے لکھنے کے لئے متحرک کردیتے تھے۔

دلیپ صاحب کولوگوں نے اپنے فائدے کے لئے استعمال کیا۔ مجھے ایک کشمیری لونڈے کا قصہ یاد ہے۔ایک بار راجندر کمار ''آرزو'' کی آؤٹ ڈور شوٹنگ کے لئے کشمیر آئے ہوئے تھے۔وہ نشاط باغ میں شوٹنگ کررہا تھا تبھی ایک خوبرو لڑکا اس کے سامنے آگیا۔اس نے اس لڑکے کو دیکھ کر کہا'' آپ یہاں کیا کررہے ہیں؟ آپ کو تو بمبئی میں ہونا چاہیے'' وہ لونڈا راجندر کمار کی باتوں کے جھانسے میں آگیا اور اگلے ہی دن اس نے اداسا کس لیا۔بمبئی پہنچا تو راجندر کمار کیا اسے اسکا نوکر تک نہ ملا۔وہ بڑا پریشان ہوا۔بہت دنوں تک ادھر ادھر دھکے کھاتا رہا۔جب پیسے ختم ہوگئے اور نوبت فاقہ کشی تک پہنچ گئی تو وہ مایوس اور ناکام ہوکے واپس کشمیر لوٹ گیا۔چونکہ فلمی بھوت سر پر سوار ہوچکا تھا اسلئے وہ فلمی دنیا میں داخل ہونے کے لئے راستے تلاش کرنے لگا۔ ایک دن یہ پتاہ چلا کہ دلیپ صاحب کشمیر تشریف لارہے ہیں اور وہ اپنے پرانے دوست کے ہوٹل نٹراج میں ٹھہرنے والے ہیں تو اسکی دلی مراد بر آئی۔اس ہوٹل کے مالک کا نام غنی صاحب تھا اور دلیپ صاحب سے اسکا یارانہ بہت پرانا تھا۔اس لونڈے کے غنی صاحب کے خاندان سے اچھے خاصے مراسم تھے۔ایک دن دلیپ صاحب دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ غنی صاحب نے اس لونڈے کو ان سے متعارف کرایا اور انہیں بمبئی میں اس کا خاص خیال رکھنے کی گزارش کی۔ دلیپ صاحب نے اپنے دوست سے وعدہ کیا کہ جب یہ لڑکا بمبئی پہنچے گا تو وہ اس کا نہ صرف خاص خیال رکھیں گے بلکہ کئی فلمی ہستیوں سے بھی متعارف کرائیں گے۔

وہ کچھ دن کشمیر میں گزارنے کے بعد بمبئی چلے گئے۔لونڈا ان سے پہلے ہی بمبئی پہنچ چکا تھا۔دلیپ صاحب نے اپنا وعدہ خوب نبھایا۔انہوں نے اسے کئی لوگوں کے نام سفارشی خط لکھ کردیے اور ان کی سفارش کام کرگئی۔اسے کئی چھوٹی فلمیں ہیرو کے طور پر مل گئیں۔اسمیں کوئی

www.taemeernews.com

شک نہیں کہ لڑکا بڑا خوبصورت تھا پر اسکے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ اسکا تلفظ بہت خراب تھا۔ جتنا وہ اپنی زبان کو سدھارنے کی کوشش کرتا تھا، اتنی ہی زیادہ اسکی زبان بگڑتی جارہی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دو چار فلموں کے بعد لوگوں نے اسے فلموں میں لینے سے توبہ کرلی۔ اپنے مختصر سے فلمی کیریر میں اس نے ایک سودمند کام کیا۔ اس نے ابھرتی ہوئی ہیروئن کو اپنے دام الفت میں پھنسادیا۔ جب اسکی بے کاری کے دن شروع ہوگئے تو اسے اپنے نان نفقے کے لئے پریشان ہونا نہیں پڑا۔ ہیروئن تو اسکو سنبھالنے کے لئے پہلے سے ہی تیار کھڑی تھی۔

ایک دن وہ دلیپ صاحب کے سامنے ایک ٹی۔ وی پر پوزل لے کر آیا۔ ان دنوں چاروانگ دوردرشن کا ڈنکا بجتا تھا۔ دردرشن میں سیریل پاس کرانا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ دلیپ صاحب نے اپنے قریبی دوست ساگر سوری کو فون لگایا اور اسکے ذمہ یہ کام سونپ دیا۔ ساگر صاحب نے دلیپ صاحب کی مدد سے اوپر تک پہنچ بنائی تھی۔ لڑکے کا کام ہوگیا اور پہلی بار وہ ہدایت کاری میں ہاتھ آزمانے لگا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دوردرشن اندھوں میں کانا راجہ کی طرح تھا۔ مقابل میں کوئی چینل نہیں تھا اسلئے وہ جو بھی پیش کرتے تھے لوگ اسے دیکھتے تھے۔ پیسے بھی اچھے خاصے مل جاتے تھے۔ اب یہ سیریل کر کے لونڈے کا دماغ خراب ہوگیا اور وہ اپنے آپ کو بہت بڑا ڈائرکٹر سمجھنے لگا۔ اسی بیچ سورگیہ گلشن کمار دلیپ صاحب کے پیچھے لگا تھا کہ وہ ٹی۔ سیریز کے لئے ایک فلم ڈائرکٹ کریں۔ دلیپ صاحب فلم میں اداکاری کرنے کے لئے تیار تو تھے مگر ہدایت کاری کے لئے تیار نہ تھے۔ ایک دن گلشن کمار پھر وہی درخواست لے کر بنگلے پر آگیا تھا۔ اتفاق سے وہ لڑکا بھی اسوقت بنگلے میں ہی موجود تھا۔ اس نے گلشن کمار سے کہا کہ یہ لڑکا بہت اچھا ڈائرکٹر ہے اسے وہ اپنی فلم کی ہدایت سونپ دیں۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ گلشن کمار دلیپ صاحب کی بات کو ٹال نہ سکا اور اس لونڈے کا کام بن گیا۔ فلم کی موسیقی گلشن کمار کی نگرانی میں تیار کی گئی تھی۔ فلم تو نہیں چلی البتہ اس کے میوزک نے خوب دھوم مچائی۔ اسکے بعد اس لڑکے نے ایک اور فلم کی، جو فلاپ رہی۔ اسی دوران اسے ایک فائنانسر ملا جو اسے فائنانس کرنے کے لئے تیار تھا بشرطیکہ وہ

www.taemeernews.com

دلیپ صاحب کواس فلم میں کام کرنے کے لئے تیار کرے۔اسے لگا کہ اسکے لئے یہ کام بڑا آسان ہے کیونکہ منہ لگائی ڈومنی گائے تال بے تال، کے مصداق وہ لونڈا دلیپ صاحب کواپنی گھٹی میں پڑا ہوا سمجھتا تھا۔بھلا دلیپ کمار کی کیا مجال جو وہ اتنے ذہین اور قابل ڈائرکٹر کے ساتھ کام کرنے سے انکار کردیں۔اس نے ایک نامی رائٹر کے۔کے سنگھ سے ایک کہانی لکھوائی اور دلیپ صاحب سے ٹائم لے کر اسے رائٹر کے ساتھ کہانی سنانے چلا گیا۔دلیپ صاحب نے شروع سے آخیر تک کہانی بڑے انہماک سے سنی اور پسند بھی کی۔ساتھ ہی رائٹر سے یہ گزارش کی کہ وہ اسکا ایک ٹیلگرافک ورشن تیار کرکے اسے بھیج دیں۔ڈائریکٹر صاحب بڑے خوش۔ وہ مجھے یہ خوشخبری سنانے فوراً میرے پاس چلا آیا۔میں نے بھی اسے مبارک باد دی کہ اب وہ اے۔گریڈ کے ڈائرکٹروں میں شامل ہونے والا ہے۔میری باتیں سن کر وہ پھول کر کپا ہونے لگا اور ساتھ ہی اپنے ہی منہ سے اپنی بڑائی جتانے لگا جو کہ اسکی بہت پرانی عادت تھی۔وہ جب چلا گیا تو میں سوچ میں پڑ گیا۔کیا دلیپ صاحب سچ مچ اس کی ہدایت کاری میں کام کریں گے؟ میں بہت دنوں تک دگدھا میں رہا۔اس بیچ وہ کہانی کا ایک مختصر سا ورشن دلیپ صاحب کو سونپ کر چلا گیا۔

اسکے بعد وہ ہر صبح بنگلے کا طواف کرنے پہنچ جاتا تھا۔اسے بڑا اپاتلا جواب ملتا تھا کہ ابھی کہانی پر غور ہو رہا ہے۔جوں جوں دن گزرنے لگے اسکی مایوسی اور بے چینی بڑھنے لگی۔ایک دن وہ جھلایا ہوا آفس میں آیا اور صاحب کے بارے میں بڑی گندی اور غلیظ زبان کا استعمال کرنے لگا۔میں اپنا آپا کھو بیٹھا اور میں نے اسے آڑے ہاتھوں لے کر کہا "جب تک تم اس سے فیض اٹھاتے رہے تب تک اچھا تھا۔آج جب وہ تمہاری مراد پوری نہ کر پایا تو برا ہو گیا؟ شرم آنی چاہیے تمہیں۔آخر تم نے کیسے سوچ لیا کہ دلیپ کمار تمہارے ساتھ کام کرے گا۔ارے میں نے اپنی ان آنکھوں سے راج کمار سنتوشی ،ککو کوہلی، کے سی بوکاڑیا کو اس بنگلے کے چکر لگاتے دیکھا۔ارونا ایرانی کے جوتے گھس گئے دلیپ صاحب کو ملنے کے لئے کہ وہ اس کے میاں ککو کوہلی کی فلم میں کام کریں۔اگر دلیپ کمار کو فلم میں لینا اتنا ہی آسان ہوتا تو آج ان کے کھاتہ میں صرف

www.taemeernews.com

باون فلمیں نہیں چار سو باون فلمیں ہوتیں۔اپنی اوقات دیکھو۔ٹی۔وی سیریل بنانے یا ایک آدھ میوزیکل فلم بنانے سے کوئی چوٹی کا ڈائرکٹر نہیں بن جاتا"۔اسے میری باتیں اچھی نہیں لگیں۔اسکے بعد وہ کئی سالوں تک دلیپ صاحب کے آس پاس نظر نہیں آیا۔

وہ اس دن کے بعد بھی پیٹھ پیچھے دلیپ صاحب کی غیبت کرنے سے باز نہیں آیا۔آخر یہ باتیں رہتیں۔دلیپ صاحب کے اس انڈسٹری میں بڑے چاہنے والے ہیں۔ایک دن کسی نے دلیپ صاحب کو اس لونڈے کے بارے میں آگاہ کر دیا کہ وہ آجکل بڑی بکواس کرتا پھر رہا ہے۔ دلیپ صاحب کو اس لونڈے کی ان حرکتوں سے بڑا گہرا دکھ پہنچا۔زبان سے کچھ نہ بولے پر آنکھیں بہت کچھ کہہ گئیں۔سوچا ہوگا کہ جس پودے کو انہوں نے کس چاؤ سے سینچا تھا اب وہی پودا بڑے ہو کر کانٹے چبھانے لگا۔اس انڈسٹری میں ایسے کم ظرفوں کی کوئی کمی نہیں ہے جو ایک پل میں سارے احسانات بھول جاتے ہیں۔

دلیپ صاحب نے زندگی بھر لوگوں کی مدد کی ہے۔وہ جسے جانتے تھے اسکی بھی اور جسے نہیں جانتے تھے اسکی بھی۔فلمیں بہت کم کیں اسلئے پیسے کی فراوانی نہ رہی۔ان کے پاس بنک میں پچیس تیس لاکھ سے زیادہ کبھی نہیں رہا۔وہ بات بات پر مجھ سے کہتے تھے"اپنے پاس پیسہ نہیں،تھوڑی بہت جائیداد ہے"۔بس اسی جائیداد کے بوتے پر وہ اچھلتے رہے۔ان کے دل میں یہ خواہش کبھی نہیں رہی کہ وہ فلموں سے بھر پور پیسہ کمالیں جب کہ ایسا کرنا انکے لئے بہت ہی آسان تھا۔

سن دو ہزار کی بات ہے۔مجھے انکے اس وقت کے سیکرٹری نے یہ خوش خبری سنا ڈالی کہ کے۔سی۔بوکاڑیا دلیپ صاحب کو اپنی فلم میں لینا چاہتے ہیں۔معاوضے کے طور پر وہ ایک کروڑ دینے کے لئے تیار ہے۔اگر دلیپ صاحب ہاں کر دیں تو وہ اسے سوا کروڑ تک لے آئیں گے۔ کے۔سی۔بوکاڑیا کا فلمی دنیا میں اچھا خاصا نام تھا۔اسنے امیتابھ بچن کی فلمیں بنائی تھیں۔وہ دلیپ کمار اور امیتابھ بچن کو دوبارہ یکجا کرنا چاہتا تھا۔امیتابھ بچن نے تو فلم میں کام کرنے کے لئے

www.taemeernews.com

رضامندی ظاہر کی تھی، اب بس دلیپ صاحب کو منانے کی دیر تھی۔ معاوضہ بھی منہ مانگا۔ ایسے پروجیکٹ میں کام کرنے سے بھلا کس کو انکار ہو سکتا ہے؟

www.taemeernews.com

پانچ

کے۔سی۔بوکاڈیا دلیپ صاحب کے جواب کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہا تھا اور ہم بھی اپنی جگہ مطمئن تھے کہ دلیپ صاحب اس پروجیکٹ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔آخر سوا کروڑ کوئی معمولی رقم نہیں ہے۔ہم اس خوش فہمی میں رہے اور دلیپ صاحب کے جواب کے منتظر رہے۔جب ہم نے دوبارہ کے۔سی۔بوکاڈیا کا ذکر چھیڑا تو وہ انجان بن کر بولے ''کون کے۔سی۔بوکاڈیا؟ پہلے کوئی فلم بنائی ہے کیا؟'' ہم نے کے۔سی۔بوکاڈیا کی شان میں قصیدے پڑھنے شروع کیے۔جب کہ وہ اتنی تعریفوں کے لائق نہیں تھا۔دلیپ صاحب کچھ دیر سوچ کر بولے ''پہلے اس سے کہو کہ وہ فلم کا اسکرپٹ بھیج دیں۔جب مجھے فلم کی کہانی پسند آئے گی تب آگے کی سوچی جائے گی۔'' اس جواب سے ہم دونوں کے منہ لٹک گئے۔جان میری طرف اور میں جان کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ایسے ہیں ہمارے صاحب عالم۔

شاید سن چھیانوے کی بات ہے۔(اگر تاریخ غلط ہو تو میں اس کے لئے اخبار ''جنگ'' کی مدیر صاحبہ سے معذرت چاہوں گا) میں آفس میں بیٹھا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔میں نے فون اٹھایا تو دوسری طرف سے کوئی خاتون تھی جس نے اپنا تعارف اخبار ''جنگ'' پاکستان کی نائب مدیر کے طور پر کرایا پتہ نہیں ان لوگوں کو میرے آفس کا نمبر کہاں سے ملا تھا۔انہوں نے فون ملا کر مجھ سے شکایت بھرے لہجے میں کہا ''دیکھئے! ہم لوگ اخبار ''جنگ'' کے تعلق سے بول رہے ہیں۔ہم دلیپ کمار صاحب سے ملاقات کی تمنا لے کر آئے تھے سو پچھلے چار دن سے ہم مسلسل اس کوشش میں لگے رہے کہ دلیپ کمار صاحب سے بات کر سکیں مگر ان سے بات کرنا تو دور، ان کے اسٹاف میں سے کسی نے ہم سے سیدھے منہ بات تک نہ کی۔آج ہم وطن واپس جا رہے ہیں۔ان سے نہ ملنے کا ملال تو ہمیں ساری زندگی رہے گا۔بہر حال ہمارا

www.taemeernews.com

سلام ان تک پہنچا دینا۔ اگر آپ کرم کریں گے تو بہت بہت مہربانی ہوگی آپ کی''۔ میں خود ایک قلم کار ہوں اور ایک صحافی کے جذبات کو سمجھ سکتا ہوں۔ میرا یہ اصول رہا ہے کہ اگر آپ کسی کو خوش نہیں کر سکتے تو اسے ناراض بھی مت کیجئے۔ ہندو عقیدے کے مطابق مہمان بھگوان کا روپ ہوتا ہے۔ ان کی شکایت سن کر میں بڑا شرمسار ہو کے رہ گیا۔ میں نے ان سے گزارش کی کہ وہ یہ شہر چھوڑنے سے پہلے ایک بار مجھ سے مل کر جائیں۔ انہوں نے ملنے سے لاچاری ظاہر کی کیونکہ وہ اسی دن دلی روانہ ہونے والے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا وہ فلائٹ سے جا رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ جہاز سے نہیں بلکہ راجدھانی ایکسپریس سے دلی جا رہے ہیں۔ اس وقت دن کے بارہ بجے تھے۔ راجدھانی ممبئی سنٹرل سے چار بج کر تیس منٹ پر چھوٹتی ہے۔ اس لئے ان کے پاس وقت بھی تھا اور موقع بھی۔ سو میں نے انہیں بڑے پیار سے سمجھایا کہ انہیں اسی راستے سے ممبئی سنٹرل جانا ہے۔ اگر وہ اسی وقت جو ہو سکے نکل کر میرے پاس پہنچ جائیں گے تو بہت بہت نوازش ہوگی۔ یہ میرے آداب یا لب و لہجے کا اثر تھا کہ وہ فوراً میری بات مان گئے اور آدھے پونے گھنٹے کے اندر اپنے ساز و سامان کے ساتھ میرے دفتر میں وارد ہو گئے۔ تین چار لوگوں کا گروپ تھا۔ دو خواتین تھیں اور ایک مرد تھا۔ یہ تینوں اخبار ''جنگ'' سے جڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک خاتون نائب مدیر تھی، ایک رپورٹر تھا اور جو مرد تھا وہ ایک فوٹو گرافر تھا۔ میں نے یہ اخبار کبھی دیکھا تو نہیں تھا پر اس کا ذکر کئی بار سنا تھا۔ وہ جب میرے آفس میں داخل ہوئے تو میں نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ ان کا سواگت کیا۔ یہ کچھ کچھ انہیں خلاف توقع ہی لگ رہا تھا۔ کیونکہ چار دن تک انہیں جس ذلت سے گزرنا پڑا تھا، یہ سب کچھ تو بالکل اس کے الٹ تھا۔ وہ جونہی بیٹھ گئے تو میں نے ان کے سامنے ہی دلیپ صاحب کو فون لگا دیا۔ میں نے کہا ''صاحب! وہ اخبار ''جنگ'' کے کچھ لوگ میرے آفس میں بیٹھے ہیں۔ وہ آج ہی دلی کے لئے روانہ ہو رہے ہیں مگر جانے سے پہلے وہ آپ سے مل کر جانا چاہتے ہیں'' دلیپ صاحب گھبرا کے بولے

www.taemeernews.com

''میں نے ابھی تک نہایا نہیں ہے۔آپ ایسا کیجئے کہ آپ ان کی تب تک خاطر داری کیجئے جب تک میں تیار نہیں ہو جاتا ہوں۔'' میں نے ہوں ہاں کر کے فون رکھ دیا اور اٹھ کر اپنے آفس بوائے میاں ہاشم کو آواز دی۔وہ خراماں خراماں چلا آیا۔میں نے اسے ایک کونے میں لے جا کر یہ ہدایت دی کہ وہ پہلے شربت لے کر آئے اور پھر چائے کا انتظام کرے۔ہاشم میاں کی یہ عادت تھی کہ وہ پہلے مہمانوں کا خود جائزہ لے گا، پھر ان کی گنتی کرے گا۔اگر مہمان کوئی خوبصورت حسینہ ہو تو پھر وہ کچھ زیادہ ہی مہربان ہو جاتا تھا۔ایک ہاتھ میں وہ چائے کی ٹرے لے کر آجائے گا اور دوسرے ہاتھ میں شربت کا گلاس۔ابھی مہمان نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگایا نہیں کہ وہ شربت اس کے منہ میں ٹھونسنے لگے گا۔اس طرح وہ سب کچھ الٹ پلٹ کے رکھ دے گا۔اس کی اس طرح کی یہ بے ہودہ حرکتیں کبھی کبھی مہمان کے ساتھ ساتھ میزبان کو بھی گراں گزرتی تھیں۔پر جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔اس کمبخت کی ہر ادا مجھے پسند تھی۔

خیر مہمانوں کی چائے شربت سے خاطر تواضع کر کے ہم لوگ گفتگو کی طرف آ گئے۔ پہلے انہوں نے دلیپ صاحب کے اسٹاف کی شکایت کی کہ کس طرح وہ ان سے پیش آتے رہے۔اس کے بعد ہم لوگ پاکستان اور ہندوستان کی سیاست پر آ گئے۔میں کشمیر سے اجڑ کر آیا تھا اس لئے پاکستان سے میرا اشا کی اور بیزار ہونا لازمی تھا۔میں نے جذباتی ہو کے ان سے کہا ''آپ لوگوں نے مجھے کشمیر سے باہر کرا دیا۔اس سے دلچسپ بات کیا ہو سکتی ہے کہ جنہوں نے مجھے اپنی جنم بھومی سے اکھاڑ دیا وہ بھی مسلمان تھے اور جس نے مجھے سہارا دیا وہ بھی مسلمان ہے۔آپ اپنے حکمرانوں تک میرا یہ پیغام ضرور پہنچائیے گا کہ آپ چاہے کتنا ہی زور لگائیں آپ یہاں کے سیکولر تانا بانے کو توڑ نہیں سکتے کیونکہ اس کی جڑیں ہمارے خون میں پیوست ہیں۔ان سے یہ بھی کہئے کہ اب تک آپ لوگوں نے کافی بم بارود بھیجا۔اب مرہم بھیج دیجئے۔اب ہمیں بموں کی نہیں مرہم کی ضرورت ہے۔'' میری باتیں ان کے دل کو لگیں۔

www.taemeernews.com

حالانکہ یہ اس وقت کا وقتی ابال تھا جسے میں روک نہیں سکا۔ پر وہ بھی بڑے حساس اور ذمہ دار لوگ تھے۔ انہوں نے فٹ سے میری تصویر لی اور مجھ سے وعدہ کیا کہ میرا یہ پیغام وہ پاکستانی عوام تک ضرور پہنچا دیں گے۔ اس بیچ دلیپ صاحب کا فون آ گیا۔ انہوں نے مجھے ہدایت دی کہ میں ان مہمانوں کو ان کے پاس بھیج دوں۔ میں نے کہا ''صاحب! یہ ہمارے مہمان ہیں اور میں انہیں خود آپ کے پاس لے کر آؤں گا''۔ میں ان کو لے کر سائرہ جی کے بنگلے پر چلا گیا۔ وہ ابھی ہال کے گیٹ پر ہی کھڑے تھے کہ دلیپ صاحب نیچے آ گئے اور آتے ہی انگریزی میں بولے ''واہ ایسی خوبصورت خواتین'' وہ پہلے تو دلیپ صاحب کو دیکھ کر ہی ڈھیر ہو گئی تھیں۔ جب انہوں نے ان کی خوبصورتی کی تعریف کی تو وہ ریشہ خطمی ہو کر رہ گئیں۔ خیر دلیپ صاحب انہیں لے کر ہال میں داخل ہوئے۔ میں دروازے پر کھڑا تھا۔ وہ مجھ سے مخاطب ہو کے بولے ''کول صاحب! لڑکے سے چائے لانے کے لئے کہئے اور کٹی کو کریڈنٹ میں بھیج دیجئے۔'' وہ لوگ منع کرنے لگے۔ انہوں نے دلیپ صاحب سے کہا کہ کول صاحب نے ہماری خوب خاطر کی ہے تو دلیپ صاحب برجستہ بولے ''وہ خاطرداری وہاں کی تھی، اب کے یہاں کی خاطرداری ہوگی۔''

میں نے باہر جا کر لڑکے سے کہا کہ وہ مہمانوں کے لئے چائے پانی کا انتظام کر لے اور اس کے بعد میں نے دلیپ صاحب کے بھروسے مند ڈرائیور شیامل کٹی سے کہا کہ وہ کریڈنٹ سے چکن سینڈوچ، ویفر وغیرہ لے کے آئے۔ شیامل کٹی کے پاس ہمیشہ دلیپ صاحب لاکھ دو لاکھ روپے رکھ دیتے تھے۔ پر کیا مجال کہ ایک پیسہ ادھر سے ادھر ہو جائے۔ یہ سارا انتظام کرنے کے بعد میں بنگلے سے نکل گیا۔ یہاں ایک بات آپ کو بتانا چاہوں گا کہ چائے کا سارا اسٹاک نسیم بانو کے پاس رہتا تھا۔ نوکروں کے بھروسے شکر یا چائے پتی چھوڑ دی جاتی تھی تو کب کونسی چیز باہر پارسل ہو جائے پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ اس لئے آپا جی نے یہ سارا اسٹاک اپنے کمرے میں رکھا تھا۔ جب مہمان آتے تھے تو وہ آپا جی کے کمرے میں جاتے تھے اور ان

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

www.taemeernews.com

پاکستانی سرکار کے ہاتھوں ایوارڈ لینے کے حق میں تھے۔ دلیپ صاحب پرائم منسٹر سے حوصلہ پاکر ممبئی چلے آئے اور اس کے بعد انہوں نے سفر کی تیاری شروع کی۔ میری بدقسمتی یہ رہی کہ میرے پاس پاسپورٹ نہیں تھا سو میرے دل کی حسرت دل میں ہی رہی۔ جب وہ گھر سے ایئرپورٹ کی طرف جانے کے لئے تیار تھے تو میں نے ایک کاغذ کا ٹکڑا ان کے ہاتھ میں تھما دیا جس پر میں نے لکھا تھا۔

''آپ پاکستان جا رہے ہیں۔ پاکستان کے حکمرانوں تک میری یہ بات ضرور پہنچائیے گا کہ آپ نے بہت بارود بھیجا۔ اب پھول بھیجئے۔ آپ لوگوں نے بہت گھاؤ دئے ہیں۔ اب ان زخموں کے لئے مرہم بھیجئے گا۔'' دلیپ صاحب نے جب یہ جملے پڑھے تو وہ کافی جذباتی ہو گئے اور مجھ سے گلے ملتے ہوئے بولے ''آپ نے بہت اچھی بات کہی ہے۔ انشاءاللہ میں آپ کی یہ بات ان کے کانوں تک ضرور پہنچاؤں گا۔''

میں دفتر میں بیٹھے بیٹھے اکتا جاتا تھا۔ کام وام تو کچھ تھا نہیں۔ بس دفتر آنا۔ یار دوستوں کے ساتھ گپیں لڑانا یا کچھ لکھنا پڑھنا بس دن پورا۔ آشا پاریکھ ایک عرصے سے ٹیلی ویژن کے لئے کام کر رہی تھی۔ سائرہ جی کی قریبی سہیلیاں فریدہ جلال، فریدہ دادی (بی بی فریدہ) منی تلاتی اور روشن آرا بیگم بہت دنوں سے ان کے پیچھے پڑی تھیں کہ وہ اپنی سافٹ ویر کمپنی کھول دیں۔ سائرہ جی کا بھی دل کر رہا تھا اپنا پروڈکشن ہاؤس کھولنے کا۔ یہ بات جب دلیپ صاحب کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے اسے سنجیدگی سے تو نہیں لیا پر سائرہ جی کافی سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب دیوگوڑا ملک کے وزیراعظم تھے۔ ان کے جو انفارمیشن منسٹر تھے ان کا نام چاندابراہیم تھا۔ وہ دلیپ صاحب کا بہت پرانا مرید تھا۔ جب سائرہ جی نے ٹھان لی کہ اسے اپنی پروڈکشن کمپنی کھولنی ہے تو وہ صاحب کے پیچھے پڑ گئیں۔ جب دلیپ صاحب کو لگا کہ سائرہ جی اپنے فیصلے پر اٹل ہیں اور وہ کسی بھی قیمت پر اپنی پروڈکشن کمپنی کھولنا چاہتی ہیں تو وہ دلی چلے گئے اور چاندابراہیم سے مل کے انہوں نے چھبیس

www.taemeernews.com

اپی سوڈ کے ایک سیریل کی منظوری لی جس کا ٹائٹل تھا ''ذرا دیکھو تو انکا کمال'' یہ اسٹار بیس سیریل تھا جس میں بالی وڈ کا کوئی مشہور ستارہ پہلے اپی سوڈ میں ایک چھوٹے سے اسکٹ میں کام کرتا تھا اور پھر دوسرے اپی سوڈ میں اس کا انٹرویو ہوتا تھا۔ رائٹروں کی ایک فوج بھرتی کی گئی۔ جاوید صدیقی، سلیم خان اور للّی پوت۔ پہلے یہ لوگ کچھ لکھ کر لاتے تھے پھر دلیپ صاحب اس اسکرپٹ کو دوبارہ اپنے حساب سے لکھتے تھے۔ کبھی کبھی ایک اسکرپٹ کے پیچھے وہ ایک ایک ہفتے تک مغزماری کرتے رہتے تھے۔

آخر وہ دن آ ہی گیا جب اس سیریل کی شوٹنگ شروع ہوگئی۔ میری ذمہ داریاں کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی تھیں۔ مجھے اسکرپٹ سے لے کے شوٹنگ تک سب کچھ دیکھنا پڑتا تھا۔ تکلیف تو مجھے اس بات سے ہو رہی تھی جب دلیپ صاحب خود اس سیریل کی کمان لے کے بیٹھ جاتے تھے۔ دلیپ صاحب ایک اداکار نہیں بلکہ ایک انسٹیٹیوٹ ہیں۔ ان کی ہر بات کو گہرائی اور گیرائی سے دیکھا پرکھا جاتا ہے۔ وہ جو بھی کرتے ہیں لوگوں کی اس پر نظر رہتی ہے۔ انہوں نے بڑی بڑی فلمیں ٹھکرا دیں۔ وہ ایک مثالی ایکٹر بن کر زندہ رہنا چاہتے تھے۔ میں ان ساری باتوں سے واقف تھا اس لئے دلیپ صاحب کا اس طرح ایسے سیریل میں اپنے آپ کو الجھانا مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ پر یہ بات ان سے کون کہے۔ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے۔ ان کے ایک ٹیلر ہیں جو کئی دہائیوں سے ان کے کپڑے سیتے آئے ہیں۔ وہ اس آدمی پر اس قدر مہربان رہے کہ ہر فلم میں وہ اسے ہی اپنے کاسٹیوم کا ذمہ سونپتے رہے ہیں۔ اس بندے کا نام ابراہیم خان ہے۔ کیرلا کا رہنے والا ہے۔ پر ہے بہت تیز و طرار اور شاطر دماغ آدمی۔ درزی سے وہ پرڈیوسر بن گیا۔ کپڑے کاٹتے کاٹتے وہ فلموں کی کانٹ چھانٹ سے بھی واقف ہونے کا دعویٰ کرنے لگا۔ دلیپ صاحب کو ایسے لوگوں کو بڑھاوا دینے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ خیر وہ الگ کہانی ہے۔ بات ہو رہی تھی سیریل کی۔ میں نے ابراہیم کو بھرے پر چڑھا لیا ''ابراہیم بھائی! آپ ہی صاحب کو سمجھا دو کہ وہ اس سیریل کے پیچھے اس طرح نہ

www.taemeernews.com

بھاگیں۔ ارے بھائی فلم انڈسٹری کے لوگ ہنس رہے ہیں صاحب پر۔ آپ کی بات تو دلیپ صاحب ٹالتے نہیں۔ آپ دلیپ صاحب کو سمجھا دو کہ وہ اس سیریل سے دور ہی رہیں تو زیادہ اچھا ہوگا۔'' ابراہم جوش میں آ گیا۔ وہ فوراً دلیپ صاحب کے پاس چلا گیا۔ اس نے جونہی دلیپ صاحب کو مشورہ دینا شروع کیا دلیپ صاحب ہتھے سے اکھڑ گئے اور ابراہم پر برس پڑے ''تم کیا چاہتے ہو کہ میں اپنی بیوی کو مار ڈالوں؟'' ابراہم ٹپٹا کر رہا گیا۔ وہ ایک جھٹکے میں سارے پنجے چھکے بھول گیا۔ اس کے جاتے ہی دلیپ صاحب مجھ سے بولے ''ہمیں سائرہ کی مدد کرنی چاہئے نہیں تو اس کو ایموشنل شاک لگ جائے گا'' میں نے کہا ''صاحب ہم ہیں نا۔ ہم اسے کوئی دقت ہونے نہیں دیں گے۔''

یہ سیریل میرے گلے کا پھندہ بن کر رہ گیا۔ صبح کے آٹھ بجتے ہی دلیپ صاحب نوکروں سے پوچھنے لگتے تھے ''کول صاحب آئے کہ نہیں؟'' میں جونہی بنگلے میں پاؤں رکھتا تھا مجھے بیڈروم میں طلب کیا جاتا تھا۔ دلیپ صاحب مجھے دیکھ کر طمانیت کی سانس لیتے تھے اور میرے ہاتھ میں اسکرپٹ تھما کر مجھ سے کہتے ''جائیے لائٹنگ وغیرہ کرا لیجئے۔'' میں اسکرپٹ ہاتھ میں لے کر سیٹ پر پہنچ جاتا تھا اور جب تک دلیپ صاحب تشریف نہیں لاتے تھے میں ہر طرح کی تیاری کر کے رکھتا تھا۔ دلیپ صاحب کے آتے ہی شوٹنگ شروع ہو جاتی تھی۔

ایک دن دلیپ صاحب اپنی چھوٹی بہن اختری بی سے ملنے ا؟ ل جوہو کی رہائش گاہ پر چلے گئے۔ کیمرہ مین کو یہ بول کے گئے کہ وہ شاٹ تیار کر کے رکھیں۔ کیمرہ مین ناصر حسین کا چہیتا کیمرہ مین منیر خان تھا۔ دلیپ صاحب کا اشارہ ملتے ہی وہ اپنے حساب سے کیمرہ سیٹ کر کے لائٹنگ کرنے لگے۔ جب میں نے کیمرہ پوزیشن دیکھی تو میں نے ہنستے ہوئے کہا ''منیر صاحب! آپ نے کیمرہ غلط جگہ لگایا ہے''۔ میری یہ بات سن کر منیر خان کے تن بدن میں آگ لگی۔ وہ چراغ پا ہو کے بولا ''اب آپ مجھے سکھا دیں گے کہ مجھے کیمرہ کہاں پر لگانا

www.taemeernews.com

چاہیئے۔'' میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا ''میں آپ کو سکھا نہیں رہا ہوں بلکہ آپ کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ دلیپ صاحب کس اینگل سے کون سا شاٹ لینا پسند کرتے ہیں۔ کیمرہ وہاں نہیں یہاں لگے گا۔'' منیر خان اڑ کے بولا ''اگر دلیپ صاحب نے کیمرہ پوزیشن بدل دی تو میں آپ کو اپنا گورو مان لوں گا۔''

ایک گھنٹے کے بعد دلیپ صاحب سیٹ پر آ گئے۔ انہوں نے جب کیمرہ پوزیشن دیکھی تو فوراً کیمرہ وہاں سے ہٹا کر اس جگہ رکھنے کو کہا جس کی نشاندہی میں نے کی تھی۔ منیر خان کی حالت دیکھنے کے لائق تھی۔ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم۔ شاٹ ہوا تو منیر خان مجھے الگ لے جا کر پوچھنے لگا ''کول صاحب! آپ کو کیسے معلوم تھا کہ کیمرہ وہاں لگے گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا ''اس آدمی کے ساتھ مجھے کام کرتے ہوئے دس سال ہو گئے۔ کیا مجھے اس کی ٹیکنگ کے بارے میں علم نہیں ہوگا۔'' اس دن کے بعد منیر خان مجھے ہر شاٹ سے پہلے پوچھتا تھا ''کول صاحب! کیمرہ بروبر ہے نا؟''

اس سیریل میں کام کرتے کرتے میں اکتا چکا تھا۔ صبح کے آٹھ بجے سے لے کے پیک اپ ہونے تک میں ایک ٹانگ پر کھڑا رہتا تھا۔ جب پیک اپ ہوتا تھا تو سبھی لوگ چلے جاتے تھے۔ ایک میں تھا جسے میڈم بٹھا کے رکھ دیتی تھیں۔ میں جبھی پک اپ کے بعد اس سے رخصت لینے کی کوشش کرتا وہ یہ کہہ کر بٹھاتی تھیں ''آپ ذرا بیٹھئے میں ابھی اوپر سے آتی ہوں۔'' میں نیچے بیٹھے بیٹھے کھولتا رہتا تھا۔ ایک گھنٹے کے بعد میڈم نہا دھو کر نیچے آ جاتی تھیں اور نیچے آ کر مجھ سے کہتی تھیں ''کول صاحب! آپ جا سکتے ہیں'' میرے اندر آگ لگ جاتی تھی۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنی برتری پر کچھ زیادہ ہی غرور ہوتا ہے۔ وہ اپنی حکمرانی اور اپنی طاقت کا احساس دلانے کے لئے آپ کو بار بار پریشان کرتے رہیں گے۔ اس طرح ان کے دل و دماغ کو تسکین ملتی ہے۔ میں ہر بار یہ سوچتا تھا کہ کیا میڈم مجھے اس لئے گھنٹوں یہاں پر بٹھا کر رکھتی ہے کہ وہ مجھے یہ باور کرا سکیں کہ اس پورے نظام کو چلانے والی صرف وہ

www.taemeernews.com

ہے۔وہی اس چھوٹی سی سلطنت کی ملکہ ہے۔میں اپنے آپ کو اس نظام سے الگ محسوس کرتا تھا اس لئے میں کسی کی پروانہیں کرتا تھا۔میں سب کو اپنی انگلیوں پر نچا رہا تھا۔بس ایک سائرہ جی کے آگے میں کمزور پڑ جاتا تھا۔

جب یہ حاکمانہ رویہ بدلا نہیں تو ایک دن میں نے دلیپ صاحب کے نام ایک جذباتی خط لکھا اور ساتھ میں اپنا استعفیٰ بھی رکھ دیا۔دلیپ صاحب نے خط اور استعفیٰ دیکھا تو وہ شاک ہو کے رہ گئے۔انہوں نے ترت پھرت اپنی چھوٹی بہن اختر بی بی کو فون لگا دیا اور اس سے بڑے جذباتی انداز میں بولے''ان لوگوں کے پاس جذبات یا احساسات نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔جھٹ سے قلم اٹھاتے ہیں اور فٹ سے اپنا استعفیٰ لکھ کر بھیجتے ہیں۔''میرے اس رویئے سے وہ کافی دکھی اور پریشان تھے۔رات کو اختر بی بی نے مجھ سے فون پر بات کی اور دلیپ صاحب کے ردعمل کے بارے میں بتا دیا۔میں نے اختر بی بی سے کہا کہ میں بھی دلیپ صاحب کو چھوڑنا نہیں چاہتا پر جس طرح کا رویہ سائرہ جی کا میری تئیں رہا ہے اسے دیکھ کر مجھے نہیں لگتا کہ میں وہاں پر کام کر پاؤں گا۔اختر بی بی مجھے برسوں سے جانتی تھیں۔وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ میرا یہ قدم غلط نہیں بلکہ صحیح تھا۔پھر بھی وہ مجھے یہی سمجھاتی رہی کہ میں یوسف بھائی کو چھوڑ کے نہ جاؤں۔

اگلے روز میں آفس میں بیٹھا تھا کہ دلیپ صاحب کا فون آ گیا۔ان کی آواز بڑی بھاری بھاری سی لگ رہی تھی۔ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد مجھ سے بولے''کم سے کم آپ پانچ چھ مہینے تک جانے کا نام نہ لیجئے۔ان پانچ چھ مہینوں میں میں یہ عادت ڈالنے کی کوشش کروں گا کہ اب آپ بنگلے پر نہیں ہیں۔''اتنی سی بات سن کے میں بھی جذباتی ہو گیا۔میں نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا کہ میں بھی یہاں سے اتنی جلدی نہیں چلا جاؤں گا۔

میرے اس قدم کے بعد حالات ایک دم بدل گئے۔

www.taemeernews.com

چھ

میرے استعفیٰ کا نسخہ بڑا کارگر ثابت ہوا۔ اگلے روز سے سائرہ جی کے رویے میں اچانک تبدیلی آ گئی۔ سائرہ جی دن میں کئی مرتبہ مجھ سے یہ پوچھنے آیا کرتی تھی کہ کہیں مجھے پیسوں کی ضرورت تو نہیں ہے۔ میں نفی میں جواب دے دیا کرتا تھا۔ وہ کہتی ''کول صاحب! اگر آپ کو کبھی پیسوں کی ضرورت پڑ جائے تو بے دھڑک مجھ سے مانگ لیجئے گا۔'' میں جی جی کر کے کھسک جاتا تھا۔ دلیپ صاحب ہر مہینے مجھے باقاعدگی سے تنخواہ دیا کرتے تھے۔ سیریل شروع ہوا تو دلیپ صاحب نے اس سیریل سے الگ پیسے دلوانے شروع کئے۔ یہاں فی اپی سوڈ کے حساب سے پیسے ملتے تھے۔ دلیپ صاحب بیچ بیچ میں مجھ سے پوچھتے رہتے تھے کہ آیا مجھے پیسے مل رہے ہیں کہ نہیں۔ سچ کہوں کہ اگر میرے سر پر دلیپ صاحب کا ہاتھ نہ ہوتا تو اس سنگلاخ شہر میں میں کیسے جی پاتا۔ یہ ان کا کرم ہے جو انہوں نے ہر قدم پر میری دستگیری کی۔ اصولاً اور اخلاقاً انہیں مجھے پیسے دلوانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ جب کہ وہ مجھے کوئی کام نہ ہوتے ہوئے بھی باقاعدگی سے تنخواہ دے رہے تھے۔ یہ تو گھر کا کام تھا جسے مجھے یوں ہی کر دینا چاہیے تھا مگر یہ دلیپ صاحب تھے جنہوں نے سائرہ جی کو سختی سے ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ مجھے ہر ہفتے اچھی خاصی رقم اس سیریل میں کام کرنے کے عوض ادا کرتی رہیں۔

خیر حالات اس حد تک بدل گئے کہ شام کو اگر پیک اپ چھ بجے ہوتا تھا تو سائرہ جی میرے پاس چھ بج کر پانچ منٹ پر آ کے کہتی تھیں ''کول صاحب آپ جا سکتے ہیں۔'' میں حکم ملتے ہی گھر بھاگ جایا کرتا تھا۔ جیسے تیسے کر کے اس کے باون اپی سوڈ ٹیلی کاسٹ ہوئے۔ اس کے بعد سیریل بند ہو گیا۔ اسی بیچ دوردرشن کے ایک زمانے کے ڈائریکٹر جنرل آر۔ باسو سٹار پلس کی کمان سنبھال چکا تھا۔ ایک دن شام کے چھ بجے تھے جب میں بنگلے پر چلا گیا تو مجھے پتہ چلا کہ اندر سٹار پلس کا کرتا دھرتا آر۔ باسو اور ان کی اسسٹنٹ دلیپ صاحب کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں۔ دلیپ صاحب نے انہیں یہی سیریل دکھایا جو انہوں نے پسند کیا اور

www.taemeernews.com

اسے نئے ٹائیٹل ''اس دنیا کے ستارے'' سے پیش کرنے کی منظوری دے دی۔ سائرہ جی کا پروڈکشن کنٹرولر ایک دن مجھے آفس میں ملا اور اس نے مجھے یہ خوشخبری سناڈالی کہ سیریل سٹار پلس سے پاس ہوا ہے اور ہمیں اب مزید باون اپی سوڈ بنانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ میں نے اپنی کمزور صحت کی دلیل دے کر اس پروجیکٹ میں شامل ہونے سے معذوری ظاہر کی۔ وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ میں اس پروجیکٹ سے باہر ہو جاؤں تا کہ اس کی ہیرا پھیری سب سے چھپی رہ سکے۔ میرے ہوتے ہوئے اس کی نہ وہ اہمیت تھی نہ وہ وقعت۔ جس کی وہ آس لگائے بیٹھا تھا۔ یہ پروڈکشن والے کتنے ہی ایماندار اور پارسا ہوں جب تک وہ تھوڑی بہت بے ایمانی نہ کریں انکا ہاضمہ ٹھیک نہیں رہتا۔ تھوڑی بہت ہیرا پھیری ضروری ہے۔ میرے ہوتے ہوئے یہ ممکن نہ تھا۔ چور کتنا بھی چالاک اور پیشہ ور ہو کبھی کبھی وہ اپنے سائے سے بھی خوف کھانے لگتا ہے۔ یہی حال اس جناب کا تھا۔ اس لئے جب میں نے شوٹنگ میں شامل ہونے سے انکار کر دیا تو بن مانگے ہی اس کی مراد بر آئی۔ وہ سائرہ جی سے ملا اور اس بات کو نمک مرچ لگا کر پیش کیا۔ سائرہ جی پہلے سے ہی مجھ سے خار کھائے بیٹھی تھی۔ اس بات نے جلتی آگ پر گھی کا کام کیا۔ انہوں نے اپنے میاں سے جا کر شکایت کی۔ جب دلیپ صاحب نے اس بات کو کوئی زیادہ اہمیت نہ دی تو مجھے نہ صرف سیریل سے باہر کر دیا گیا بلکہ پرانے شاٹ کئے گئے اپی سوڈ سے بھی میرا نام ہٹایا گیا۔ میں تو پہلے سے ہی اس بات کی توقع لئے بیٹھا تھا اسلئے ان کے اس فیصلے سے نہ مجھے کوئی حیرت ہوئی اور نہ ہی کوئی صدمہ لگا۔

سیریل دلیپ صاحب کے گلے کی پھانس بن چکا تھا۔ سب کچھ ان ہی کو کرنا پڑ رہا تھا۔ لکھنے سے لیکے شوٹنگ تک، پھر شوٹنگ سے لے کے ایڈیٹنگ تک۔ میں جب بھی ان سے ملنے جاتا تھا میں انہیں اسی سیریل میں الجھا ہوا پاتا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا تھا کہ ایک مہان کلا کار ایک معمولی سیریل کے پیچھے اپنی صلاحیتیں ضائع کر رہا ہے۔ میں جن دنوں کی بات کر رہا ہوں وہ ان دنوں بالکل چست درست تھے۔ فلمی آفر کی کوئی کمی نہیں تھی۔ بڑے بڑے

www.taemeernews.com

پروڈیوسر ڈائریکٹران کو لے کر فلمیں بنانا چاہتے تھے پر ان کی پوزیشن بڑی ڈھلمل تھی۔ وہ نہ ہاں کر پا رہے تھے اور نہ نا۔ میں بے کاری سے اکتا چکا تھا۔ باہر کا چھوٹا موٹا کام مل رہا تھا پر اس ڈر سے کر نہیں پا رہا تھا کہ کہیں میڈم کو پتہ چل گیا تو پھر اپنی خیر نہیں۔ ادھر اپنے یار دوست مجھے روز کچھ نہ کچھ نئی پٹی پڑھاتے رہتے تھے۔ ایک دن میں نے یہ طے کر لیا کہ میں یہ نوکری چھوڑ دوں گا۔

میں یہ فیصلہ کر کے جب ان کے بنگلے پر پہنچا تو پتہ چلا کہ صاحب کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔ میں سیکرٹری کے پاس بیٹھا رہا۔ جان بہت پہلے کام چھوڑ کے چلا گیا تھا اس کی جگہ ایک اور کرسچن لڑکا آ گیا تھا۔ جس کا نام ڈیکوسٹا تھا۔ بیس بائیس سال کا ایک دبلا پتلا چھوکرا، بڑا شرمیلا پر بڑا ذہین اور ایماندار۔ جب وہ نیا نیا آیا تھا تو دلیپ صاحب نے مجھے یہ ذمہ داری سونپ دی تھی کہ میں اسے ٹرینڈ کروں۔ وہ بڑا تیز تھا اس لئے بہت جلد وہ سب کچھ سیکھ گیا۔ چونکہ میں نے اس کی تھوڑی بہت رہنمائی کی تھی اس لئے وہ مجھے اپنا گورو مانتا ہے اور آج بھی پہلی جیسی عزت اور محبت دیتا ہے۔ میں اس دن ڈیکوسٹا کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں دلیپ صاحب باہر سے لوٹے۔ مجھے دیکھ کر رکے اور پھر ریسپشن کاؤنٹر کے پاس بیٹھ کر مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ میں آج ارادہ کر کے آیا تھا اسلئے میں نے بلا تامل اپنا فیصلہ انہیں سنایا ''صاحب! میں اب آپ پر بوجھ بن کر رہنا نہیں چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اگلے مہینے سے میرا نام اپنے پے رول سے ہٹا دیجئے۔'' میرا اتنا کہنا تھا کہ دلیپ صاحب صم بکم ہو کر میری طرف دیکھتے رہے۔ میں ان کے چہرے کے تاثرات سے سمجھ سکتا تھا کہ انہیں میرے اس فیصلے سے کتنی تکلیف ہوئی تھی۔ پر میں بھی کیا کرتا، زندگی ایک ہی جگہ آ کر رک گئی تھی۔ مجھے ایسی رکی ہوئی، ایسی ٹھہری ہوئی زندگی پسند نہ تھی۔ زندگی رواں دواں ہو تو زندگی ہے نہیں تو ایک زندہ لاش ہے۔ دلیپ صاحب بہت دیر تک خاموش رہے اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولے ''اس گھر میں میں بھی پے رول پہ ہوں۔ جب تک مجھ سے ہو سکے گا میں آپ کو سیلری

www.taemeernews.com

چیک دیتا رہوں گا'' میں نے جذباتی ہوکر کہا'' صاحب! آپ یہ مت سمجھیں کہ میں آپ سے دور رہوں گا۔ میں صرف آپ سے تنخواہ نہیں لوں گا۔ باقی میں اسی طرح آتا جاتا رہوں گا۔ ہر چیز کو میں خود آ کے دیکھتا رہوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ آج کل آپ کے مالی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ جب آپ کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے میں آپ سے خود پیسے مانگوں گا۔''
دلیپ صاحب نے بھرے من سے مجھے وداع کیا۔

بس میرے جانے کی دیر تھی کہ سب کچھ الٹ پلٹ ہونے لگا۔ میں ایک ہفتے کے بعد جب بنگلے پر پہنچا تو میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر ہو کر رہ گیا کہ میڈم آفس کو توڑوا کر اس میں کچھ تبدیلیاں کرا رہی تھیں۔ میں نے سوچا چلو اچھا ہوا۔ میڈم نے مجھے آپ ہی آپ ہر بندھن سے آزاد کر دیا۔ اس کے بعد میرا وہاں جانا تقریباً بند ہی ہو گیا۔ ان کی چھوٹی بہن اختر بی بی کے ہاں میرا آنا جانا لگا ہی رہتا تھا۔ کبھی کبھی دلیپ صاحب سے ان کے گھر پر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔

ایک بار میں گھر پر بیٹھا تھا کہ ڈیکوسٹا کا فون آ گیا، بولا'' دلیپ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں''۔ جونہی دلیپ صاحب کی آواز سنائی دی تو دل اندر سے روا ٹھا۔ ایسا لگا جیسے کسی اپنے نے یاد کیا ہو۔ دعا سلام کے بعد صاحب نے پوچھا'' کیا ہو رہا ہے؟'' میں نے کہا'' صاحب! بالکل بے کار بیٹھے ہیں'' دلیپ صاحب نے پوچھا'' میرے ساتھ کام کرو گے؟'' میں نے کہا'' صاحب کیوں نہیں۔'' کہنے لگے'' کل بارہ بجے گھر پر آ جایئے۔''

مجھے کسی دوست سے یہ خبر مل چکی تھی کہ دلیپ صاحب نے دنیش پٹیل کی فلم میں کام کرنا مان لیا ہے جس کی ہدایت کاری ککو کوہلی کو سونپی گئی ہے۔ یہ جناب مشہور اداکار ارونا ایرانی کے میاں ہیں۔ یہ ارونا ایرانی کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ تھا جو اس نے دلیپ صاحب کو اپنے میاں کی ہدایت کاری میں کام کرنے کے لئے آمادہ کر لیا تھا۔ سبجکٹ فائنل ہوا تھا۔ دلیپ صاحب کو پروڈیوسر نے ایک اچھی خاصی رقم بھی سائنگ ایماؤنٹ کے طور پر دی تھی۔ میں بھی اس خبر

www.taemeernews.com

سے بڑا خوش ہوا کہ دلیپ صاحب کے ساتھ ایک اور فلم میں کام کرنے کا موقع ملے گا۔اس لئے میں اگلے روز بارہ بجے سے پہلے ہی بنگلے پر پہنچ گیا۔دلیپ صاحب ہال میں بیٹھے تھے۔ مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور مجھے دنیش پٹیل کے پروجیکٹ کے بارے میں کچھ موٹی موٹی تفصیلات بتانے لگے۔اتنے میں ایک لڑکا اسکرپٹ کی فائل لے کر آ گیا۔دلیپ صاحب نے کچھ سینز کا پوسٹ مارٹم کیا تھا۔وہ مجھے اسکرپٹ دے کر بولے''میں نے ان سے کہا کہ آپ تو کچھ بھی لکھ کر لاتے ہیں، محنت تو ہم بیچاروں کو کرنی پڑتی ہے۔ مجھے اس میں کول صاحب کی ضرورت پڑے گی۔انہوں نے کہا کہ آپ جس کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو آپ شوق سے رکھ سکتے ہو۔اب پیسے ویسے کی بات آپ خود کریں گے؟'' میں نے کہا ''ٹھیک ہے صاحب! میں بات کر لیتا ہوں'' وہ اچانک میری بات کاٹ کر بولے''یہ بازاری لوگ ہیں۔ان سے آپ بات مت کیجئے۔میں خود بات کرلوں گا۔آپ یہ سین دیکھ لیجئے اور انہیں کل تک لکھ لائیے گا۔''میں نے کہا''ٹھیک ہے'' کہہ کر میں فائل لے کر نکل گیا۔

میں دوسرے دن سارے سین ٹھیک ٹھاک کر کے لایا۔وہ نیچے ہی بیٹھے تھے۔مجھے پاس آ کے بیٹھنے کے لئے کہا اور سرگوشی کے انداز میں مجھ سے بولے''میں نے ان لوگوں سے بات کی ہے۔آپ کو ہر ماہ۔۔۔ملیں گے اور ساتھ میں شوٹنگ الاؤنس۔ٹھیک ہے نا؟'' میں نے کہا''ٹھیک ہے صاحب''۔میں خوش تھا کہ چلو ایک اور بڑی فلم کا سہارا مل جائے گا پر میری بد قسمتی دیکھئے کہ سب کچھ طے ہونے کے باوجود دلیپ صاحب نے انہیں کبھی ڈیٹ نہیں دی۔ آخر وہ ایسا کیوں کرتے رہے۔وجہ صاف ہے اگر وہ فلم میں مصروف ہو جاتے تو میڈم کے سیریل کا کیا ہوتا۔فلم سے زیادہ میڈم کے لئے سیریل اہم تھا۔دنیش پٹیل، ککو کوہلی اور اس فلم کا رائٹر اقبال درانی بنگلے کے طواف کرتے کرتے عاجز آ چکے تھے۔آخر ایک دن پروڈیوسر نے زچ ہو کے اس فلم کو بند کر کے انیس بزمی کے ساتھ دوسری فلم شروع کی۔

دلیپ صاحب کا دبدبہ کم ہوتا جا رہا تھا۔مجھ جیسے دلیپ صاحب کے چاہنے والے یہ

www.taemeernews.com

دیکھ کر کڑھ کے رہ جاتے تھے۔ کہ اتنا مہان اداکار سیریل کے سیٹ پر مونیٹر کے پاس بیٹھا شاٹ دیکھ رہا ہے۔ یہ کام تیسرا یا چوتھا اسسٹنٹ کرتا ہے۔ پھر شوٹنگ کے بعد دلیپ صاحب اس سیریل کی ایڈیٹنگ میں بیٹھ جاتے تھے۔ جس بنگلے کا انہوں نے زندگی بھر کسی کو ایک فوٹو لینے نہیں دیا، جب بیگم صاحبہ نے اس بنگلے میں سیریل شوٹ کرنا چاہا تو صاحب عالم نے سارے اصول اور آدرش بالائے طاق رکھ کر بنگلے کو اسٹوڈیو میں بدلنے کا حکم دے دیا۔ چونکہ ان کا بنگلہ اب ملٹی سٹوری بلڈنگ میں تبدیل ہو رہا ہے اس لئے وہ شوٹنگ کی اس مار سے بچ گیا مگر میڈم کا اپنا بنگلہ اب تو باقاعدہ سٹوڈیو میں تبدیل ہو چکا ہے۔ دلیپ صاحب بے بسی سے یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں پر کچھ کہہ نہیں پاتے۔ ویسے آجکل وہ وہی کہتے ہیں جو میڈم ان سے کہلوانا چاہے گی۔

مجھے یاد ہے جب تک ان کی بائی پاس سرجری نہیں ہوئی تھی وہ شیر ببر کی طرح دہاڑتے تھے۔ ان کی دہاڑ پر سب لوگ ادھر اُدھر چھپ جایا کرتے تھے۔ ایک بار ہم فلمستان اسٹوڈیو میں شوٹنگ کر رہے تھے۔ انہوں نے پروڈکشن مینجر سے ایک ایسا کیمکل لانے کو کہا تھا جس پر پانی ڈالنے سے آگ لگتی ہے۔ پروڈکشن مینجر وہ کیمیکل لانا بھول گیا۔ جب اس سین کی شوٹنگ شروع ہوئی تو دلیپ صاحب نے وہ کیمیکل لانے کو کہا۔ انہیں یہ بتایا گیا کہ پروڈکشن وہ کیمیکل لانا بھول گیا ہے۔ یہ بات سنتے ہی، دلیپ صاحب چراغ پا ہو اٹھے۔ میں دور بیٹھا سین کی کاپی کر رہا تھا جب میں نے دیکھا کہ پورے یونٹ میں بھگدڑ مچی ہوئی ہے۔ کوئی ادھر بھاگ رہا ہے تو کوئی اُدھر۔ میں نے ایک اسسٹنٹ سے پوچھا تو اس نے ہانپتے ہانپتے کہا ''دلیپ صاحب کافی بھڑکے ہوئے ہیں۔ جو بھی سامنے جاتا ہے اس پر کرسی ٹیبل مارنے لگتے ہیں۔'' اتنے میں میاں اتل میرے پاس آیا اور مجھے جوش میں لاتے ہوئے بولا ''کول صاحب! صاحب کو آپ ہی رام کر سکتے ہو۔'' اس کا اتنا ہی کہنا تھا کہ میں میدان کارزار میں کود پڑا۔ جونہی میں صاحب کے سامنے کھڑا ہو گیا تو وہ مجھ پر بگڑتے ہوئے بولے ''اب آپ

www.taemeernews.com

کیوں آئے ہیں۔ جایئے پیک اپ کرادیجئے۔'' میں سر جھکائے بہت دیر تک چپ چاپ کھڑا رہا۔ دلیپ صاحب کا غصہ قدرے کم ہوا تھا۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا'' صاحب تھوڑی چائے بجھوادوں'' صاحب کچھ نہ بولے۔ میں بھاگ کر سیٹ سے باہر چلا گیا اور ان کے بوائے کو چائے لانے کے لئے کہا۔ چائے پی کر ان کا غصہ پوری طرح کافور ہو گیا۔

اسی طرح ایک بار میڈم کے سیریل کا اپی سوڈ شوٹ کرتے وقت ان کا پارہ چڑھ گیا اور وہ چیزیں اٹھا اٹھا کر مارنے لگے۔ اصل میں وہ ٹی۔ وی پر آنا نہیں چاہتے تھے۔ انہیں چھوٹے پردے پر آنے سے ہمیشہ پرہیز رہا ہے۔ زی۔ ٹی وی میں ایک پروگرام ''جنتا کی عدالت'' ہوا کرتا تھا جسے رجت کپور پیش کرتا تھا۔ وہ بہت دنوں تک دلیپ صاحب کو اس پروگرام میں شامل کرنے کے لئے سارے داؤ پیچ آزماتا رہا۔ دلیپ صاحب اسے ایک سال تک بڑی خوبصورتی سے ٹالتے رہے۔ کبھی یہ کہنے لگے کہ آپ یہ پوچھیں گے کہ مدھوبالا کے ساتھ میرا عشق کب شروع ہوا۔ میں ایسے بے ہودہ سوالوں کا جواب دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ جب اس نے یہ یقین دلایا کہ وہ اس قسم کا کوئی سوال نہیں پوچھے گا تو صاحب نے پینترا بدل لیا۔ کہنے لگے کہ وہ سوال نامہ خود تیار کریں گے۔ رجت کپور سوچنے لگا کہ انٹرویو دلیپ کمار کا ہونے والا ہے یا میرا۔ اس طرح دلیپ صاحب نے رجت کپور کو ایک سال کے بعد بھی سوکھا ہی لوٹا دیا۔ جب میڈم نے دلیپ صاحب پر اپی سوڈ بنانے کا فیصلہ کیا تو دلیپ صاحب دھرم سنکٹ میں آ گئے۔ وہ پروگرام کرنا بھی نہیں چاہتے تھے اور اپنی بیوی کا دل بھی توڑنا نہیں چاہتے تھے۔ خیر وہ انکار نہ کر سکے۔ تیار ہو کے سیٹ پر پہنچ گئے۔ اس شوٹ سے چھ دن پہلے انہیں ملیریا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے وہ کافی چڑچڑے ہو کر رہ گئے تھے۔ جب وہ سیٹ پر پہنچے تو جو بھی ان کے قریب جاتا تھا وہ اس کو کاٹنے دوڑتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ فریدہ جلال، فریدہ دادی، روشن آرا اور سائرہ جی مونیٹر روم میں چھپ کر بیٹھی تھیں اور میں ہی ایک رابطہ تھا ان سارے لوگوں کے بیچ۔ سائرہ جی کو دلیپ صاحب کے پیچھے ایک گملا بری طرح کھٹک رہا

www.taemeernews.com

تھا۔ کسی کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اس گملے کو ہٹانے کی۔ سوروشن جی چپکے سے میرے پیچھے آئیں اور مجھے میڈم کا حکم سنا کر چلی گئیں۔ میں جونہی اٹھ کر گملا ہٹانے لگا دلیپ صاحب مجھ پر بھڑک گئے اور سب کے سامنے مجھے بری طرح ڈانٹ دیا۔ ساتھ ہی مجھے حکم دیا کہ میں ان کے سامنے بیٹھا رہوں۔ میں سامنے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ شاٹ ریڈی تھا سو قاعدے کے مطابق میں نے سائرہ جی کو چلا کر کہا ''میڈیم آڈر پلیز'' میرا اتنا ہی کہنا تھا وہ لال پیلا ہو کر بولے ''وہ کون ہوتی ہے آڈر کرنے والی۔ آپ سٹارٹ بولئے۔'' میں تو حکم کا غلام تھا۔ جو جیسا بولتا تھا میں ویسا ہی کرتا تھا۔ خدا خدا کر کے شوٹنگ چھ بجے ختم ہوئی۔ میں جب جانے لگا تو دلیپ صاحب نے مجھے بلا کر کہا ''کول صاحب سوری۔ مجھے آپ کے ساتھ اس طرح پیش نہیں آنا چاہیے تھا۔'' میں نے جلدی سے کہا ''صاحب سوری بول کر مجھے شرمندہ مت کیجئے۔ آپ میرے گورو ہیں۔ آپ کو مجھے ڈانٹنے کا پورا پورا حق ہے۔''

دلیپ صاحب، کی کون کون سی خوبی گنانے بیٹھ جاؤں میں۔ ہاشم میاں کا ایک قصہ یاد آ رہا ہے۔ ایک بار مرآد آباد کی ایک لڑکی بنگلے میں کام کرنے کی غرض سے آئی۔ پتہ چلا وہ لڑکی بڑی پرہیز گار ہے۔ پانچ وقت کی نمازی ہے۔ ایک دن دلیپ صاحب کے چھوٹے بھائی نے دلیپ صاحب کے سامنے اس بات کا انکشاف کیا اور ساتھ ہی ہمیں یہ ہدایت دی کہ جب وہ دن میں وضو کے لئے نیچے آ جایا کرے گی تو آپ لوگ آفس سے باہر چلے جاؤ گے اور تب تک باہر رہو گے جب تک اس کی نماز پوری نہیں ہوا کرے گی۔ اگلے روز سے حکم کی تعمیل شروع ہو گئی۔ ایک جوان اور خوبصورت لڑکی دن میں ایک دو بار نیچے آ جایا کرتی تھی اور ہم اسے دیکھتے ہی آفس سے باہر چلے جاتے تھے۔

میرا جو مالی تھا وہ بھی مرآد آباد کا تھا۔ میں نے ہی اس کی پتا سن کر اسے کام پر رکھ لیا تھا۔ وہ بیچارا بڑا دکھی اور پریشان تھا۔ اس کی بیوی تین بچے چھوڑ کر ایک عمر رسیدہ آدمی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔ کچھ دن کے بعد پتہ چلا کہ اس پار سا لڑکی کے ساتھ اس کا چکر ہے۔ لڑکی

www.taemeernews.com

نے تریا چرتر کا سہارا لے کر مالی کو گنہگار ٹھہرایا۔ میرے مالی کو دلیپ صاحب کے دونوں بھائیوں نے رات کو خوب مارا پیٹا اور اسے بنگلے سے باہر کر دیا۔ میں جب صبح آفس کی طرف آ رہا تھا تو میں نے مالی کو بنگلے کے باہر کھڑا پایا۔۔ وہ اصل میں میرا ہی انتظار کر رہا تھا۔ اس نے جب مجھے دیکھا تو وہ فوراً میری طرف لپکا اور مجھے ساری رام کہانی سنا ڈالی۔ اس نے مجھے مار کے وہ نشان بھی دکھائے جو اس کے بدن پر نمایاں تھے۔ میں عجب گومگو کی حالت میں کھڑا تھا۔ اس کے ساتھ ظلم ہوا تھا، یہ سچ تھا پر یہ سب کچھ جان کر بھی میں اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا کیونکہ اسے خوش کرنے کے لئے میں دلیپ صاحب کے پورے خاندان کو ناراض نہیں کر سکتا تھا۔ سو میں نے اسے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں اس وقت اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

دلیپ صاحب کے ساتھ اعظم گڑھ (یو۔ پی) کا ایک لڑکا کام کرتا تھا۔ وہ کئی سالوں سے ان کے ساتھ تھا۔ اس لئے وہ بھی اپنے آپ کو منی دلیپ کمار سمجھنے لگا تھا۔ وہ جب کبھی ایسے گھومتے گھامتے آفس میں آ جایا کرتا تھا تو اس انتظار میں رہتا تھا کہ کب ہم لوگ اس کو اٹھ کر سیلیوٹ بجائیں۔ میرے سے قدرے وہ خائف رہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میں گھر کے ایک فرد کی طرح ہوں اور اختر بی بی مجھے اپنے بھائی کی طرح مانتی ہے۔ اس لئے میرے سامنے وہ شریف بن کر رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ ایک دن اس نے جب بنگلے میں اتنی خوبصورت بلا دیکھی تو اس کے منہ سے بھی رال ٹپکنے لگی۔ لڑکی کے اردگرد اس نے کئی چکر لگائے۔ پتہ چلا کہ لڑکی نے اسے گھاس تک نہ ڈالی۔ وہ لڑکی کے اس رویے سے تلملا کر رہ گیا۔ اس نے اسی رات ان دونوں کے خلاف صاحب کے کان بھر دیئے۔

دوسرے دن جونہی میں نے آفس میں قدم رکھا تو مجھے یہ بتایا گیا کہ دلیپ صاحب کے صبح سے کئی بار فون آ چکے ہیں۔ میں تردد میں پڑ گیا۔ آدھے گھنٹے کے بعد صاحب کا فون آ گیا۔ دعا سلام کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا ''کول صاحب! یہ بنگلے میں کیا ہو رہا ہے؟'' میں نے معصومیت سے جواب دیا ''صاحب! یہاں کیا ہوا ہے مجھے کچھ معلوم نہیں

www.taemeernews.com

ہے۔ ''دلیپ صاحب میری بات سنی ان سنی کر کے بولے'' میں آدھے گھنٹے میں آپ کے پاس آرہا ہوں۔ یہ جولڑکے آپ کے یہاں کام کررہے ہیں ان سب کو آفس میں بلا کے رکھیئے۔ وہ جولڑکی ہے اسے بھی بلا لیجئے۔'' کہہ کرانہوں نے فون رکھ دیا۔

ان کی بات سن کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ بنگلے میں ضرور کچھ گڑ بڑ ہوئی تھی جس کی تحقیقات کرنے وہ آرہے تھے۔ احسن میاں کے یہاں ایک مسلم خاتون کھانا پکانے آتی تھی نام تھا سعیدہ۔ میں نے سعیدہ کو باہر بلا لیا اور اس سے یہ ماجرا جاننے کی کوشش کی۔ جو کچھ اس نے بتایا اسے سن کر میرے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ فاروق میاں نے اس نمازی لڑکی کو ہاشم کے ساتھ رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تھا۔ اس نے جا کر دلیپ صاحب کو یہ سارا ماجرا سنا ڈالا۔ دلیپ صاحب اس قسم کی حرکتیں برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے اس لئے وہ صبح تک انتظار کرنے لگے۔ اب جب کہ وہ آفس میں آکر سب نوکروں سے پوچھ تاچھ کرنے والے تھے یہ بات تو طے تھی کہ ہاشم میاں کا سر قلم ہونے والا تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا تو پتہ چلا کہ وہ مارکیٹ سبزی لانے گیا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں۔ اس کمبخت کے ساتھ پتہ نہیں مجھے اتنا لگاؤ کیوں تھا کہ میں اسے ہر آفت مصیبت سے بچا کر نکالتا تھا۔ اس کی بقاء کی خاطر جھوٹ بولنے سے بھی پرہیز نہیں کرتا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد دلیپ صاحب دندناتے ہوئے آفس میں آگئے اور آتے ہی سب کو نیچے بلانے لگے۔ سب سے پہلے کھانا پکانے والی سعیدہ آگئی۔ وہ درمیانی عمر کی ایک کالے رنگ کی عورت تھی جو کئی دہائیوں سے اس بنگلے میں کام کرتی تھی۔ سب سے پہلے دلیپ صاحب نے اس سے بنگلے میں ہورہی ان کارستانیوں کے بارے میں پوچھا۔ اس نے ٹھیکرا اس لڑکی کے سر پھوڑا جو اپنے آپ کو پارسا بتا رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ اس کو بلایا جاتا میں نے صاحب سے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ جب سے وہ لڑکی اس بنگلے میں آگئی ہے بنگلے کا ماحول ایک دم میلا اور مکدر ہو کر رہ گیا ہے۔ پہلے ہمارا مالی اس لڑکی کی اداؤں کا شکار ہو کر نوکری

www.taemeernews.com

سے ہاتھ دھو بیٹھا۔اب ہاشم اس کے چکر میں آ گیا۔ پتہ نہیں اگلا شکار کون ہوگا۔صاحب اس انکشاف سے دم بخود ہو کر رہ گئے ۔اتنے میں وہ لڑکی آ گئی۔دلیپ صاحب نے اسے خوب ڈانٹا اور اسے اسی وقت بنگلے سے جانے کے لئے کہا گیا۔مجھ سے کہا گیا کہ میں صاحب کے پیسوں میں سے اسے چار سو روپے نکال کر ہاتھ میں تھما دوں۔ میں نے پیسے اس کے ہاتھ میں تھما کر اسے بنگلے سے وداع کیا۔اس کے جانے کے بعد دلیپ صاحب نے حکم دیا کہ ہاشم کو ان کے سامنے پیش کیا جائے۔کھڑک سنگھ بھاگا اور اسے پکڑ کر لے آیا۔وہ بڑی بے خوفی کے ساتھ دلیپ صاحب کے سامنے چلا گیا اور اندر جا کر پوچھنے لگا ''صاحب چائے لے آؤں؟'' دلیپ صاحب گرج کر بولے ''کھڑا رہ کمبخت۔ سور۔ یہ رات کو اس بنگلے میں کیا ہو رہا ہے؟'' وہ بڑی معصومیت اور سادگی سے بولا ''صاحب! وہ مراد آباد والی لڑکی ہے نا۔اس نے مجھے رات کو اوپر والے کمرے میں بلا لیا اور مجھے اپنی چھاتیاں دکھا کر کہنے لگی کہ انہیں کیا کہتے ہیں۔میں نے صاحب آگے بڑھ کر اس کی چھاتیوں سے دودھ پی لیا۔'' دلیپ صاحب کو غصہ بھی آ رہا تھا اور ہنسی بھی۔ بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روک کر وہ بھڑک کر بولے '' بکواس بند کر کمبخت۔تمہیں ایسی بے ہودہ باتیں کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔چل دفع ہو جا یہاں سے ۔'' وہ چلا گیا اور اس طرح اس بار بھی میں اسے بچانے میں کامیاب ہو گیا۔

اگلے روز دلیپ صاحب نے میری یہ ڈیوٹی لگا دی کہ میں ہاشم کو لے کر ڈاکٹر گھوکھلے کے پاس چلا جاؤں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور ہاشم میاں کو آٹو میں بٹھا کر ڈاکٹر گھوکھلے کے پاس لے گیا جو دلیپ صاحب کا خاندانی معالج تھا۔وہاں پہنچ کر میں نے ڈاکٹر گھوکھلے سے پوچھا کہ دلیپ صاحب نے مجھے ہاشم کو آپ کے پاس لانے کے لئے کیوں کہا تو ڈاکٹر گھوکھلے بولے ''رات کو دلیپ صاحب کا فون آیا تھا۔انہیں شبہ ہو رہا ہے کہ ہاشم شاید نامرد ہے اس لئے انہوں نے چیک اپ کے لئے اسے یہاں بھیجا ہے۔'' میں نے سوچا دلیپ صاحب سچ مچ کتنے عظیم ہیں۔انہیں اس غریب کے بارے میں بھی خیال رہا۔آج جب کہ

www.taemeernews.com

اپنے ہوتے سوتے سدھ لینا بھول جاتے ہیں، یہاں اتنا مہان کلاکار ہے جو ایک غریب نوکر کی زندگی میں خوش حالی اور پائیداری کا متمنی ہے۔ ایسے انسان کے لئے بے ساختہ دل سے دعائیں نکلتی ہیں نا۔

www.taemeernews.com

سات

میں غم روزگار میں ایسا الجھا ہوا تھا کہ دلیپ صاحب سے مہینوں ملنا نہ ہوتا تھا۔ جب کبھی ٹیلیفون پر بات ہوتی تھی تو وہ شکایت بھرے لہجے میں کہتے ''آپ ملتے کیوں نہیں؟ ذرا کبھی وقت نکال کر آ جایئے۔ بیٹھ کر کچھ آگے کی سوچیں'' میں ملنے کا وعدہ کر کے مل نہیں پاتا تھا۔ ایک دن میں گھر میں بیٹھا تھا کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بج اٹھی۔ فون پر دلیپ صاحب کا سیکرٹری ڈکوسٹا تھا۔ وہ جلدی میں بولا ''کول صاحب! صاحب بات کرنا چاہتے ہیں'' کہہ کر اس نے دلیپ صاحب کو ریسیور تھما دیا۔ جیسے کہ دلیپ صاحب کی عادت رہی ہے کہ وہ ہیلو کہہ کے خاموشی اختیار کریں گے۔ آپ کو کئی لمحے تک انتظار کرنا پڑے گا کہ کب وہ ہیلو سے آگے بڑھیں گے ۔ لگے ہاتھوں مجھے ایک واقعہ یاد آیا۔ وہ ان دنوں لنڈن میں تھے۔ ایک دن ان کا فون آیا۔ بات کرتے کرتے وہ خاموش ہو گئے۔ میں ریسور ہاتھ میں لئے انتظار کرتا رہا۔ ایک تو انٹر نیشنل کال اوپر سے اتنی لمبی خاموشی۔ بل کے خیال سے میرا دل بیٹھا جا رہا تھا پر کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ پر جب بہت دیر تک خاموشی برقرار رہی تو مجھ سے رہا نہیں گیا اور میں نے جھٹ سے کہہ دیا ''صاحب یہ آئی۔ ایس۔ ڈی کال ہے'' وہ برہم ہو کے بولے ''ہاں میں جانتا ہوں۔ جانتا ہوں۔ میں کچھ سوچ رہا ہوں۔ مجھے سوچنے دیجئے'' اور اس طرح بہت دیر تک سوچنے کے بعد وہ مجھے کچھ ہدایات دینے لگے۔ اب ان کے اس اسٹائل سے میں بخوبی واقف تھا اس لئے تھوڑے توقف کے بعد وہ مجھ سے پوچھنے لگے ''آج کل کیا کر رہے ہیں آپ؟'' میں نے دیا نتداری سے جواب دیا ''صاحب کچھ نہیں'' وہ خوش ہو کے بولے ''چلو

www.taemeernews.com

اچھا ہے۔'' میں نے حیران اور بیزار ہو کے سوچا ''کمال ہے۔ میں بے کار بیٹھا ہوں اور وہ کہہ رہے ہیں چلو اچھا ہوا۔'' اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا وہ بولے ''آپ کو میرا کونسا افسانہ پسند ہے؟'' میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو چکر کھا جاتا۔ سوچتا کہ دلیپ صاحب کب سے افسانہ نگار بن بیٹھے جو وہ اپنے افسانوں کے بارے میں میری رائے مانگ رہے ہیں۔ چونکہ میں دلیپ صاحب کی نس نس سے واقف تھا اس لئے مجھے اس بات کو سمجھنے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگی کہ وہ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ دراصل وہ ان اسکرپٹوں کے بارے میں پوچھ رہے تھے جو انہوں نے بہت پہلے تیار کر کے رکھے تھے۔ میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ ''او بابا جان۔'' وہ فوراً بولے ''اس نے بھی او بابا جان ہی کہا۔'' دراصل ہوا کیا تھا۔ ان کا ایک بھانجا جو امریکہ میں بہت اچھی پوزیشن میں ہے۔ اس نے ایک دن انہیں فون کر کے کہا۔ ''ماموں آپ کے پاس وہ ایک اسکرپٹ پڑی تھی۔ او بابا جان۔ آپ اُس پر کام کیوں نہیں کرتے۔'' وہاں سے تحریک کیا ملی کہ انہیں میرا خیال آیا۔ یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ میرے منہ سے بھی اسی اسکرپٹ کا نام نکلا۔ جب کہ میں نے اس اسکرپٹ کو پڑھا تک نہیں تھا۔ پر اختر بی بی کی زبانی اس کی مختصر سی کہانی سنی تھی۔ وہ خوش ہو کر مجھے اس گفتگو کا پس منظر سمجھانے لگے اور ساتھ ہی مجھے یہ تاکید کی کہ میں اگلے روز گیارہ بجے صبح بنگلے پر حاضر ہو جاؤں۔ میں نے دوسرے دن حاضر ہونے کا وعدہ کر کے فون رکھ دیا۔

اگلے روز گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کا جنم دن تھا۔ مجھ سے تو صاحب نے گیارہ بجے بنگلے پر پہنچنے کے لئے کہا تھا پر میں جانتا تھا کہ وہ ایک بجے سے پہلے نیچے نہیں آئیں گے۔ سو میں ساڑھے گیارہ بجے گھر سے نکلا۔ راستے میں کئی جگہ ٹریفک جام لگا ہوا تھا۔ میں نے ابھی مشکل سے دو چار کلومیٹر ہی پار کئے تھے کہ میرا سیل بج اٹھا۔ گھر سے فون تھا۔ بیوی نے بتایا کہ بنگلے سے دو یار فون آ چکا ہے۔ دلیپ صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے فون پر زیادہ توجہ نہ دی کیونکہ میں دلیپ صاحب کے شیڈول سے واقف تھا۔ وہ بارہ بجے سے پہلے

www.taemeernews.com

کبھی نیچے نہیں آتے تھے۔ میں کشاں کشاں ساڑھے بارہ بجے بنگلے پر پہنچ گیا۔ جونہی میں نے اندر قدم رکھا ڈیکوسٹا بھاگتا ہوا آیا اور مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا ''بڑی لمبی عمر پائی ہے آپ نے۔ میں آپ کو ہی فون کرنے کے لئے نیچے آیا تھا۔ صاحب کب سے آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔'' میں اندر کے کیبن میں جونہی گھسا تو اتنے میں دلیپ صاحب تک میری آمد کی خبر پہنچ چکی تھی۔ انہوں نے انٹرکوم کر کے اس بات کی تصدیق کرنا چاہی۔ جب ان کے ایک ورکر نے انہیں میری موجودگی کی خبر دی تو پانچ منٹ کے بعد وہ لفٹ سے نیچے آ گئے۔ میں انہیں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ رات کے ہی کپڑوں میں نیچے آ گئے تھے۔ جب کہ ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ وہ جب بھی نیچے آتے تھے پوری طرح تیار ہو کے آتے تھے۔ نیچے آ کر وہ شکایت بھرے لہجے میں بولے ''بہت دیر لگائی آپ نے۔'' میں نے معذرت مانگتے ہوئے کہا ''صاحب! میں تو بہت سویرے گھر سے نکلا تھا مگر راستے میں کئی جگہ ٹریفک جام لگا ہوا تھا جس کی وجہ سے مجھے یہاں پہنچنے میں اتنی دیر ہو گئی۔'' وہ مسکرا کے اور میرا ہاتھ تھام کے آگے چلنے لگے۔ ہر طرف شوٹنگ کا سامان بکھرا پڑا تھا۔ کئی مہینوں سے ان کے بنگلے پر سیریل کی شوٹنگ چل رہی تھی جس کی وجہ سے ہر جگہ کاٹھ کباڑ بکھرا پڑا تھا۔ کہیں پر بیٹھنے کی جگہ نہ بچی تھی۔ وہ گھر کی یہ حالت دیکھ کر دل برداشتہ ہو کے بولے ''دیکھئے نا گھر کی کیا حالت ہو گئی ہے۔ یہاں اتنا شور شرابا رہتا ہے جس کی وجہ سے میں پچھلے کئی دنوں سے ایک فون نہیں کر پایا ہوں۔ اب آپ ہی بتائیے نا کہ کہاں بیٹھا جائے؟'' میں نے ان کی دلجوئی کرتے ہوئے کہا ''صاحب! لان میں بیٹھتے ہیں۔ اتنا پیارا لان ہے۔ موسم بھی اتنا سہانا ہے'' بادل نخواستہ انہوں نے ایک لڑکے سے دو کرسیاں لانے کے لئے کہا۔ لڑکے نے جا کر دو کرسیاں لگا دیں اور ہم جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے ایک نوکر سے کہا کہ وہ چائے لے کر آ جائے۔ لڑکا چائے لانے بھاگا۔ وہ کچھ دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ باتیں بھی بڑی الجھی الجھی سی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پہیلیاں بوجھ رہے ہوں۔ کہنے لگے کہ پریذڈنٹ نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ جب چاہو

www.taemeernews.com

شوٹنگ کر سکتے ہو۔ (میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ یہی سمجھتا کہ وہ شاید پاکستان کے پریذیڈنٹ کی بات کر رہے ہیں) اس کے بعد کہنے لگے۔ ''میں اگر وہاں جاؤں گا تو وہ لوگ پوچھیں گے کہ آج تک آپ کہاں تھے؟ آج تک آپ نے ہماری خیر خبر کیوں نہ لی''۔ اس کے بعد کہنے لگے کہ ویسے انہوں نے کہا ہے کہ میں کنیڈا میں جہاں بھی چاہوں شوٹنگ کر سکتا ہوں۔ میں ان کی ہر بات اور ہر اشارے کو بخوبی سمجھ سکا تھا۔ وہ پاکستان کے پریذیڈنٹ کی نہیں بلکہ کشمیر کے چیف منسٹر کی بات کر رہے تھے۔ اور جن لوگوں کا وہ ذکر کر رہے تھے وہ حریت پارٹی کے لوگ تھے اور جسے وہ کنیڈا بتا رہے تھے وہ کنیڈا نہیں بلکہ کشمیر تھا۔ میں ان کے اس ذہنی بکھراؤ کو بہت دنوں سے محسوس کر رہا تھا۔ ان کے اندر جو ٹوٹ پھوٹ چل رہی تھی اس سے بھی میں بخوبی واقف تھا۔ وہ گھر میں بیٹھنے کے عادی نہ تھے۔ ان کی زندگی کام کرتے کرتے گزری تھی۔ اب جب کہ انہوں نے اپنے آپ کو چار دیواری کا بندی بنا لیا تھا اس طرح کی دماغی کیفیت ہونا متوقع تھی۔ میں بہت دیر تک ان کی باتیں سنتا رہا۔ جن کا آپس میں کوئی تال میل نہیں بن رہا تھا۔ ان کی حالت ویسی ہی تھی کہ کہو دن کی سنے رات کی۔ کہو کھیت کی سنے کھلیان کی۔ بہت دیر تک وہ اسی طرح کی بہکی بہکی باتیں کرتے رہے۔ کچھ دیر بعد میں نے بڑے جذباتی انداز میں کہا ''صاحب! آپ کو مالک نے کام کے لئے بنایا تھا۔ پچھلے آٹھ دس سال سے آپ نے کوئی فلم نہیں کی۔ آپ بیٹھے رہے تو میں بھی بے کار بیٹھا رہا۔ آپ چاہتے تو ان دس سالوں میں دو تین فلمیں بڑے آرام سے کر سکتے تھے۔'' میرا اتنا کہنا تھا جیسے وہ مدہوشی کے اثر سے باہر آ گئے اور اس کے بعد وہ اسی طرح مجھ سے بہت ہی سلجھے ہوئے انداز میں باتیں کرنے لگے جس طرح وہ دس سال پہلے مجھ سے کر لیا کرتے تھے۔ آخر ایسی کیا وجہ ہے جو وہ اس قدر کھوئے کھوئے سے رہتے ہیں؟ میں خود بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا مگر اس کے بعد جو بھی گفتگو ہمارے بیچ رہی وہ بڑی با مقصد اور دلچسپ رہی۔ ہم نے ''او بابا جان'' کے بارے میں کافی بحث کی۔ وہ چاہتے تھے کہ میں اس اسکرپٹ پر نئے سرے سے کام کروں۔

www.taemeernews.com

انہوں نے مجھے یہاں تک چھوٹ دی کہ میں جسے بھی چاہوں اپنے ساتھ بٹھا سکتا ہوں۔ مجھے لوناوالا جا کر کہانی پر کام کرنے کا سگنل بھی مل گیا۔ لوناوالا ممبئی کا ایک چھوٹا موٹا ہل اسٹیشن ہے جو تخلیقی کام کرنے کے لئے ایک موزوں اور مناسب جگہ ہے۔ میں نے مودبانہ انداز میں صاحب کو یہ مشورہ دینا چاہا کہ اگر وہ اس فلم کو بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو مزہ تب ہے جب وہ اس فلم کو چھ مہینے کے اندر مکمل کرلیں گے۔ وہ اس مشورے پر ذرا سا چڑ کر بولے ''آپ وہ سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیجئے۔ ہمارا کام ہے آج کے ماحول کو دیکھ کر اسکرپٹ کو تیار کرنا''۔ اس بیچ وہ میڈم کو بار بار فون کرتے رہے کہ وہ ''او بابا جان'' کا اسکرپٹ نکال کر دیں جو ان کی تحویل میں تھا۔ میڈم کا بھائی بیمار تھا اور وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر گئی تھی اس لئے جب صاحب نے اسے فون کیا تو وہ برہمی سے بولی کہ ابھی وہ ڈاکٹر کے پاس بیٹھی ہے۔ اس وقت وہ اسکرپٹ کہاں سے نکال کر دے گی۔ دلیپ صاحب کا چہرہ اتر گیا اور وہ مایوسی سے میری طرف دیکھنے لگے۔ میں نے انہیں دلاسہ دیتے ہوئے کہا ''صاحب! کوئی بات نہیں ہے۔ میں کل آ کے اسکرپٹ لے جاؤں گا۔''

دن کے ڈھائی بجے تھے۔ انہوں نے نوکر کو کھانا لینے کے لئے آواز دی۔ میں بھاگ جانا چاہتا تھا۔ وہ مجھے بٹھا کر بولے ''کمال ہے۔ کبھی آپ کہتے ہو کہ ہمیں کام کرنا چاہیے۔ اب جب کہ میں کام کرنے کے لئے تیار ہوں آپ بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ابھی ہم کھانا کھا لیتے ہیں۔ پھر آگے ڈسکس کریں گے'' میں انکار نہ کر سکا۔ اتنے میں ان کی ذاتی نوکرانی نربھدا کچھ پوچھنے آئی تو دلیپ صاحب نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا ''کھانا لے آؤ اور کھانے میں سب کچھ لے کے آؤ۔ مطلب جو شوٹنگ میں بنا ہے وہ بھی لے کے آؤ۔'' وہ تیزی سے چلی گئی۔ جب وہ لوٹی تو اس کے ساتھ ایک لڑکا کھانے کی ٹرے لے کر چل رہا تھا۔ جونہی اس نے کھانا ٹیبل پر سجایا تو دلیپ صاحب ایک دم بھڑک اٹھے اور نربھدا پر برس پڑے ''تم سے کیا بولا تھا کہ تم سب کچھ لے کے آؤ گی۔ یہ کیا ہے'' کہہ کر وہ دال اٹھا کر پھینکنے لگے۔

www.taemeernews.com

نر بھدا گھبرا کے شوٹنگ والوں کے پاس بھاگی اور وہاں سے ایک دو ڈشز اٹھا کر لے آئی۔ اتنے میں دلیپ صاحب نے میری پلیٹ میں کھانا ڈالنا شروع کر دیا۔ گھر میں ان کیلئے چکن میتھی اور چکن ٹماٹر بنا تھا۔ ساتھ میں دال تھی۔ انہیں تیکھا کھانا کھانے کا بے حد شوق ہے۔ ڈاکٹروں نے تیکھا اور زیادہ چکنا کھانا کھانے سے منع کر دیا ہے اس لئے سائرہ جی کی عدم موجودگی میں وہ من مانی کرنے لگتے تھے۔ وہ اپنے گھر میں بنا ہوا سارا چکن میری پلیٹ میں ڈالتے گئے۔ میں احتجاج کرتا رہا مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی اور مجبوراً مجھے وہ سب کچھ کھانا پڑا جو وہ میری پلیٹ میں ڈالتے گئے۔ خود تو انہوں نے زہر مار کے کھانا کھا لیا۔ کھانا کھانے کے بعد انہوں نے دو گلاس چھاچھ کے منگائے۔ مجھے چھاچھ پینے سے منا ہی تھی اس لئے میں نے پینے سے انکار کر دیا۔ کھانا کھانے کے بعد ہم پھر سے ڈسکشن میں جٹ گئے۔ آدھا گھنٹہ بھی نہ گزرا ہوگا کہ انہوں نے نوکر کو چائے لانے کے لئے کہا۔ چائے کے معاملے میں وہ بھی میری طرح بلا کے چائے نوش ہیں۔ ہر آدھے پونے گھنٹے کے بعد انہیں چائے کی طلب لگتی ہے مگر وہ چائے کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور لیتے ہیں، وہ چاہے ایک بسکٹ ہی کیوں نہ ہو۔ جب کہ میں خالی چائے پینے کا عادی ہوں۔

میں شام کے چھ بجے وہاں سے چلا آیا۔ دل میں ایک موہوم سی خوشی انگڑائیاں تو لے رہی تھی مگر یہ خوشی دیرپا ثابت ہوگی اس کا یقین نہیں تھا۔ آخر ہوا بھی وہی۔ میں اگلے روز فون کا انتظار کرتا رہا کہ بنگلے سے فون آئے گا اور مجھے اسکرپٹ لینے کے لئے بلایا جائے گا مگر مہینوں گزرے نہ وہ اسکرپٹ مجھے ملی اور نہ ہی کبھی اس کا ذکر چھڑا۔ اس دن میں نے جانا کہ ایک انسان کی صحت و سلامتی اس کے کام کرنے سے بنی رہتی ہے۔ جس طرح پڑے پڑے لوہا بھی زنگ کھا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک انسان بے کار ہو جائے تو وہ بھی زنگ آلودہ ہو جاتا ہے۔

اس ملاقات کے بعد ہم مہینوں نہیں ملے۔ فلم بنانے کا خیال ان کے دل سے کافور ہو چکا

www.taemeernews.com

تھا۔دماغ ایک سلیٹ کی طرح ہے جس پر ایک انسان اپنے آنے والے منصوبوں کو لکھ کر رکھ دیتا ہے۔اگر اس سلیٹ سے یہ ساری تحریریں مٹادی جائیں تو وہ پھر ان چیزوں کو یاد کیسے کر پائے گا۔میں نے بھی کبھی ان کو ان باتوں کو یاد کرانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ میں جانتا تھا کہ حاصل کچھ نہیں ہوگا۔اس سے پہلے بھی ایک بار انہوں نے مجھے فون کر کے ہوٹل ہالی ڈے ان میں بلایا تھا۔اس خوش خبری کے ساتھ کہ دوبئی کی ایک پارٹی ہے جو ان کو لے کر فلم بنانا چاہتی ہے۔یہ مژدہ پا کر میں چند لمحوں کے لئے خوش تو ہوا مگر ساتھ ہی مایوسی بھی میری مقدر بنی رہی کیونکہ میں جانتا تھا کہ دلیپ صاحب موڈی آدمی ہیں۔ پتہ نہیں کب کیا کہہ دیں۔میں ان کے حکم کے مطابق ہوٹل کی لابی میں انتظار کرتا رہا۔وہ جب لابی میں داخل ہوئے تو میں سامنے آ کے کھڑا ہو گیا۔وہ مجھے ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے۔جن اصحاب سے وہ مجھے ملانے جا رہے تھے ان کو میں ان کی ہی توسط سے جانتا تھا۔انہوں نے ان سے میرا تعارف کرایا۔وہ بولے کہ کول صاحب کو ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں۔وہ یہ بات سن کر چونک گئے ۔معاً میں نے انہیں سمجھایا کہ یہ مجھے آپ کی معرفت ہی جانتے ہیں۔چائے وائے پینے کے بعد جب وہ نماز ادا کرنے اندر چلے گئے تو صاحب نے مجھ سے تنخواہ کے بارے میں پوچھا۔ میں نے ہنس کر کہا تنخواہ کا کیا ہے۔وہ فوراً بولے تنخواہ مجھے نہیں انہیں دینی ہے۔تو میں نے ہنستے ہوئے کہا ''پھر اچھی سی تنخواہ دلا دیجئے۔'' وہ بھی مسکرا کے بولے ''ٹھیک ہے'' میں ان لوگوں سے ملاقات کر کے وہاں سے چل دیا اور وہ اس پروجیکٹ پر بہت دیر تک بات کرتے رہے۔ کئی ہفتے گزر گئے ان کی طرف سے کوئی خوش خبری نہیں ملی۔میں نے ان کے سیکرٹری سے اس بارے میں بات کی تو پتہ چلا کہ بات بنی نہیں۔

''کالنگا'' کا معاملہ جوں کا توں بنا ہوا تھا۔ پرڈیوسر تو باتیں بڑی بڑی کرتا تھا مگر عملی طور پر کچھ نہیں ہو رہا تھا۔مجھے جہاں کہیں بھی امید کی ذرا سی رمق نظر آتی تھی میں اس فلم کے بارے میں بات کرتا تھا۔ایک دن میں ایک مسلم پروڈیوسر کے آفس میں بیٹھا تھا۔وہ بھی

www.taemeernews.com

دلیپ صاحب کے زبردست فین تھے۔ جب میں نے ان سے ''کالنگا'' کا ذکر چھیڑا تو وہ اس فلم کو خریدنے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے مجھے بات کرنے کے لئے کہا۔ میں نے پروڈیوسر میں دم خم بھی پایا اور دلیپ صاحب کے تئیں بے پناہ عقیدت بھی۔ سو میں نے ان ہی کے سامنے دلیپ صاحب کو فون لگایا۔ اتفاق سے ڈیکوسٹا نے فون اٹھایا اور وہ صاحب کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ ڈیکوسٹا نے صاحب سے کہا کہ میرا فون ہے تو وہ اسے یہ کہہ کر باتھ روم میں چلے گئے کہ ہولڈ کر کے رکھوا بھی آتا ہوں۔ میں بھی ٹیلیفون ہولڈ کر کے بیٹھا رہا۔ وہ جب باتھ روم سے باہر آ گئے تو ڈیکوسٹا نیچے چلا گیا تھا۔ دلیپ صاحب بھول چکے تھے کہ کس کا فون ہے۔ انہوں نے جب فون ہاتھ میں لیا تو وہ مجھ سے میرا نام پوچھنے لگے۔ میں بڑا خفیف ہوا۔ تاہم میں نے انہیں اپنا نام بتا دیا۔ وہ اس طرح مجھ سے بات کرنے لگے جیسے میں نے پہلی بار انہیں فون کیا ہو۔ ایک دو منٹ تک میں بڑی اجنبیت اور گھٹن سی محسوس کرنے لگا۔ دو منٹ کے بعد انہیں یاد آیا کہ میں کون ہوں اور وہ مجھ سے پھر اپنائیت بھرے انداز میں بات کرنے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ ایک پارٹی ہے جو ''کالنگا'' کو خریدنے کے لئے تیار ہے۔ ان کی طرف سے کوئی شرط نہیں ہے۔ یہ بس اتنی سی یقین دہانی چاہتے ہیں کہ آپ کو اس سودے پہ کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور آپ جس طرح چاہیں اس فلم کو مکمل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیسے لوگ ہیں؟ تو میں نے صدق دلی سے ان کی تعریف کی۔ وہ بولے ''ٹھیک ہے آپ ان کو کل اپنے ساتھ بنگلے پر لے آیئے گا۔'' میں نے کہا ''ٹھیک ہے'' اور ساتھ ہی ان سے گزارش کی کہ وہ ایک منٹ کے لئے ان سے بات کریں۔ انہوں نے ایک دو منٹ ان سے بات کی اور پھر سے مجھے فون دینے کے لئے کہا۔ میں نے جب فون لیا تو وہ ان سے ملنے کا اپنا ارادہ بدل چکے تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ پہلے میں خود تسلی کروں کہ یہ لوگ معتبر ہیں اور پھر میں ان سے مل لوں۔ میری ملاقات کے بعد وہ یہ فیصلہ کر لیں گے کہ وہ ان لوگوں سے کب ملیں گے۔ اس کے بعد انہوں نے فون رکھ لیا۔ فون رکھنے کے بعد میں نے پروڈیوسر

www.taemeernews.com

سے پوچھا کہ دلیپ صاحب نے ان سے کیا بات کی تو وہ بولے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ کول صاحب میرا آدمی ہے۔ وہ جو فیصلہ لیں گے میں اس کے مطابق چلوں گا۔

اگلے روز میں بنگلے پر دلیپ صاحب سے ملنے چلا گیا تو پتہ چلا کہ وہ میڈم کے ساتھ سبھاش گھئی کے ایکٹنگ انسٹیٹیوٹ کا افتتاح کرنے فلم سٹی چلے گئے ہیں۔ میں نے کاغذ کا چٹ ایک نوکر کے ہاتھ میں تھما دیا جس میں اس پارٹی کے ساتھ ہوئی بات چیت کا خلاصہ تھا۔ یہ چٹ چھوڑ کر میں کسی کام سے چلا گیا۔ اگلے روز میں نے ڈیکوسٹا کو فون کر کے پوچھا کہ آیا اسے وہ چٹ ملا کہ نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ وہ چٹ تو اسے ملا پر وہ چٹ صاحب کو نہیں دے سکتے کیونکہ میڈم کا حکم ہے کہ کوئی بھی بات صاحب تک پہنچانے سے پہلے ان کو بتانی پڑتی ہے۔ مجھے بڑا شاک لگا۔ میں نے کہا کہ یہ فلم ''کالنگا'' کے بارے میں کچھ انفارمیشن ہے جو صاحب نے مانگی ہے۔ میڈم کا تو اس چیز سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ اس نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا ''کول صاحب! آپ ادھر کے حالات نہیں جانتے۔ میں میڈم کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔'' میں نے جل کر کہا ''ٹھیک ہے۔ اس چٹ کو پھاڑ ڈالو۔''

دلیپ صاحب کے بس میں اگر ہوتا تو وہ پچھلے دس بارہ سالوں میں ایک دو فلمیں کر چکے ہوتے۔ جب انسان کی عمر ستر سے اوپر ہو جاتی ہے تو وہ دوسروں کا محتاج ہو کے رہ جاتا ہے۔ میرا ایک پروڈیوسر دوست تھا۔ وہ مجھے اکثر سمجھاتے ہوئے کہتا تھا کہ جب آدمی ساٹھ سال کا ہو جاتا ہے تو وہ اپنی بیوی سے بہت پیار کرنے لگتا ہے۔ چاہے بیوی لولی ہو لنگڑی ہو۔ بھینگی ہو یا کانی۔ اسے وہ ہر زاویے سے خوبصورت نظر آتی ہے کیونکہ وہ یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ اب اسے کوئی نئی ملنے سے رہی۔ اس لئے وہ پرانی چیز سے ہی دل لگا کے بیٹھ جاتا ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بیوی کو بھول کر اللہ سے لو لگا کے بیٹھ جاتے ہیں۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا دلیپ صاحب ہم سے دور ہوتے چلے گئے۔ میں جب بھی پرانے دنوں کو یاد کرتا ہوں تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ جس انسان کے سایہ عاطفت

www.taemeernews.com

میں میں نے بارہ برس گزارے آج وہی انسان ہم سے اتنا دور ہو گیا ہے کہ ہم لاکھ کوشش کے باوجود اس تک پہنچ نہیں پاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان کی طبیعت اب ٹھیک نہیں رہتی پر ان کی تندرستی کا راز اپنے سنگی ساتھیوں سے ملنے جلنے میں ہے۔ ان کے عزیزوں کا ان کے آس پاس رہنے میں ہے۔ میں خون سے لکھ کر دوں گا کہ اپنوں کے بیچ رہ کر وہ تر و تازہ اور شگفتہ نظر آئیں گے۔ یہ بات میں نے ایک بار نہیں بلکہ کئی بار محسوس کی ہے۔ وہ زندگی بھر محبت کے مارے رہے ہیں۔ انہوں نے دولت نہیں لوگوں کا پیار اور دلار کما کے رکھا۔ وہ دولت کے کبھی بھوکے نہیں رہے۔ وہ چاہتے تو کروڑوں روپیہ کما سکتے تھے۔ انہوں نے روپے سے کہیں زیادہ اپنے کام کو ترجیح دی۔ دو چار فلموں کو چھوڑ کر انہوں نے جو بھی فلم کی اسے اپنی لاجواب اداکاری سے امر کر دیا۔ جب کبھی ان کی فلموں کی بات چھڑتی تھی تو میں بغیر کسی لاگ لپیٹ کے ان کے منہ پر ہی کہہ دیتا تھا ''صاحب! مجھے آپ کی دو فلمیں بے حد پسند ہیں۔ ایک داغ اور دوسری ترانہ۔ میں نے ان فلموں کو کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ جتنی بار انہیں دیکھو ایسا لگتا ہے جیسے آپ انہیں پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔'' وہ بس مسکراتے رہ جاتے تھے۔

ایک بار وہ کہیں جا رہے تھے۔ گاڑی گیٹ کے پاس کھڑی تھی کہ اتفاق سے میں بھی اسی وقت بنگلے میں وارد ہوا۔ مجھے دیکھ کر وہ بڑے خوش ہوئے اور مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں تھوڑا سا دور کھڑا رہنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ مجھے اپنی اور کھینچتے ہوئے بولے ''ذرا پاس آؤ نا بھائی۔'' کہ کر انہوں نے میرے کاندھے پر اپنا وزن ڈالا اور گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ ان دنوں ان کے ٹخنے میں درد رہتا تھا۔ چلنے پھرنے میں دقت محسوس ہوتی تھی۔ ہم دونوں دھیرے دھیرے گیٹ کی طرف قدم بڑھانے لگے۔ وہ بڑے اچھے موڈ میں تھے۔ مجھ سے پوچھنے لگے ''اگر ہم کشمیر جائیں، وہ پتھر تو نہیں ماریں گے؟'' میں نے ہنس کر کہا ''اگر آپ مجھے ساتھ لے کے نہیں جائیں گے تو وہ پتھر ضرور ماریں گے۔'' وہ بھی ہنس کر بولے ''آپ سب سے پہلے سر آنکھوں پر۔'' اتنے میں پیچھے سے میڈم نے آواز دی اور وہ مجھے چھوڑ کر گاڑی میں

www.taemeernews.com

جا کے بیٹھ گئے۔

دلیپ صاحب میں بذلہ سنجی بدرجہ اُتم موجود ہے۔ بس موقع اور موضوع چاہیے۔ ہاشم میاں کو چھیڑنے میں انہیں بڑا مزا آتا تھا۔ سائرہ جی دلیپ صاحب کو پیار سے چیکو کہہ کر بلاتی ہیں۔ ایک دن وہ اپنی بہن کے یہاں بیٹھے تھے۔ سائرہ جی بھی ساتھ میں تھیں۔ اتفاق سے اس دن ہاشم میاں اختر بی بی کے گھر پر موجود تھا۔ میڈم نے جب دلیپ صاحب کو چیکو کہہ کے بلا لیا تو ہاشم میاں دوڑ کر کچن میں چلا گیا اور وہاں سے موسمی اور سنترہ لے کر آیا اور میڈم کے پاس جا کر بولا ''بی بی جی! موسمی اور سنترہ ہے، چیکو نہیں ہے۔'' اس کے اس بھولے پن پر سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔ ہاشم میاں سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ آخر انہوں نے ایسا کیا کہا جو محفل اس طرح زعفران زار بن گئی ہے۔ بہت دیر کے بعد اختر بی بی نے اسے سمجھایا کہ یوسف بھائی کو سائرہ جی پیار سے چیکو کہہ کے بلاتی ہے۔ تب جا کے ہاشم میاں کی سمجھ میں ہنسنے کی وجہ آ گئی۔

www.taemeernews.com

آٹھ

ہاشم میاں میرے پیچھے زیادہ دنوں تک وہاں ٹک نہ سکا۔ایک دن میں احسن میاں سے ملنے بنگلے پر جارہا تھا تو میں نے کیا دیکھا کہ ہاشم میاں بنگلے کے باہر آلتی پالتی مار کے بیٹھا ہے۔ مجھے پہلے سے یہ معلوم پڑ چکا تھا کہ اسے بنگلے سے باہر کر دیا گیا ہے سو میں نے حیران ہو کے پوچھا ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' وہ بڑی معصومیت سے بولا ''وہ گاؤں کا ایک آدمی بہت بیمار ہے صاحب۔اس کا گردہ خراب ہو چکا ہے۔اسے ایک نئے گردے کی ضرورت ہے سو میں اسے اپنا گردہ دینے جارہا ہوں۔'' میں اس انکشاف سے اچھل پڑا۔اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ ہاشم میاں کا دل بڑا کشادہ تھا۔کوئی بھوکا اگر اس کے آگے کھڑا ہو جاتا تھا تو وہ اپنا کھانا اٹھا کر اسے کھلا دیتا تھا۔ وہ اندر سے بہت بھولا تھا۔لوگ اس کے اس بھولے پن کا فائدہ اٹھا کر اسے ٹھگ لیتے تھے۔ وہ بھی اتنا بانگڑو تھا کہ جو اسے ٹھگ لیتا تھا وہ اسی پر زیادہ بھروسہ کرتا تھا۔خیر روپے پیسے کی بات ہوتی تو مجھے کبھی اچنبھا نہ ہوتا پر یہ جو گردہ دینے کی بات تھی اسے میں آسانی سے نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے ساتھ اس کی زندگی جڑی ہوئی تھی۔ جب میں نے اسے یہ احساس دلانے کی کوشش کی کہ وہ جو کچھ کرنے جارہا ہے وہ ایک دم غلط ہے۔ پتہ نہیں اس کے گاؤں والے نے اسے کیا کھلا پلا دیا تھا کہ وہ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی بڑے اطمینان اور سکون سے بولا ''وہ کہہ رہا تھا کہ آدمی کے دو گردے ہوتے ہیں۔ایک نکال دو تو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔وہ گردے کے بدلے مجھے تین سو روپے بھی دینے والا ہے۔'' اب کے میں اپنا آپ کھو بیٹھا اور میں اسے صلواتیں سناتے ہوئے چیخا

www.taemeernews.com

''کمبخت تو نے اپنے آپ کو کسی قصاب کی دکان سمجھ لیا ہے۔ کیا کہ کوئی آ کر تم سے گردہ مانگے تو تم اسے نکال کر دو گے۔ کوئی آنکھ مانگے تو تم آنکھ اٹھا کے دو گے۔ آخر کب تک تم ایسی بے ہودہ حرکتیں کرتے رہو گے۔ ایک بار یہ شریر ساتھ چھوڑ گیا نا تو پھر جھوٹے منہ بھی کوئی پوچھے گا نہیں۔ ابھی میری بات مان اور یہاں سے پھوٹ جا۔ نہیں تو میرا بھیجا پھر جائے گا اور میں تمہیں یہیں سب کے سامنے جوتے ماروں گا۔'' میرا غصہ دیکھ کر اس کی حالت ایسی ہو گئی کہ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم۔ اس سے پہلے کہ میں قابو سے باہر ہو جاؤں وہ چپ چاپ وہاں سے کھسک گیا۔ ایسے ہیں ہاشم میاں۔

بنگلہ چھوڑنے کے بعد میں نے باہر کے کچھ چھوٹے موٹے سیریل کیے۔ سال ڈیڑھ سال میں کافی مصروف رہا۔ ایک دو کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ اسی بیچ پتہ چلا کہ دلیپ صاحب کا بائی پاس آپریشن ہوا ہے۔ میں یہ خبر سن کر کافی پریشان ہوا۔ سارے لوگ ناناوتی اسپتال میں ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہوئے تھے۔ یعنی سائرہ جی اور ان کی ساری سکھی سہیلیاں۔ دلیپ صاحب ویسے ہی سیکورٹی گھیرے میں رہتے ہیں۔ ان تک پہنچنا آسان نہ تھا۔ پر ان سے ملنا ضروری تھا۔ میرے لئے وہ، میرے محسن میرے مہربان اور میرے شفیق بھائی کی طرح تھے۔ میں گھر سے نکلا اور سیدھے احسن میاں کے بنگلے پر پہنچ گیا۔ احسن میاں نے ملتے ہی پوچھا ''بھائی سے ملے کہ نہیں؟'' میں نے کہا ''دل تو کرتا ہے پر ملنا اتنا آسان نہیں۔'' وہ بولے ''میں اسپتال ہی جا رہا ہوں۔ آپ میرے ساتھ چلیں گے۔ پر آپ باہر بیٹھے لوگوں کے سامنے اس بات کا کوئی ذکر نہیں کریں گے کیونکہ یہ سب لوگ ان سے ملنے کے مقصد سے ہی صبح سے یہاں ڈیرہ جمائے بیٹھے ہیں۔''

ہم تین بجے بنگلے سے نکلے اور باہر بیٹھے سارے مہمانوں کو نچا دے کر اسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچے تو وہاں بھی ان کے چاہنے والوں سے سامنا ہوا۔ انہوں نے احسن بھائی کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ انہوں نے صاف لفظوں میں ان سے کہہ دیا کہ وہ ملنے

www.taemeernews.com

ملانے سے معذور ہیں کیونکہ ان کے پاس صرف ایک آدمی کا پاس ہے۔ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ احسن میاں نے مہمانوں سے پنڈ اچھڑا کر میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ دلیپ صاحب وی۔ آئی۔ پی وارڈ کے آئی۔ سی۔ یو میں بھرتی تھے۔ تین جگہ پولیس کی چیکنگ ہو رہی تھی۔ احسن میاں میرا ہاتھ نہیں چھوڑ رہے تھے۔ پولیس والے انہیں جانتے تھے۔ جب وہ مجھے روکنے کی کوشش کرتے تھے تو احسن میاں آگے بڑھ کر کہتے تھے۔ ''یہ کول صاحب ہیں۔ یوسف بھائی کے رائٹ ہینڈ۔''

آخر ہم آئی۔ سی یو تک پہنچ گئے اور باہر کھڑے رہے۔ احسن میاں کسی ڈاکٹر سے بات کرنے لگے۔ اتنے ایک ڈاکٹر کے ساتھ دلیپ صاحب کمرے سے باہر آ کر کاریڈور میں ٹہلنے لگے۔ ان کے ہاتھوں پر کئی طرح کی نلیاں فٹ تھیں۔ جونہی دلیپ صاحب کی نظر مجھ پر پڑی تو ایک خوشی کی لہر ان کے چہرے پر دوڑ گئی اور وہ میری طرف بے ساختہ لپکے اور مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولے ''میرا ہاتھ ناپاک نہیں ہے۔'' میری آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے۔ ہم چند لمحے کھڑے رہے۔ اتنے میں میڈم کمرے سے باہر آ گئیں۔ میں نے احتراماً سلام کیا۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے ناک بھوں چڑھالی اور دلیپ صاحب سے مخاطب ہو کر بولیں ''صاحب! وہ انفارمیشن منسٹر سشما سوراج جی آپ سے ملنے آ رہی ہیں۔'' ان کا اتنا ہی کہنا تھا کہ وہ فوراً اپنے کمرے میں چلے گئے اور میں بس دیکھتا رہ گیا۔ اتنے میں سشما سوراج اوپر آ گئیں۔ میں نے انہیں آتے دیکھا تو میں نے احسن میاں سے کہا کہ میں اب چلتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں اسپتال سے نکل گیا۔

بنگلے میں اب میرا آنا جانا بہت کم ہو گیا تھا۔ کوئی تیوہار ہوتا تھا تو اس بہانے ان سے ملاقات ہوتی تھی۔ ان کی سالگرہ کے موقع پر ان کو جنم دن کی مبارک باد دینا میں نہیں بھولتا تھا۔ کیونکہ ایک بار بمبئی میں ان کے ساتھ کام کر رہا تھا تو میں ان کے جنم دن کی پارٹی میں شامل نہیں ہوا کیونکہ اس دن اتوار تھی۔ ہفتے میں چھٹی کا ایک دن ملتا تھا جو میں اپنے پریوار کے

www.taemeernews.com

ساتھ گزارتا تھا۔ میں جب اگلے روز آفس پہنچا تو حسب معمول صاحب کا فون آ گیا۔ ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں کل ان کی برتھ ڈے پارٹی سے غائب کیوں رہا۔ میں نے ہڑبڑا کر کہا ''ہپی برتھ ڈے صاحب'' وہ بھی سٹائل سے بولے ''ٹھیک ہے۔ٹھیک ہے۔''

برتھ ڈے پارٹی ہو یا عید کا تیوہار، دلیپ صاحب کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اپنے سارے اسٹاف کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ یہ دستور کئی سالوں تک قائم رہا۔ اچانک ایک عید پر میڈم نے اس دستور کو بدل دیا۔ مہمانوں کے گروپ بنائے گئے۔ ہم لوگوں کو آخری گروپ میں رکھا گیا۔ مجھے لگا جیسے ہم انسان نہیں کتے ہیں جنہیں بچا کھچا کھانا کھلا دیا جائے گا۔ کیا کروں سب کچھ چلا گیا مگر خودداری اور غیرت نہ گئی۔ اس دن کے بعد میں نے قسم کھائی کہ میں اب اس گھر کا پانی تک نہیں پیوں گا۔

اگلی بار جب میں انہیں سالگرہ کی مبارک باد دینے چلا گیا تو حسب معمول سب کے لئے طعام کا انتظام کیا گیا تھا۔ مجھے دوستوں نے ہاتھ پکڑ کر جب کھانے کی میز کی طرف لے جانے کی کوشش کی تو میں نے حیلے بہانے بنا کر کھانا کھانے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ کھانا کھاتے رہے اور میں ایک کونے میں گھر کے نوکروں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتا رہا۔ اتنے میں میڈم کی نظر مجھ پر پڑی اور انہوں نے پاس آ کے پوچھا ''کول صاحب! آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہیں۔'' میں نے جواب میں صریحاً جھوٹ بولا کہ مجھے ڈاکٹر نے تیل سے بنی چیزیں کھانے سے سختی سے منع کر دیا ہے۔'' وہ بولی ''دہی بڑے بنے ہیں وہ تو کھا لیجئے۔'' میں نے کہا کہ میں دہی بھی نہیں کھا سکتا کیونکہ میرا گلا خراب ہے۔ میرے اس طرح انکار کرنے پر وہ جل بھون کے بولیں ''ٹھیک ہے، مت کھائیے'' اور اتنا کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئیں۔

سائرہ جی دل کی بری نہیں ہیں۔ وہ جب مدد کرنے پر آتی ہیں تو لوگوں کی دل کھول کر مدد کرتی ہیں، پر یہ ضروری نہیں کہ جو جس کا کھائے اسی کے گن گائے۔ آپ کو ان لوگوں کے

www.taemeernews.com

جذبات کی بھی قدر کرنی چاہیے جو آپ کی بے لوث خدمت کرتے ہیں۔ شیامل کٹی دلیپ صاحب کا شوفر تھا جس نے کئی دہائیوں تک دلیپ صاحب کی خدمت کی۔ اس نے ایک بنگالی عورت سے شادی کی تھی۔ اس کی دو بیٹیاں تھیں۔ دلیپ صاحب نے اسے اپنے بنگلے میں ہی ایک سرونٹ کوارٹر میں رہنے کی جگہ دی تھی۔ اس کی دونوں بچیاں دلیپ صاحب کی آنکھوں کے سامنے ہی بڑی ہوئی تھیں۔ اس کی عورت بڑی نازک اندام تھی پر تھی خوبصورت۔ بنگلے میں اور بہت سارے نوکر چاکر تھے جن میں بیشتر جوان اور ہٹے کٹے تھے۔ جاوید نام کا ایک واچ مین بھی بنگلے پر کام کرتا تھا۔ ایک رات دلیپ صاحب کسی فنکشن میں چلے گئے۔ شیامل کٹی ساتھ میں تھا۔ جاوید نے کٹی کی عدم موجودگی کا فائدہ اٹھا کر اس کی بیوی پر چند گندے فقرے کسے۔ وہ اس وقت تو چپ رہی مگر جونہی شیامل کٹی آدھی رات کو گھر لوٹا تو بیوی نے اس سے جاوید کی شکایت کی۔ کٹی کا خون کھول اٹھا۔ بات دلیپ صاحب کے کانوں تک پہنچ گئی۔ جاوید کو بلایا گیا اور اس کی خوب سرزنش کی گئی۔ کٹی کی اس بات سے کوئی تشفی نہیں ہوئی۔ وہ تو یہ توقع لیکے بیٹھا تھا کہ دلیپ صاحب کھڑے کھڑے اسے اس بنگلے سے چلتا کر دیں گے پر ایسا کچھ نہ ہوا۔ دلیپ صاحب کی نرم روی نے اس کے غصے کو اور ہوا دی۔ وہ غصے میں اس قدر بھرایا ہوا تھا کہ اگر بیوی اسے نہ روکتی تو وہ جاوید کا قصہ پاک کر چکا ہوتا۔

دوپہر کو دلیپ صاحب کو باہر جانا تھا۔ کٹی گاڑی کے پاس کھڑا تھا۔ اتنے میں جاوید وہاں سے گزرا تو کٹی کا خون پھر سے کھولنے لگا۔ وہ جاوید پر جھپٹ پڑا۔ آس پاس کھڑے لوگوں نے جاوید کو چھڑا لیا پر کٹی اسے دھمکی دے کے گیا کہ وہ اسے چھوڑے گا نہیں۔ بلکہ جان سے مار ڈالے گا۔ آدھے پونے گھنٹے کے بعد صاحب نیچے اترے اور جا کے گاڑی میں بیٹھ گئے۔ گاڑی چل پڑی۔ دلیپ صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ کٹی سے ہنسی مذاق کرتے رہتے تھے۔ اس دن کٹی کے تیور ایسے بگڑے ہوئے تھے کہ بات کرنا تو دور وہ صاحب کی طرف گھوم کے دیکھنے کے لئے بھی تیار نہ تھا۔ دلیپ صاحب جب اسے چھیڑتے رہے تو وہ ابل پڑا ''میں

www.taemeernews.com

اس سالے کو نہیں چھوڑوں گا۔" اس کا اتنا ہی کہنا تھا کہ اب کے دلیپ صاحب کا پارہ چڑھ گیا ۔انہوں نے ڈانٹ کر کٹی کو چپ کرا دیا۔انہیں کٹی کا یہ انداز گفتگو بہت ہی گراں گزرا۔راستے میں وہ غصے سے کھولتے رہے پر موقع کی نزاکت دیکھ کر اپنے غصے کو اندر ہی اندر پیتے چلے گئے۔

شام کو جب دلیپ صاحب باہر سے لوٹے تو میں اتفاق سے اس وقت سائرہ جی کے بنگلے پر ہی کھڑا تھا۔دلیپ صاحب تنتناتے ہوئے ہال کے اندر چلے گئے اور ساتھ میں کٹی کو بھی ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے۔یہ منظر دیکھ کر سب کا ماتھا ٹھنکا۔اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھ پاتا ہال کا دروازہ اندر سے بند ہو گیا اور پھر دنادن کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔دلیپ صاحب کٹی پر ٹوٹ پڑے تھے۔ہم سب لوگ باہر سن ہو کے کھڑے تھے۔تھوڑی دیر بعد جب ان کا غصہ شانت ہوا تو کٹی مار کھا کے باہر آ گیا۔باہر آ کے بھی اس کے تیور ویسے ہی تیکھے نظر آ رہے تھے۔اس کے سر پر جیسے شیطان سوار ہوا تھا۔وہ ایک ہی بات بار بار دہرائے جا رہا تھا کہ میں پھانسی پر چڑھ جاؤں گا پر اس سالے کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔اس کے اس قسم کے رویے سے معاملہ کافی پیچیدہ ہو گیا تھا۔دلیپ صاحب بھی کافی طیش میں آ چکے تھے۔انہوں نے پولیس کو فون لگا دیا اور ساتھ ہی اس کا سارا سامان باہر نکالنے کا حکم دے دیا۔نوکر ہمیشہ اپنے مالک کی خوشنودی پانے کی خاطر ایسے موقعوں پر بڑی مستعدی اور چستی دکھاتے ہیں۔ابھی ان کی زبان سے فرمان جاری ہی ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کٹی کے نشیمن کو چند نوکر تحس نحس کرنے لگ گئے۔سامان سڑک پر آ گیا تھا اور اس کی عورت اور بچے بدحواسی کے عالم میں ادھر سے اُدھر بھٹک رہے تھے۔کٹی اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود نرم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔وہ بس جاوید کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔بات بے بات پر وہ اسے تبرہ بھیج رہا تھا۔میں کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔کہتے ہیں نا کہ منہ لگتی سب کہتے ہیں خدا لگتی کوئی نہیں کہتا۔کٹی اپنی آن کے لئے لڑ رہا تھا۔پر یہ دیکھ کر مجھے انتہائی دکھ ہو رہا تھا کہ کوئی کٹی کے حق میں بات نہیں کر رہا تھا بلکہ اپنے

www.taemeernews.com

مالکوں کی خوشنودی بٹورنے کے لئے الٹا اسے ہی قصوروار ٹھہرا کر اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ میڈم نے تو حد ہی کر دی۔ جب اس نے اس کی بچیوں کے کردار پر چھینٹا کشی کی۔ میڈم کے اس بیان سے میرے دل کو گہرا دھچکا لگا۔ جس آدمی نے اپنی آدھی سے زیادہ زندگی اس گھر پر نچھاور کر دی تھی آج اسی شخص پر کھلے عام کیچڑ اچھالا جا رہا تھا۔ اسے سب کے سامنے خجل و خوار کیا جا رہا تھا۔

میں زیادہ دیر تک تماشائی بن کر کھڑا نہ رہ سکا۔ میں کٹی کو سمجھانے گیا تو وہ کمبخت میری کوئی بھی بات سننے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ شاید میری بات سن بھی لیتا مگر اس کی عورت اسے اور ہوا دیئے جا رہی تھی ''کٹی کسی کی باتوں میں مت آ جانا۔ یہ سب لوگ تمہیں پھنسانے کے چکر میں ہیں۔'' میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو کٹی اور اسکی بیوی کو لعنت بھیجتا مگر یہ اصول اور انصاف کی لڑائی تھی۔ میں دلیپ صاحب کے پاس گیا اور ان سے مودبانہ انداز سے بولا ''میں مانتا ہوں صاحب کہ کٹی سے بے ادبی ہو گئی ہے جس کے لئے وہ نادم و پشیمان ہے۔ وہ باہر کھڑا رو رہا ہے۔ خدا بھی بندے کا پہلا گناہ معاف کر دیتا ہے۔ آپ بھی اس کی پہلی خطا معاف کیجئے۔'' دلیپ صاحب چڑ کر بولے ''کول صاحب! آپ اس معاملے میں خدا کو بیچ میں مت لائیے۔ اب اس کمبخت کی اس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔'' میں بھی اتنی جلدی ہار ماننے والا نہ تھا۔ میں نے کہا ''صاحب! وہ آپ سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔ اسے اس بار معاف کیجئے۔'' حق بات تو یہ ہے کہ دلیپ صاحب میری بات کبھی ٹالتے نہیں تھے۔ کچھ دیر سوچ کے بولے ''ٹھیک ہے۔ میں اسے اس شرط پر معاف کروں گا جب وہ سب کے سامنے مجھ سے معافی مانگے گا۔'' میں نے کہا ''صاحب وہ کیا اس کا باپ بھی آپ سے معافی مانگے گا۔'' یہ کہہ کر میں کٹی کو دوبارہ سمجھانے چلا گیا۔ کٹی تو کسی بھی صورت میں معافی مانگنے کے لئے تیار نہ تھا۔ میں اسے بچوں کا واسطہ دینے لگا کیونکہ اس کی بیٹیوں کا سہما پن اور ان کی لاچارگی مجھ سے دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ وہ ذرا سا پگھل جاتا تو اسکی بیوی اسے یہ کہہ کر گمراہ کر دیتی تھی ''کٹی ان

www.taemeernews.com

کے جال میں مت پھنسنا۔'' مجھے اس کی بیوی کی یہ بے جا مداخلت بری طرح کھل رہی تھی پر میں اس سے کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا۔ بہر حال تھوڑی دیر کی مشقت کے بعد میں کٹی کو لے کر دلیپ صاحب کے پاس چلا گیا۔ وہ جب صاحب کے سامنے کھڑا ہوا تو اس کا انداز دیکھنے کے قابل تھا۔ وہ ایسے تن کے کھڑا ہو گیا جیسے وہ کشتی لڑنے جا رہا ہو۔ دلیپ صاحب یہ انداز دیکھ کر بولے ''آپ تو کہہ رہے تھے کہ یہ اپنی غلطی پر پشیمان ہے۔ یہاں تو مجھے گواہ چست اور مدعی ست لگ رہا ہے۔'' میں سر جھکائے کھڑا تھا کیونکہ مجھے یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کہوں۔ کٹی اب تک اکڑ کے کھڑا تھا۔ دلیپ صاحب غصے سے چلا کر بولے ''سیدھا کھڑا رہ کمبخت۔'' جواب میں وہ دلیپ صاحب کو دیکھ کر ایسے مسکرانے لگا جیسے یہ لڑائی جھگڑا کسی عاشق معشوق کے بیچ ہو رہا ہو۔ بہر کیف تھوڑی دیر بعد دلیپ صاحب نے کٹی کو معاف کر دیا اور کٹی کا سامان پھر سے کوارٹر میں واپس پہنچ گیا۔ اس واقعے کے بعد وہ زیادہ دنوں تک صاحب کے ساتھ جڑا نہیں رہا۔ وہ نوکری چھوڑ کے چلا گیا۔

اسی طرح ایک کشمیری لڑکا دلیپ صاحب سے سویرے سویرے بنگلے پر جا کر ملا۔ ان دنوں کشمیر کے حالات بے حد خراب تھے۔ اس نے دلیپ صاحب کے آگے خوب رونا دھونا کیا۔ دلیپ صاحب کو لڑکے پر ترس آ گیا اور انہوں نے اسے کام پر رکھ دیا۔ میں آفس میں بیٹھا تھا کہ دلیپ صاحب نے فون کر کے مجھے سائرہ جی کے بنگلے پر بلا لیا۔ یہ لڑکا نیچے سیکرٹری کے پاس بیٹھا تھا۔ اتنے میں صاحب ہال سے باہر آ گئے اور اس لڑکے کی طرف اشارہ کر کے بولے ''یہ لڑکا کافی تکلیف میں ہے۔ اسے اپنے ساتھ رکھیے۔ اس کے رہنے کا انتظام بھی وہیں پر کیجئے گا۔'' میں نے کہا ''ٹھیک ہے صاحب۔'' میں اس لڑکے کے پاس گیا اور اسے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ وہ مجھے بڑی حقارت سے گھورتے ہوئے بولا ''آپ کون ہیں؟'' میں نے کہا کہ میں بھی ایک چھوٹا موٹا مہرہ ہوں۔ وہ اکڑ کر بولا ''میں پہلے انکل سے پوچھوں گا۔'' میں نے جواب دیا کہ ایک نہیں دو بار انکل سے پوچھ لو۔ اتنے میں دلیپ

www.taemeernews.com

صاحب پھر ہال سے باہر آ گئے اور سیدھے اس لڑکے سے مخاطب ہو کر بولے ''تم کول صاحب کے ساتھ جاؤ۔ یہ تمہیں کام سمجھا دیں گے۔''

اب کے اس لونڈے کے تیور کچھ ڈھیلے پڑ گئے اور وہ میرے ساتھ چلا آیا۔ آفس میں پہنچ کر میں نے اس کا خاندانی پس منظر جاننے کی کوشش کی۔ وہ جس علاقے سے آیا تھا وہ علاقہ ان دنوں جنگ کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ اب وہ کس غرض سے یہاں آیا ہوا تھا۔ یہ تو وہ جانتا تھا یا مولا۔ میں نے ایک کشمیری کے ناطے اس کی مدد کرنا چاہی۔

شام کے چھ بجے تھے کہ مجھے میڈم نے بنگلے پر بلا لیا۔ میں جب بنگلے پر پہنچا تو وہ اس لڑکے کے بارے میں مجھ سے استفسار کرنے لگی۔ میں نے بڑی ایمانداری سے کہا کہ مجھے اس لڑکے کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میڈم شکایت بھرے لہجے میں بولیں ''صاحب کسی پر بھی بھروسہ کر کے اسے گھر میں ٹھہرا دیتے ہیں۔ کل کو اگر یہ کچھ اور نکلا تو وہ پھر کس کس کو کیا جواب دیتے پھریں گے۔ سچ کہوں تو میں ان بے کار اور بے وجہ کے لفڑوں میں پھنسنا نہیں چاہتی پر صاحب کو کون سمجھائے۔ وہ تو بس کسی کو بھی لا کر ہمارے سر پر ٹھونک دیتے ہیں۔ وہ حالات کا مارا اور کچھ نہیں ہے۔ وہ یہاں فلموں میں کام کرنے آیا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا ان کی سیکرٹری جو کہ ایک گجراتی خاتون تھی میڈم کی باتوں پر مہر لگاتے ہوئے تائیدی انداز میں بولی ''سائرہ جی۔ مجھے یہ چھوکرا شکل سے ہی لفڑے باز لگتا ہے۔'' وہ خود اتنی ڈری ہوئی نہیں تھی جتنی وہ میڈم کو ڈرا رہی تھی۔ کلاکاروں کے نزدیک رہنے والے ان سے بھی بڑے کلاکار بن جاتے ہیں۔ اس کی مثال یہ خاتون پیش کر رہی تھی۔ وہ عجیب سی ڈراؤنی شکل بنا کر بولی ''سائرہ جی! میں نے اس کی چھوٹی سی ڈائری دیکھی۔ اس میں سب فلم سٹاروں کے ٹیلیفون نمبر لکھے ہوئے ہیں۔'' اس کا اتنا ہی کہنا تھا کہ میڈم اور زیادہ گھبرا گئیں۔ وہ مجھے اعتماد میں لے کر بولیں ''کول صاحب! آپ خود دودھ کے جلے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ ہم بھی اس آگ میں اپنے ہاتھ جلا بیٹھیں اس لئے آپ ہی کچھ کیجئے۔ صاحب میری بات تو سنیں گے

www.taemeernews.com

نہیں۔ اگر آپ بولیں گے تو وہ آپ کی بات ضرور سنیں گے۔'' میں نے کہا کہ میں اس معاملے میں صاحب سے ضرور بات کروں گا۔

وہ رات تو اس لڑکے نے کسی اور جگہ گزار دی۔ اگلے روز دلیپ صاحب نے مجھے بلا کر پوچھا کہ اس لڑکے کو کیسے کام سکھایا جائے تو میں نے بڑی معصومیت سے کہا ''صاحب! اس لڑکے کا کردار مجھے کچھ مشکوک سا لگ رہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں لینے کے دینے پڑ جائیں۔''

دلیپ صاحب بڑی معنی خیز نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے اور پھر قدرے توقف کے بعد مایوسی بھرے لہجے میں بولے ''لگتا ہے میری سوچ غلط ثابت ہو رہی ہے۔'' میں نے گھبرا کے کہا ''آپ ایسا مت سوچیے صاحب۔ آپ کبھی غلط نہیں ہو سکتے۔ یہ تو آج کل کے حالات ہیں جنہوں نے ہر بشر کو ڈرا کے رکھا ہے۔'' دلیپ صاحب میری بات تو مان گئے مگر ساتھ ہی مجھے یہ تاکید کر کے رکھی کہ اس لڑکے کو ایک معقول رقم دی جائے تاکہ اسے پریشانی نہ ہو۔ یہ کام میڈم نے کر دیا۔ اس نے اسے آٹھ سو روپے دے دیئے۔ اسے ان کے اس فیصلے سے بڑا شاک لگا۔ وہ بیچارا یہ سوچ کے آیا تھا کہ دلیپ صاحب کی کوئی آس اولاد نہیں ہے شاید وہ اسے اپنا والی وارث بنا دیں گے۔ اب جب کہ اس کے خوابوں کے شیش محل ٹوٹ گئے تھے اور اس کے ارمانوں پر ٹھنڈی ٹھنڈی اوس پڑ گئی تھی وہ مغموم اور اداس ہو کے میرے پاس چلا آیا۔ مجھے بھی اس کے جانے کا دکھ تھا پر ساتھ ہی خوشی بھی تھی کیونکہ جس طرح کے حالات چل رہے تھے اس میں پتہ ہی نہیں چل رہا تھا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟

دلیپ صاحب برسوں پہلے اس سہل اعتقادی کی اچھی خاصی قیمت ادا کر چکے تھے۔ جب انہوں نے ایک لڑکے کو گھر میں پناہ دی تھی۔ بعد میں وہ لڑکا جاسوس نکلا۔ میڈم اس واقعے کو بھولی نہیں تھی اس لئے ان کا اسطرح کا ردعمل ظاہر کرنا واجبی تھا۔ سانپ کا ڈسا رسی سے بھی ڈرتا ہے۔

www.taemeernews.com

کٹی کو گئے ہوئے کئی برس ہو چکے ہیں مگر دلیپ صاحب آج بھی اسے یاد کرتے رہتے ہیں۔ جب بھی ڈرائیور کی بات چھڑتی ہے تو دلیپ صاحب کو کٹی یاد آ جاتا ہے۔ پچھلے دنوں انہوں نے اپنے ایک کارندے کے سامنے کٹی کو یاد کرتے ہوئے کہا "کٹی جیسا آدمی مجھے دوبارہ نہیں ملے گا۔ وہ میرا سب سے بڑا وفادار اور بھروسہ مند آدمی تھا۔"

دلیپ صاحب کے جتنے بھی پرانے کارکن تھے سارے ایک ایک کر کے انہیں یا تو چھوڑ کر چلے گئے یا انہیں چلتا کر دیا گیا۔ آج دلیپ صاحب اپنے آپ کو ایک دم اکیلا اور تنہا محسوس کر رہے ہیں۔ جب سنگی ساتھی ساتھ چھوڑ کے چلے جاتے ہیں تو ہر انسان اپنے آپ کو ایک دم اکیلا اور تنہا تنہا سا محسوس کرتا ہے۔ جب تک زندگی رواں دواں تھی، سب کچھ بڑا دلکش اور ہنگامہ خیز لگ رہا تھا۔ اب جب کہ زندگی ایک دائرے کے اندر سمٹ کے رہ گئی ہے تو اپنے پرانے سنگی ساتھیوں کی کمی کو وہ شدت سے محسوس کرنے لگتے ہیں۔ جب ان کا بائی پاس ہوا تھا مجھے ان کی چھوٹی بہن اختر بی بی نے بتایا کہ وہ مدہوشی کے عالم میں رات بھر اپنے ان کارندوں کا نام دہراتے رہے جو برس ہا برس ان کے ساتھ رہے۔ جو ان کے راز دار اور غم خوار تھے۔ انہوں نے کئی بار میرا بھی نام لیا جب کہ ان سے الگ ہوئے مجھے کئی برس ہو چکے تھے۔ جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں بڑے لوگ ہمیشہ سچے پیار کے بھوکے ہوتے ہیں۔ انہیں جو بھی ملتا ہے وہی اسے اپنے غرض کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو اپنی شخصیت کو دوسروں کی ہستی میں ضم کر دیتے ہیں۔ وید جی اور بلی دلیپ صاحب کے دو ایسے ساتھی تھے جنہیں انہوں نے اپنے بھائی بندوں کی طرح چاہا۔ انہوں نے بھی ان کے بھروسے کو ہمیشہ قائم و دائم رکھا۔

www.taemeernews.com

نو

کس انسان کا وقت کب بدل جائے کوئی نہیں جانتا۔ کچھ لوگ اچھے دنوں کی آس میں بیٹھے رہتے ہیں تو پتہ چلا کہ ان کے دن ہی خراب نکلے۔ دراصل وقت اور قسمت پر کسی کا بس نہیں چلتا۔ اسی سال مارچ کے مہینے میں میرے ساتھ کچھ اس طرح کا حادثہ پیش آیا جس نے پورے خاندان کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہمارے اس ملک میں ایسے مکار اور خود غرض سیاست دان آجکل سیاسی افق پر چھائے ہوئے ہیں جنہیں عام لوگوں کے مفاد سے زیادہ اپنے مفاد پیارے ہیں۔ وہ اقتدار سے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ہمارے یہاں آج بھی کچھ ایسے راج نیتا ہیں جن کے پاؤں قبر میں لٹک رہے ہیں پھر بھی وہ کرسی سے چپکے بیٹھے ہیں۔ اپنی بقاء کے لئے یہ لوگ ایسے کالے قانون بناتے ہیں جو عام لوگوں کے لئے سم قاتل ثابت ہوتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک اندھا قانون آج کل بحث کا موضوع بنا ہوا ہے۔ یہ قانون ہے 498-A جسے جہیز مانگنے والوں کے خلاف بنایا گیا تھا مگر جس کا استعمال جہیز کے لئے کم اور سسرال والوں کو ہراساں و پریشاں کرنے کے لئے زیادہ کیا جاتا ہے۔ قانون بھی دیکھئے کیسا ہے کہ ایک بہو پولیس اسٹیشن میں جاتی ہے اور اپنے سسرال والوں کے خلاف ایک سادہ کاغذ پر شکایت درج کرا کے آتی ہے کہ سسرال والوں نے اسے کھانا نہیں دیا، اسے بھوکوں رکھا، اسے مار پیٹ کرتے رہے۔ اسے باہر جانے نہیں دیتے تھے۔ آئے دن اس کے ماں باپ سے جہیز کی مانگ کرتے رہتے تھے۔ یہ شکایت درج کرا کے اس کا کام پورا ہو گیا۔ اس کے بعد پولیس کی ایک جمعیت اس شریف آدمی کے گھر پر دھاوا بول دے گی۔ جو بھی اس شکایت میں نامزد ہوگا اسے پکڑ کر پولیس تھانے میں بند کر دیا جائے گا اور جب تک عدالت سے ان کی

www.taemeernews.com

ضمانت نہیں ہوگی انہیں لاک اپ میں رہنا ہوگا۔اس کے بعد عدالت میں چالان ہوگا اور پھر دس بارہ سال تک مقدمہ چلے گا۔اس سے پہلے نہ کوئی صفائی نہ شنوائی اور نہ ہی کوئی تحقیقات۔ بہونے کاغذ پر جو لکھ دیا سمجھو وہ مقدس آیات ہیں جن پر سوال نہیں اٹھایا جاسکتا اور نہ ہی انہیں خارج کیا جاسکتا۔ چاہے وہ بہوحرافہ کیوں نہ ہو۔ چاہے اس کا چکر کسی اور کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ چاہے وہ ذہنی بیمار کیوں نہ ہو۔ یہ سب باتیں گئی بھارمیں ۔سرکار کو تو عورتوں کو خوش رکھنا ہے چاہے انہیں خوش رکھنے کے عوض مردوں کے سر کیوں نہ قلم ہو جائیں۔

لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ ہم بھارت واسی بڑے خوش قسمت ہیں کہ ہمارے یہاں جمہوریت قائم و دائم ہے۔ جمہوریت واقعی اچھی چیز ہے۔اس میں ہر فرد کو تحریر و تقریر کی آزادی ہے۔ پر ہم نے اس آزادی کا مطلب کچھ اور ہی نکالا ۔ ہمارے سیاست دان لوٹ کھسوٹ کرتے رہے ۔کوئی پریشان حال نہیں۔ عدالتوں میں برسوں سے ان رشوت خور سیاست دانوں کے خلاف کیس چل رہے ہیں۔کئی باعزت بری ہو گئے ۔باقی لوگ بھی ایک ایک کر کے بری ہو جائیں گے۔ان ہی سیاست دانوں نے اس جمہوریت میں اتنے چھید کیے ہیں کہ اب جمہوریت کی یہ پھٹی پرانی چادر کسی غریب کے کفن کی طرح لگ رہی ہے۔ ہمارے ان مکار اور بے ایمان سیاست دانوں اور کوٹھے کی طوائف میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ جس طرح ایک طوائف ہر رات اپنے گاہک کے سامنے نئے رنگ و روپ میں پیش ہوتی ہے اسی طرح ہمارے یہ سیاست دان بھی چہرے پر بے شرمی اور ریاکاری کا غازہ پوڈر مل کر عوام کے سامنے آجاتے ہیں اور انہیں اپنے نعروں اور وعدوں سے لبھاتے رہتے ہیں۔ یہاں کی جنتا اتنی بھولی بھالی ہے کہ وہ کھائی میں گرنے کے بعد پھر سے کنویں میں گرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔طوائف ہر رات اپنے گاہک کے ساتھ کچھ سپنے جوڑتی ہے اور کاذب صبح نمودار ہوتے ہی وہ سارے سپنے توڑ دیتی ہے۔سیاست دان جب تک اقتدار سے باہر ہوتا ہے جنتا کے ساتھ ڈھیر سارے وعدے کرتا ہے۔ اقتدار کی ڈور ہاتھ میں آتے ہی وہ یہ سارے

www.taemeernews.com

وعدے بھول جاتے ہیں۔

کچھ ایسا ہی ہمارے ساتھ ہوا۔ ہماری عزت کو تاراج کیا گیا۔ ہمیں ذلیل وخوار کیا گیا۔ ہم اپنی صفائی پیش کرتے رہے پر کسی نے ہماری بات سنی ہی نہیں۔ ہمیں تو اچھوت بنا کر رکھ دیا گیا۔ یہ بات دلیپ صاحب کی چھوٹی بہن اختر بی بی کو معلوم تھی اور وہ بہت ہی فکر مند اور پریشان تھی۔ ایک دن اس نے دلیپ صاحب کے کان میں یہ بات ڈالی کہ میں بہت پریشان ہوں اور ان سے ملنا چاہتی ہوں۔ بجائے اس کے وہ یہ پوچھتے کہ کیا ماجرا ہے وہ اپنے بھائیوں کے خلاف اپنی دل کی بھڑاس نکالتے رہے۔ اختر بی بی اداس اور پریشان ہو کر رہ گئیں۔ سوچنے لگی کہ یا اللہ یوسف بھائی کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ میں تو دیپک کے لئے ان کی مدد چاہتی تھی وہ تو اپنی ہی کہانی لے کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب انہوں نے اپنی بھڑاس نکال کر جی ہلکا کر دیا تو اختر بی بی سے بولے ''کول صاحب مجھے بہت عزیز ہیں۔ وہ جب بھی مجھ سے ملنا چاہیں مل سکتے ہیں۔ سائرہ شاید انہیں مجھ تک آنے نہ دے گی۔ ان سے کہہ دیجئے کہ وہ انیل کے ہاتھ مجھ تک اپنا پیغام پہنچا دیں۔'' میں نے اگلے روز انیل کو فون کر کے کہا کہ وہ صاحب تک میرا پیغام پہنچا دیں کہ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ انیل حکم کا غلام تھا۔ وہ دلیپ صاحب تک میرا پیغام پہنچانے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا پر اسے موقع نہیں مل پا رہا تھا۔ کئی عقابی نگاہیں ہر پل اس کی نگرانی کر رہی تھیں۔

دو دن بے چینی کے عالم میں گزر گئے۔ میں انیل کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ وہ فون کر کے مجھے یہ خوشخبری دے کہ دلیپ صاحب نے مجھے بنگلے پر بلایا ہے۔ تیسرے دن شام کے چھ بجے تھے۔ میں اپنی ہاؤسنگ سوسائٹی کے آفس میں بیٹھا تھا کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجی۔ انیل لائن پر تھا۔ اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ صاحب مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ دلیپ صاحب نے فون لیا اور وہ شکایت بھرے لہجے میں بولے ''کہاں ہیں آپ؟'' اپنے اس مربی اور مہربان کی آواز سن کر میں بھلا اپنے جذبات کیسے روک پاتا۔ میں ایک دم جذباتی ہو کر انہیں

www.taemeernews.com

اپنی روداد سنانے لگا اور ساتھ ہی میں ان سے کہتا رہا کہ میں اکیلا ہو گیا ہوں، میرا اس شہر میں کوئی اپنا نہیں۔ وہ بار بار مجھے ٹوکتے رہے ''آپ ایسا کیوں سمجھتے ہیں۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ خیال اپنے دماغ سے بالکل نکال دیجئے کہ آپ اکیلے ہیں۔ آپ ایسا کیجئے کہ کل آپ میرے پاس آ کر مجھے سب کچھ تفصیل سے سمجھا دیجئے۔'' یہ گفتگو آدھے گھنٹے تک چلی اور اس کے بعد انہوں نے فون رکھ دیا۔ میرے دل میں ایک آس بندھی۔ میں بڑی بے تابی سے صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

رات کو انیل جب اپنے گھر پہنچا تو اس نے مجھے فون کر کے بتا دیا کہ کس طرح اس نے جوکھم اٹھا کر صاحب تک میری بات پہنچا دی۔ ہوا یوں کہ شام کو صاحب نیچے آ گئے۔ سائرہ جی ساتھ میں تھیں۔ وہ کسی سے بات کرنے باہر گئیں تو اس نے صاحب سے کہا کہ کول صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ صاحب بولے وہ کبھی بھی مل سکتے ہیں۔ پھر اچانک وہ بولے۔ فون لگاؤ۔ اس نے ہبڑ دھبڑ مجھے فون لگا دیا۔ ہماری بات جب پوری ہوئی تبھی سائرہ جی اندر آ کر اس سے پوچھنے لگی کہ کس کا فون تھا تو اس نے ہڑبڑا کر کہا کہ کسی چوہان کا فون تھا۔ اس طرح اس کی گردن کٹتے کٹتے بچ گئی۔

اگلے روز میں دلیپ صاحب کے بنگلے پر دن کے ایک بجے پہنچ گیا۔ اوپر خبر بھجوا دی تو پیغام یہ ملا کہ ابھی وہ کھانا کھانے والے ہیں۔ میں بلاوے کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ بیٹھے بیٹھے چار بج گئے۔ میں نے پھر سے پیغام بھیجا۔ پتہ چلا کہ دلیپ صاحب آرام فرما رہے ہیں۔ دلیپ صاحب سے میرا ملنا اشد ضروری تھا اس لئے انتظار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ بجتے بجتے پونے سات ہو گئے تبھی یہ خبر آئی کہ صاحب نیچے آ رہے ہیں۔ مسقط سے ان کے ایک قریبی دوست بھی ان کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ بھی نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان حضرات کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ ہم دونوں لفٹ کے باہر کھڑے ہو گئے۔ جوں ہی دلیپ صاحب لفٹ سے باہر آ گئے تو وہ صاحب آگے بڑھ کر ان سے بغلگیر ہو گئے جب کہ میں دور

www.taemeernews.com

کھڑا تھا اور جیسے ہی ان کی نظر مجھ پر پڑی تو میں نے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ وہ اپنے دوست سے بولے ''کول صاحب کسی پرابلم میں ہیں۔ مجھے سب سے پہلے ان کو اس پرابلم سے نکالنا ہے۔'' وہ کچھ بولے تو دلیپ صاحب قدرے برہمی سے بولے ''میں کہیں بھاگا نہیں جا رہا ہوں۔ میں نے آپ سے کہا نا کہ کول صاحب پریشانی میں ہیں۔ مجھے سب سے پہلے ان کو اس پریشانی سے باہر نکالنا ہے۔ آپ کو پتہ نہیں ہوگا کہ کول صاحب سے میرے کیسے مراسم ہیں۔ وہ میرا بہت پرانا ساتھی ہے۔ آپ جا کے نماز پڑھ لیجئے میں تب تک کول صاحب سے بات کر لیتا ہوں۔'' یہ قدر و محبت دیکھ کر میری آنکھیں بھر آئیں۔ وہ میری طرف بڑھے اور پھر میرے کاندھے پر اپنا وزن ڈال کر صوفے کی تلاش میں ادھر اُدھر دیکھتے رہے۔ آئے دن بنگلے میں ہو رہی سیریل کی شوٹنگ کی وجہ سے گھر کباڑ خانہ بن کر رہ گیا تھا۔ ہر جگہ کاٹھ کباڑ بکھرا پڑا تھا۔ ہم ایک ٹوٹے پھوٹے صوفے کی طرف بڑھے اور پھر ہم دونوں اسی صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں نے ان کے ہاتھ میں پوری فائل تھما دی۔ جب وہ اس فائل کا مطالعہ کر رہے تھے تو اچانک ان کے گال غصے سے تمتمانے لگے اور وہ میری طرف دیکھ کر بولے ''یہ تو سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔ آخر ان لوگوں نے آپ کے خلاف کارروائی کیسے کی؟'' میں نے ہمت کر کے کہا ''صاحب! اگر آپ پولیس کمشنر کو فون کر دیتے تو پولیس مجھے مزید ہراساں نہ کرتی۔'' وہ بھرائے ہوئے انداز میں بولے ''میں پولیس کمشنر کو فون کیوں کروں؟ میں پولیس کمشنر کو فون نہیں کروں گا۔'' میں شاک سے ان کا منہ تکنے لگا۔ اس سے پہلے کہ میں ٹوٹ کر گر جاتا وہ بڑی اپنائیت سے بولے ''میں آپ کو سیدھے چیف منسٹر کے پاس لے کر جاؤں گا۔ یہ سب لوگ میرے دوست ہیں۔ میں نے ان کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ میں ابھی آپ کو چیف منسٹر سے ملانے لے جاؤں گا۔'' یہ کہہ کر وہ کھڑے ہو گئے اور ڈرائیور کو آواز دینے لگے۔ ڈرائیور نے گاڑی نیچے گیراج میں کھڑی کی تھی۔ ایک لڑکا بھاگ کر گیا اور ڈرائیور کو بلا کر لے آیا۔ اتنے میں ان کے دوست بھی نماز ادا کر کے نیچے آ گئے۔ ہم دونوں کو گاڑی میں بیٹھنے کا حکم ملا۔ وہ بھی

www.taemeernews.com

آ کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اس وقت شام کے پونے سات بجے تھے۔ میڈم اس ساری صورت حال سے بے خبر تھی۔ اسی بیچ میڈم نیچے آ گئی۔ اس نے جب صاحب کو گاڑی میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو اس نے اپنے ایک نوکر سے پوچھ کر یہ پتہ لگایا کہ آخر دلیپ صاحب اس وقت کہاں جا رہے ہیں۔ جب انہیں یہ خبر ملی کہ دلیپ صاحب مجھے چیف منسٹر سے ملوانے لے جا رہے ہیں تو وہ سامنے نہیں آئی بلکہ دلیپ صاحب کا سیکورٹی افسر (ممبئی پولیس کا ایک سب انسپکٹر) دلیپ صاحب کے پاس آ کر انہیں سمجھانے لگا کہ وہ اگر اس وقت چیف منسٹر سے ملنے جائیں گے تو انہیں وہاں تک پہنچتے پہنچتے ڈیڑھ گھنٹہ لگے گا۔ پھر کیا خبر کہ چیف منسٹر شہر میں ہیں کہ نہیں۔ سیکورٹی افسر کم بخت کھیل بگاڑ چکا تھا۔ دلیپ صاحب سوچ و بچار میں پڑ گئے۔ میری تو بنی بنائی آس ٹوٹ گئی۔ میں گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اتنے میں میڈم آ گئیں اور شکایت بھرے لہجے میں مجھ سے بولی ''کول صاحب! میں جب دن میں آپ کو ملی تھی تو اس وقت آپ نے مجھ سے کچھ کہا کیوں نہیں۔'' میں نے کہا ''سائرہ جی دراصل میں نے یہی سوچا تھا کہ جب میں صاحب سے ملوں گا تو آپ دونوں کو اپنی روداد سناؤں گا۔'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور کہتی صاحب میری حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ اب میڈم نے بھی پینترہ بدلا اور وہ میری تعریفیں کرتے ہوئے بولی ''صاحب کول صاحب! شارپ فوکس (میڈم کی پروڈکشن کمپنی) کے ساتھ جڑے رہے۔ آپ بے شک کول صاحب کی جس طرح بھی مدد کرنا چاہیں کر لیجئے، پر یہ بھی تو سوچئے کہ آپ اگر یہاں سے چیف منسٹر صاحب سے ملنے چلے گئے اور وہ آپ کو وہاں نہیں ملیں گے تو یہ آپ کے لئے کتنی بے عزتی کی بات ہوگی۔ ویسے بھی کول صاحب ضمانت پر ہیں۔'' وہ میری طرف مڑ کر بولی ''کول صاحب! آپ کچھ بولتے کیوں نہیں؟'' بازی الٹ گئی تھی۔ اب مجھے بھی میڈم کی ہاں سے ہاں ملانی پڑ رہی تھی۔ اب میں اس قدر بے چین اور دل برداشتہ ہوا جا رہا تھا کہ میں گاڑی سے اتر کر یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا۔ یہ گاڑی کی سیٹ مجھے پھانسی کے تختے کی طرح لگ رہی تھی۔ یونہی میں گاڑی سے باہر

www.taemeernews.com

نکل جانا چاہتا تھا دلیپ صاحب مجھے ڈانٹ کر بٹھا دیتے تھے۔ آخر بحث وتکرار کا یہ سلسلہ بہت دیر تک چلتا رہا۔ آخر میں میڈم نے ایک اور ترپ کا پتہ پھینکا۔ وہ دلیپ صاحب سے بولی کہ وہ ابھی چیف منسٹر کے پی۔ اے سے فون کر کے کل کا ٹائم لیں گی۔ پھر آپ ان کو لے جائیے۔ دلیپ صاحب نے اس بار میڈم کی رائے سے اتفاق کیا اور میڈم مجھے اپنے ساتھ اندر آفس میں لے گئی۔ دلیپ صاحب مجھے میڈم کے ہاتھوں میں سونپ کر اپنے دوست کے ساتھ گھومنے نکل گئے۔ میڈم مجھے اندر لے کے گئی اور سب سے پہلے اس نے تائیدی انداز میں مجھ سے کہا کہ میں دلیپ صاحب کو اپنے گھر کے مسائل میں نہ الجھاؤں۔ وہ پہلے سے ہی اپنے گھر کے مسئلوں میں الجھے ہوئے ہیں اور وہ نہیں چاہیں گی کہ آلتو فالتو کے مسائل میں وہ خوامخواہ الجھے رہیں۔ ساتھ ہی اس نے مجھے یہ تنبیہ کی کہ میں اختر بی بی کو بھی سمجھاؤں کہ وہ اپنے بھائی کو باہر کے مسئلوں میں نہ الجھایا کرے۔ اب کے مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے میڈم سے کہا کہ اس اختر بی بی کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وہ بڑی برہمی سے بولی کہ اختر بی بی ہی دلیپ صاحب کو فون کر کے آپ کے بارے میں بتاتی ہے۔ میں بار بار اس بات کی تردید کرتا رہا۔ میں نے میڈم کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ اختر بی بی کا اس معاملے میں کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ جب کہ حقیقت یہ تھی کہ سب سے پہلے اختر بی بی نے ہی دلیپ صاحب کو فون کر کے یہ خبر دی تھی۔ میں اس بات پر ڈٹا رہا کہ فون اختر بی بی نے نہیں بلکہ فون دلیپ صاحب نے مجھے کیا تھا اور باتوں باتوں میں میں نے انہیں اس مسئلے کے تعلق سے بتا دیا۔ بالآخر میڈم کو میری بات کا یقین کرنا ہی پڑا اور اس طرح اختر بی بی کی جان چھوٹی۔ اسی بیچ سیکرٹری نے کسی کو فون لگا دیا اور میڈم اس سے بات کرنے لگی۔ بات پوری ہونے کے بعد میڈم نے مجھے یہ ہدایت دی کہ میں انیل کے ہمراہ کل ''منترالیہ'' پہنچ جاؤں اور سبھاش للا سے ملوں جسے چیف منسٹر کا پی اے بتایا گیا۔

اگلے روز جب میں انیل کے ساتھ ''منترالیہ'' کی طرف جا رہا تھا تو پتہ نہیں بار بار

www.taemeernews.com

میرے من میں یہ سوال کیوں اٹھ رہا تھا کہ اگر یہ چیف کا پی۔اے ہے تو وہ انسانی حقوق کے کمیشن میں بیٹھا کیا کر رہا ہے۔ میں نے انیل سے کہا کہ وہ دلیپ صاحب کے سیکرٹری ڈیکوسٹا کو فون لگا کر پوچھے کہ یہ بندہ ہے کون اور یہ یہاں کیوں بیٹھا ہے۔ جواب ملا کہ وہ کچھ وقت یہاں بھی گزارتا ہے۔ جب کوئی پانی میں ڈوب جاتا ہے تو اسے تنکا بھی بہت بڑا سہارا دکھائی دیتا ہے۔ میں بھی ایک ڈوبے ہوئے مسافر کی طرح تھا جو تنکوں کو پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیا یہ تنکے مجھے کنارے لگا سکتے ہیں، میں خود حیران تھا۔

جب ہم مذکورہ شخص کے آفس میں پہنچ گئے تو میرا عندیہ صحیح نکلا۔ وہ شخص ایک زمانے میں چیف منسٹر کا پی۔اے رہ چکا تھا۔ اب اسے کمیشن برائے انسانی حقوق میں ایک ممبر کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ تو ایسا ہی تھا کہ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ یہاں پر میں بغیر کسی وسیلے کے بھی آ سکتا تھا اور کسی بھی ممبر کو اپنا دکھڑا سنا سکتا تھا۔ میڈم نے میرے ساتھ بڑا خوبصورت مذاق کیا تھا۔ انیل میری طرف اور میں انیل کی طرف دیکھتا رہا۔ انیل بھی اس مذاق پر دکھی اور پریشان ہونے لگا۔ بہر حال ہم اس صاحب سے ملے۔ اس نے صاف لفظوں میں ہم سے کہا کہ اس معاملے میں وہ ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتا تاہم اس نے ڈائریکٹر جنرل پولیس کو اپنے کیبن میں بلایا اور اس سے میرا تعارف کرا کے کہا کہ انہیں سائرہ جی نے میرے پاس بھیجا ہے۔ آپ دیکھئے آپ ان کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ وہ ہمیں اپنے کیبن میں لے گئے۔ میں نے ان کو مختصر الفاظ میں اپنی رام کہانی سنائی۔ اس نے مجھے دو دن کے بعد معہ سارے ثبوت لے کے آنے کو کہا۔ ہم اس سے رخصت لے کر وہاں سے چلے آئے۔ حالانکہ میں نے اپنا اسکوٹر دلیپ صاحب کے بنگلے کے باہر ہی کھڑا کیا تھا پھر بھی میرا دل نہیں مانا میڈم سے ملنے کو۔ میں وہاں سے سیدھے گھر چلا آیا۔

دو دن کے بعد میں پولیس کمشنر سے پھر ملنے چلا گیا۔ وہ بھی کمیشن برائے انسانی حقوق کے ساتھ وابستہ تھا۔ میں نے ان کو سارے ثبوت جب دکھائے تو وہ دانتوں تلے انگلی دبا کر رہ

www.taemeernews.com

گئے۔ بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ سبھی لوگ جانتے ہیں کہ اس قانون کا غلط استعمال ہو رہا ہے پھر بھی کوئی کچھ کر نہیں پاتا۔ کیونکہ یہ قانون ہی یک طرفہ ہے۔ اس نے مجھے کسی حمایت کا یقین تو نہیں دلایا البتہ مایوس بھی نہیں کیا۔ اس سے ملنے کے دو دن بعد تھانے کے انچارج نے میرے وکیل کو فون کر کے یہ شکایت ظاہر کی کہ ہم لوگوں نے کمیشن برائے انسانی حقوق میں ہمارے خلاف شکایت درج کی ہے۔ وکیل نے میرے بیٹے کو فون کر کے جب اس بارے میں استفسار کیا اور ساتھ ہی اسے یہ کہہ کر ڈرا دیا کہ ہماری ضمانت رد ہو سکتی ہے تو وہ بدحواس ہو کر میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ پولیس والے ہماری ضمانت کینسل کرا سکتے ہیں تو ایک پل کے لئے میں بھی ہل گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے لڑکے سے کہا کہ اس میں اسقدر گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل پولیس والوں کی جان پر بن آئی ہے اس لئے وہ ہمیں ڈرا دھمکا کر خاموش رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی دوران دلیپ صاحب کے سیکورٹی افسر نے بھی تھانہ انچارج کو فون کر کے یہ مژدہ سنایا کہ کول صاحب دلیپ صاحب کا خاص بندہ ہے اور وہ اسے لے کر چیف منسٹر کے پاس جانے والے تھے کہ میں نے انہیں وہاں جانے سے روک لیا کیونکہ وہ وقت چیف منسٹر سے ملنے کے لئے موزوں نہ تھا۔ ان دونوں باتوں سے یہ کرم ہو گیا کہ جس طرح مجھے پولیس کسی کے کہنے پر ہراساں کر رہی تھی وہ سلسلہ ایک دم رک گیا اور پولیس کے بلاوجہ کے فون آنے بند ہو گئے اور اگر کبھی کوئی پولیس والا گھر پر آیا بھی تو اس کا لب ولہجہ بہت ہی با اخلاق اور مہذب رہا۔

کئی ہفتے بیت گئے۔ ایک دن میں اختر بی بی کے گھر پر بیٹھا تھا کہ دلیپ صاحب کا فون آ گیا۔ اختر بی بی بہت دیر تک بھائی سے بات کرتی رہی۔ باتیں کرتے کرتے انہوں نے میری طرف سے سلام ٹھونک دیا۔ میں منع کرتا رہا پھر بھی وہ میرے تعلق سے بات کرتی رہی۔ دلیپ صاحب نے بہن سے کہا کہ کول صاحب سے کہنا کہ وہ کل گیارہ بجے آ کر مجھ سے مل لے۔ اختر بی بی نے دوبارہ وقت کے بارے میں پوچھا تو وہ پھر گیارہ بجے بولے۔ اسی اثنا

www.taemeernews.com

میں سائرہ جی نے فون لے کر پوچھا کہ کیا کول صاحب کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا؟ تو اختر بی بی بیزاری سے بولی کہ وہ مسئلہ تو کب کا حل ہو چکا ہے۔ دراصل یوسف بھائی اس سے ملنا چاہتے ہیں۔ اب کے میڈم نرم پڑتے بولی ''کل مت بھیجئے پرسوں بھیجئے وہ بھی ٹھیک بارہ بجے۔'' اختر بی بی نے مجھے تیسرے دن بنگلے پر ٹھیک بارہ بجے پہنچنے کے لئے کہا۔ میں نے اختر بی بی سے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے دلیپ صاحب سے میرا ذکر کیوں کیا۔ آپ کو تو پتہ ہے کہ وہاں کے حالات کیسے ہیں۔ وہاں جانا کسی قید خانے میں خود کو قیدی بنا کر رکھنا جیسا ہے۔ اختر بی بی مجھے سمجھاتے ہوئے بولی کہ یوسف بھائی کو تم سے کوئی کام ہوگا اس لئے تمہیں بنگلے پر بلایا ہے۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا'' کیا پتہ کہ پرسوں تک وہ اس ملاقات کو یاد بھی رکھ سکیں۔''

میں تیسرے دن حسب حکم ٹھیک بارہ بجے بنگلے میں حاضر ہوا اور ڈیکوسٹا سے کہا کہ وہ صاحب کو خبر کر کے آئے کہ میں نیچے بیٹھا ہوں۔ پتہ چلا کہ سب سے پہلے یہ خبر میڈم تک پہنچانی ہے۔ اس کے بعد وہ یہ طے کریں گی کہ آیا یہ خبر صاحب تک پہنچائی جائے یا نہیں۔ میں نیچے بیٹھا بلاوے کا انتظار کرتا رہا۔ جب ایک بھی بج گیا اور کسی نے میری سدھ نہ لی تو میرا پارہ چڑھنے لگا۔ میں نے غصہ ہو کر کئی لوگوں کو کھری کھوٹی سنا ڈالی۔ میں نے ابل کر کہا کہ میں بھی بیکار نہیں بیٹھا ہوں۔ صاحب نے آنے کا حکم جاری کیا تو میں سو روپے کا تیل جلا کر اس دوار پر آ کے کھڑا ہوا۔ میں یہاں کسی سے خیرات مانگنے نہیں آیا ہوں۔ وہ ملنا چاہیں تو ملیں نہیں ملنا چاہتے تو کہہ دیں، میں اٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ میرا اسطرح ابل پڑنے سے اوپر خبر پہنچ گئی اور میڈم کا انٹرکوم پر فون آ گیا۔ وہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق مجھ پر ہی خفا ہو کے بولی کہ آپ کو تو بارہ بجے آنے کے لئے کہا گیا تھا، پھر آپ؟ میں نے اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی برہم ہو کے کہا کہ میں بارہ بجے سے یہاں بیٹھا ہوں۔ میں نے آتے ہی اوپر پیغام بھیج دیا تھا۔ اب مجھے یہ پتہ نہیں کہ میرا پیغام اوپر تک پہنچا کہ نہیں۔ میڈم پہلے اپنے ملازموں

www.taemeernews.com

کوکوسنے لگی اور پھر مجھ سے بولیں کہ دلیپ صاحب کی آنکھ ابھی ابھی لگ چکی ہے۔ جونہی وہ کھانا کھانے کے لئے اٹھیں گے تو وہ ملاقات کی کوئی نہ کوئی سبیل ڈھونڈ نکالیں گی۔ مجھے یہ ہدایت دی گئی کہ میں تب تک یہیں پر کھانا وغیرہ کھالوں۔ شوٹنگ جاری تھی اس لئے یونٹ کے کھانے کا بریک چل ہی رہا تھا۔

ایک سے دو، دو سے تین اور تین سے چار ہو گئے۔ اب کے پھر میرا دماغ گرم ہونے لگا۔ میں نے ڈیکوسٹا سے کہا کہ وہ جا کر سائرہ جی سے پوچھ کے آجائے کہ میں رکوں یا چلا جاؤں۔ وہ بیچارا دونوں طرف پھنسا ہوا تھا۔ میڈم کے سامنے جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی کیونکہ بنگلے میں میڈم کی دہشت تھی۔ مجھے منع بھی نہیں کر پا رہا تھا کیونکہ اسے یہاں کھڑا کرنے میں میرا بڑا ہاتھ تھا۔ وہ اس احسان کو ابھی تک بھول نہیں پایا تھا۔ بہر حال بڑی ہمت کر کے وہ میڈم کے سامنے گیا اور اس تک میرا پیغام پہنچایا۔ ایک بار پھر انٹر کوم بجنے لگا۔ ایک ملازم نے فون اٹھایا تو اس نے بڑھ کر ریسیور میرے ہاتھ میں تھما دیا اور پھسپھسی آواز میں بولا ''میڈم کا فون ہے''۔ میں نے ریسیور ہاتھ میں لیا۔ دوسری طرف سے سائرہ جی بول رہی تھی ''کول صاحب! صاحب کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ سو رہے ہیں۔ شام کو ہمیں شادی میں بھی جانا ہے۔ آپ اس وقت ایسا کیجئے۔ آپ چلے جایئے۔ میں کل یا پرسوں آپ کو فون کر کے بلالوں گی۔'' میں نے ریسیور نیچے رکھ لیا اور تیزی سے بنگلے سے باہر نکل گیا۔

www.taemeernews.com

دس

جس طرح فلم سے جڑی ہر بات جھوٹی ہوتی ہے۔فلموں کے کردار جھوٹے ہوتے ہیں، ہنسی جھوٹی ہوتی ہے، آنسو جھوٹے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ انکا پیار جھوٹا ہوتا ہے ایسے میں ان کے وعدے سچے کیسے ہو سکتے ہیں۔وہ کل بھی آ کے گزر گیا اور وہ پرسوں بھی مگر بنگلے سے میڈم کا کوئی فون نہ آیا۔میں بھی یہ بات اچھی طرح جانتا تھا اس لئے میں بھی اس بات کو بہت جلدی بھول گیا۔اس واقعے کے دو تین ماہ بعد سری نگر سے میرا ایک دوست میرے گھر آ کے رکا۔ یہ صاحب بشیر عارف ہیں جو آجکل دودھ بھارتی کمرشل سروس سری نگر کے اسٹیشن ڈائریکٹر ہیں۔وہ دراصل کچھ آرٹسٹوں کے انٹرویو ریکارڈ کرنے آیا تھا جن میں لتا منگیشکر اور دلیپ صاحب کا نام سرفہرست تھا۔وہ ضد کرنے لگا کہ میں اس کے ساتھ بنگلے پر چلوں۔میں نے کہا کہ میں لتا جی کے ہاں چلنے کے لئے تیار ہوں مگر میں دلیپ صاحب کے بنگلے پر نہیں چلوں گا۔جب وہ مجھے منانے میں ناکام ہوا تو اس نے میرے چھوٹے صاحبزادے کو اپنے ہمراہ لے لیا۔بشیر سائرہ جی کو پہلے سے جانتا تھا اس لئے دلیپ صاحب سے ملاقات کرنے کے لئے اسے زیادہ تگ و دو نہ کرنا پڑا۔وہ جب بنگلے پر پہنچے تو وہاں پر انکی خوب آؤ بھگت ہوئی۔بشیر کے ساتھ دودھ بھارتی ممبئی کے کچھ لوگ بھی تھے۔یہ سب لوگ دلیپ صاحب کے سامنے بیٹھے تھے جن میں میرا چھوٹا بیٹا بھی شامل تھا۔یہاں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ دلیپ صاحب اور سائرہ جی میرے دونوں بچوں سے بخوبی مانوس ہیں۔میرے چھوٹے بیٹے نے دلیپ صاحب کے پاؤں چھوئے اور پھر ایک کونے میں جا کر بیٹھ گیا۔دلیپ صاحب ہر ایک

www.taemeernews.com

مہمان سے باری باری بات کرتے رہے لیکن ان کی نگاہوں کا مرکز میرا بیٹا تھا۔ بہت دیر کے بعد انہوں نے میرے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا ''ماشاءاللہ بہت خوبصورت ہیں آپ۔ کون ہیں آپ؟'' میرے بیٹے نے شرماتے ہوئے کہا ''میں کول صاحب کا بیٹا ہوں۔'' اس کا اتنا ہی کہنا تھا کہ دلیپ صاحب ایک دم جذباتی ہو گئے۔ لڑکے کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلا لیا۔ وہ جونہی دلیپ صاحب کے پاس چلا گیا تو دلیپ صاحب نے اسے گلے سے لگا لیا اور پھر اسے بہت دیر تک چومنے لگے اور اسے پیار کرنے لگے۔ اس عمل سے فارغ ہو کر وہ بشیر سے مخاطب ہو کر بولے ''کول صاحب میرے چھوٹے بھائی ہیں۔ آجکل بہت تکلیف میں ہیں وہ۔'' نہ جانے میڈم نے یہ بات کہاں سے سنی کہ وہ وہیں سے چلائی ''صاحب! کول صاحب کا پرابلم تو میں نے حل کر دیا۔'' دلیپ صاحب کچھ نہ بولے۔ وہ پتہ نہیں کہاں کھو گئے۔ اتنے میں چائے آ گئی۔ دلیپ صاحب بھی چائے اور پکوڑوں کا لطف لینے والے تھے کہ ایک نوکرانی بھاگ کر آ گئی اور ان کے ہاتھ سے پکوڑوں کی پلیٹ چھین کر لے گئی۔ دلیپ صاحب تلملا کر رہ گئے۔ ڈاکٹروں نے دلیپ صاحب کو تلی ہوئی چیزیں کھانے سے منع کر دیا ہے۔ سائرہ جی ان کی صحت کا خاص خیال رکھتی ہیں۔ دلیپ صاحب کو آملیٹ اور پکوڑے بہت پسند ہیں۔ جب بھی کبھی آملیٹ کا ذکر چھڑتا تھا تو انہیں ''نیا دور'' یاد آ جاتی تھی۔ ''نیا دور'' کی فلم بندی کے دوران لیش چوپڑہ اور دلیپ صاحب دن میں آٹھ آٹھ دس دس آملیٹ کھا جایا کرتے تھے۔ ''کالنگا'' کی تکمیل کے دوران جب کبھی ہم کوئی لوکیشن دیکھنے جاتے تھے تو دلیپ صاحب کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں مجھے لے کر گھس جاتے تھے اور وہاں چائے اور پکوڑوں کا آڈر دے جاتے تھے۔ جے پور کے آؤٹ ڈور شوٹنگ شیڈول کے دوران وہ مجھے کبھی گاڑی میں بٹھا کر کہتے ''چلئے دودھ اور جلیبی کھا کر آتے ہیں۔'' میں انہیں ڈراتے ہوئے کہتا ''صاحب سائرہ جی کو پتہ چل گیا نا تو آپ کے ساتھ ساتھ میری بھی شامت آ جائے گی۔''

www.taemeernews.com

خیر وہاں چائے کا دور چلتا رہا۔ ساتھ میں انٹرویو بھی ہوتا رہا۔ اس بیچ وودھ بھارتی ممبئی کی ایک اناؤنسر نے موبائل سے دلیپ صاحب کی ایک تصویر کھینچی۔ دلیپ صاحب اس اناؤنسر پر برس پڑے ''آپ نے کس کی اجازت سے تصویر کھینچی؟'' اس محترمہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ حالت ایسی ہوگئی کہ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم۔ وہ روہانسی ہو کر منہ چھپا کر بیٹھ گئی۔ دلیپ صاحب ان سب سے بے نیاز اپنا کالر ٹھیک کرنے میں لگ گئے۔ آستین کے بٹن بند کئے۔ جب انہیں لگا کہ اب سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے تو وہ اس محترمہ کی طرف گھوم کر بولے ''اب آپ تصویر کھینچ سکتی ہیں'' اس بیچاری کی جان میں جان آ گئی۔ اس کے بعد وہ بشیر سے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ باتوں باتوں میں دلیپ صاحب نے بشیر سے پوچھا ''آپ اس وقت کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟'' بشیر نے میرے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں ان کے یہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ اب کے دلیپ صاحب کچھ بیزاری سے بشیر کی طرف دیکھ کر بولے ''آپ اتنا ہی کہتے کہ میں کول صاحب کے یہاں ٹھہرا ہوا ہوں تو میں آپ کو لینے کے لئے اپنی گاڑی بھیج دیتا۔ یہ آپ کو ادھر اُدھر کے اتنے سارے وسیلے اور حوالے دہرانے کی کوئی ضرورت نہ تھی'' بشیر رشک بھری نظروں سے میرے بچے کی طرف دیکھنے لگا۔

رات کو جب وہ گھر پہنچا تو وہ بار بار دلیپ صاحب کے ایک ایک مکالمے کو دہراتا رہا۔ وہ جتنا خوش تھا اتنا ہی حیران۔ خوش اس بات سے تھا کہ دلیپ صاحب آج بھی مجھے بھولے نہیں تھے۔ حیران اس بات کی وجہ سے تھا کہ دلیپ صاحب ہر بات بہت جلد بھول جاتے ہیں وہ نہ میری پرابلم کو بھلا پائے ہیں اور نہ ہی مجھے۔ جب کہ دوسرے لوگوں کے بارے میں پہلے ان کو بتا دیا جاتا ہے۔ میرے معاملے میں بات بالکل الٹ ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ آج بھی مجھے بے حد چاہتے ہیں مگر اس بے بسی کا کیا کیجئے گا جو آج ان کا مقدر بن چکی ہے۔ کل تک شیر ببر کی طرح دہاڑنے والا پٹھان آج بہت ہی تھکا تھکا اور بیمار سا لگ رہا ہے۔ میں جب بھی انہیں اس حال میں دیکھتا ہوں تو میرا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ میں نے انہیں ہمیشہ گرجتے

www.taemeernews.com

برستے دیکھا ہے۔زندگی انسان کو کیا کیا رنگ دکھلاتی ہے۔جب وہ عالم جوانی میں ہوتا ہے تو اتنا مغرور اور مدہوش ہوتا ہے کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ یہ جوانی سدا ٹکنے والی نہیں ہے۔ جوانی ڈھلے گی تو بڑھاپا آئے گا۔پتہ نہیں آخری ایام میں شریر ساتھ دے کہ نہ دے۔میں نے کئی فلمی ستاروں کو آخری ایام میں بڑی کٹھن اور ناگفتہ بہ حالت میں جیتے ہوئے دیکھا۔یہ فلم لائن چار دن کی چاندنی ہے۔آجکل کے کلاکار تو بڑے سیانے ہوگئے ہیں۔وہ اپنا روپیہ پیسہ کئی جگہ لگا کے رکھ دیتے ہیں تا کہ کل کو انہیں کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانے پڑیں۔

دلیپ صاحب اس معاملے میں خوش قسمت ہیں۔انہوں نے اپنی بیشتر زندگی عیش و آرام کے ماحول میں گزاردی ہے۔آج بھی وہ مالک کے کرم سے ایک اچھی خاصی آرام دہ زندگی گزار رہے ہیں۔بس اگر کچھ بدلا تو وہ ہے ان کی سوشل لائف۔صبح سے شام تک بنگلے پر جس قسم کا غلغلہ رہتا تھا۔وہ اب دکھائی نہیں دیتا ہے۔سیاسی اور سماجی معاملوں میں الجھے دلیپ صاحب آج کل صرف اپنے گھر کے معاملوں تک ہی محدود ہیں۔وہ دن گئے جب کیا افسر کیا منتری ان کے در پر حاضری دینے آجایا کرتے تھے۔آجکل ان کی دنیا گھر کی چار دیواری میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔کبھی کبھار اگر وہ کسی تقریب میں شامل ہو بھی جاتے ہیں تو وہاں پر ان کی موجودگی ہو کر بھی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔

دو ماہ پہلے ایک دن صبح صبح بنگلے سے فون آیا۔فون انیل نے کیا۔اس نے یہ روح فرسا خبر سنا ڈالی کہ سائرہ جی کے والد میاں احسان کا پاکستان میں انتقال ہو گیا ہے اور اگلے روز سب کو تعزیت کے لئے بنگلے پر بلایا گیا ہے۔میاں احسان سے میں دو بار ملا تھا۔سن مجھے یاد نہیں۔وہ بہت ہی شریف،اور نیک انسان تھے۔

برسوں پہلے وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔وہاں انہوں نے دوسری شادی کی۔پہلی بار جب وہ ممبئی تشریف لے آئے تو رشتوں میں وہ گرمی اور مٹھاس نہ تھی۔یہ دلیپ صاحب ہی تھے جو دل و جان سے اپنے سسر کی

www.taemeernews.com

خاطر داری میں لگے رہے۔ دوسری بار جب وہ آئے تو حالات ایک دم بدل چکے تھے۔ من کی کھٹاس دور ہو چکی تھی اور رشتوں میں مٹھاس بھر گئی تھی۔ مجھے خوشی ہوتی تھی جب دلیپ صاحب اپنی ساس اور سسر کو اپنی مرسڈیز میں بٹھا کر سیر سپاٹے کے لئے بھیج دیتے تھے۔ میاں احسان بڑے حلیم اور خوش گفتار آدمی تھے۔ خدا انہیں کروٹ کروٹ جنت دے۔

دوپہر کو اختر بی بی نے مجھے فون کر کے اس خبر کی تجدید کر دی۔ وہ کافی فکر مند اور پریشان تھی۔ میں نے جب اس تشویش کی وجہ جاننا چاہی تو وہ ایک آہ بھر کر بولی کہ احسن بھائی بھی تعزیت کے لئے جانا چاہتا ہے جب کہ یوسف بھائی احسن میاں کی صورت دیکھنے کے بھی روا دار نہیں۔ انہوں نے اختر بی بی کو سختی سے منع کر دیا ہے کہ وہ احسن بھائی کو یہاں آنے سے روکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے دیکھ کے وہ اپنا آپا کھو بیٹھیں اور ایسا کچھ کر بیٹھیں جو جگ ہنسائی کا باعث بنے۔ اختر بی بی اپنے سبھی بھائی بہنوں کو دل و جان سے زیادہ چاہتی ہیں۔ اس خاندان کو جوڑے رکھنے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے۔ وہ خود مشکلوں اور مصیبتوں سے دو چار رہی پر اپنی تکلیفوں کو اس نے بھائی بہنوں کی خاطر بھلا دیا اور ان کی تکلیفوں کو اپنا لیا۔ ایسی بہنیں میں نے بہت کم دیکھی ہیں جو اپنے بھائی بہنوں کی خاطر جان نثار کرنے کے لئے تیار کھڑی ہوں۔ اختر بی بی نے آصف صاحب سے شادی کر کے کبھی سکھ نہیں دیکھا۔ وہ ملنگ آدمی تھا۔ کہتے ہیں جس دن ان کا انتقال ہوا اس دن وہ دلیپ صاحب کے پالی ہل والے بنگلے میں دوپہر کو آئے۔ گیٹ پر ایک فقیر بہت دیر سے کھڑا تھا۔ جونہی فقیر نے آصف صاحب کو آتے دیکھا تو وہ ہاتھ پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ آصف صاحب کی جیب میں پچاس روپے تھے۔ فقیر کو پچاس دے دیئے اور پانچ روپے سگریٹ کے پیکٹ کے لئے رکھ لئے۔ ایسا قلندر تھا وہ۔ مجھے اختر بی بی نے آصف صاحب کی دریا دلی کے بہت سارے قصے سنائے ہیں۔ ایک بار گھر کی حالت اتنی خستہ تھی کہ بچوں کو کھلانے کے لئے گھر میں ایک دانہ اناج نہ تھا۔ آصف صاحب بچوں کو بھوک سے بلکتے ہوئے دیکھ کر گئے تھے اور اختر بی بی سے یہ وعدہ کر کے نکلے تھے کہ آج وہ کہیں نہ

www.taemeernews.com

کہیں سے کچھ پیسوں کو انتظام کر کے ہی گھر لوٹیں گے۔ دن کو انہوں نے فون کر کے اختر بی بی کو بتادیا کہ پیسوں کا انتظام ہو گیا ہے اور وہ پندرہ ہزار لے کر جلدی گھر پہنچ رہے ہیں۔ اختر بی بی یہ خبر سن کر خوشی سے پھولے نہیں سمائی۔ بیٹھ کر لسٹ بنانے لگی کہ اسے جا کر کیا کیا خرید کر لانا ہے۔

شام کو آصف صاحب گھر تشریف لائے۔ اختر بی بی پیسے ہاتھ میں لینے کے لئے بے چین ہو رہی تھی۔ آصف صاحب جب کپڑے بدل کر ہال میں آ کے بیٹھ گئے تو اختر بی بی سے رہا نہیں گیا۔ وہ چپکے سے بیڈ روم میں چلی گئی اور آصف صاحب کی جیبیں ٹٹولنے لگیں۔ یہ دیکھ کر ان کا دل بیٹھا جانے لگا کہ پیسوں کا کہیں کوئی نام و نشان نہ تھا۔ وہ تیزی سے باہر آ گئیں اور مضطرب ہو کے آصف صاحب سے پوچھا "آپ نے کہا تھا کہ آپ کچھ پیسے لے کر آ رہے ہیں۔ وہ پیسے کہاں ہیں؟"

آ[illegible] جھکالیں اور پھر بہت ہی دھیمے سر میں بولے "وہ کیا ہوا کہ میرے آفس بوائے کی بیٹی کی شادی ہے۔ اسے پیسوں کی اشد ضرورت تھی میں نے وہ پیسے اٹھا کر اسے دے دیئے۔" آصف صاحب کا یہ جواب سن کر اختر بی بی دھم سے نیچے بیٹھ گئی اور ماتھا پیٹتے ہوئے بولی "آپ کیسے باپ ہیں۔ آپ کے بچے بھوک سے بلک رہے ہیں اور آپ نے ہاتھ میں آئے پیسے کسی اور کو اٹھا کر دے دیئے؟" آصف صاحب بجائے شرمسار ہونے کے بڑے اطمینان سے بولے "اس غریب کو پیسوں کی ضرورت تھی۔ وہ مجھ سے پیسے نہیں مانگتا تو کس سے مانگتا۔" ایسے تھے آصف صاحب مرحوم۔

اختر بی آصف صاحب کی ہی طرح کھلے دل کی مالک ہے۔ تنگدستی کے باوجود اس کا ہاتھ ہمیشہ کھلا رہا ہے۔ اپنے ہوں یا غیر ہر ایک کے لئے اسکا دل ہمیشہ تڑپتا رہتا ہے۔ وہ میری آنکھ میں ایک آنسو نہیں دیکھ سکتی۔ اپنوں کی تو بات ہی الگ ہے۔ اختر بی میں ایک خاص بات ہے۔ وہ رشتوں کو نباہنا خوب جانتی ہے۔ پچھلے اٹھارہ سال سے وہ مجھے اپنا بھائی مانتی آئی

www.taemeernews.com

ہے اور اس رشتے کو انہوں نے بخوبی نباہیا بھی۔ میں نے بھی اس رشتے کی خوب لاج رکھ لی ہے۔ جس کا اعتراف وہ خود بھی کرتی ہیں۔

بات ہو رہی تھی میاں احسان کی تعزیت کی۔ اختر بی بی یوسف بھائی کے غصے سے واقف تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس سوگوار ماحول میں کوئی ایسی بات ہو جائے جس سے رنگ میں بھنگ پڑ جائے۔ ایک طرف احسن میاں اس تعزیتی مجلس میں شامل ہونے کے لئے بضد تھے تو دوسری طرف دلیپ صاحب اسے اس مجلس میں دیکھنے کے لئے تیار نہ تھے۔ پچھلے کئی مہینوں سے بھائیوں کے بیچ کافی ناچاقی اور چپقلش چل رہی تھی۔ اس جھگڑے کے تار بنگلے کی فروخت سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس بنگلے کی اصل کہانی یوں ہے کہ یہ بنگلہ دلیپ صاحب نے آج سے تقریباً پچاس سال پہلے اپنے ایک پرستار محمد بھائی کے کہنے پر سوا لاکھ میں خریدا تھا۔ تب پوری فیملی ایک ساتھ رہ رہی تھی۔ چونکہ بنگلہ دلیپ صاحب نے خریدا تھا اس لئے بنگلے کی رجسٹری بھی ان کے نام سے ہی ہوئی۔ وقت بدلا۔ بھائی ایک ایک کر کے الگ ہونے لگے۔ سب سے پہلے بڑے نور بھائی الگ ہو گئے۔ پھر بہنوں کی شادیاں ہونے لگیں۔ احسن میاں لنڈن میں تھے جب دلیپ صاحب نے ''گنگا جمنا'' شروع کی۔ انہیں پروڈکشن سنبھالنے کے لئے اپنے بھائی بندوں کی ضرورت تھی سو انہوں نے احسن میاں کو لنڈن سے ممبئی بلوالیا۔ ''گنگا جمنا'' جیسے تیسے کر کے پوری ہو گئی تو دلیپ صاحب نے اپنی پروڈکشن کمپنی سٹی زن فلمز کو بند کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں احسن میاں کا طریقہ کار پسند نہ تھا۔ احسن میاں دل سے غنی پر زبان سے بڑے کڑوے ہیں۔ میں جن دنوں نیا نیا آیا تھا بنگلے میں ان کی بڑی دہشت تھی۔ ان کی اجازت کے بنا بنگلے میں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ میں شاید واحد خوش نصیب ہوں جسے احسن بھائی کا بھرپور پیار ملا۔ جب بھی بنگلے میں کوئی کام کرنا ہوتا تھا تو دلیپ صاحب احسن میاں کو راضی کرنے کے لئے مجھے آگے کر دیتے تھے۔ وہ یہ بات بخوبی جانتے تھے کہ احسن میاں بھلے ہی سب کو نہ کر دیں مجھے نہ نہیں کریں گے۔ میں بھی انہیں اپنے بڑے بھائی

www.taemeernews.com

کی طرح مانتا چلا آ رہا ہوں۔

جب سٹی زن فلمز بند ہو گئی تو احسن میاں بے کار ہو کے رہ گئے۔ لنڈن سے انکا ناطہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ جائیں تو کہاں جائیں۔ دلیپ صاحب اسے یہ بھروسہ دلاتے رہے کہ وہ بہت جلد اگلی فلم شروع کرنے والے ہیں۔ سالوں بیت گئے فلم شروع نہ ہوئی۔ وہ ایک طرح سے بھائی کے دست نگر ہو کے رہ گئے۔ بھائی بہن ایک ایک کر کے بنگلہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

دلیپ صاحب خود سائرہ جی کے بنگلے میں رہ رہے تھے۔ بنگلے میں رہ گئے احسن میاں اکیلے۔ سالوں سال وہ اس بنگلے کو ایک طرح سے سنبھالتے رہے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ یوسف بھائی کا تو یہ بنگلہ ہے مگر میرے لئے تو یہ میرا گھر ہے۔ ایک طرح سے وہ سچ ہی تو کہہ رہے تھے۔ گھر، گھر والوں سے بنتا ہے۔ جو گھر میں رہے گھر تو اسی کا ہو گیا نا۔ پنتالیس سال تک وہ اس بنگلے میں رہے۔ ان پنتالیس سالوں میں اس بنگلے نے بڑے اتار چڑھاؤ دیکھے۔ میں جتنے دنوں اس بنگلے میں رہا میں نے اسے گل وگلزار بنا کے رکھ دیا۔ جس کا اعتراف دلیپ صاحب بار بار کرتے رہے۔ میرے جانے کے بعد بنگلے میں اداسی چھا گئی۔ بنگلہ ایکدم سنسان اور ویران دکھائی دینے لگا۔ ساری چہل پہل ہی ختم ہو چکی تھی۔ احسن میاں ایک کمرے میں پڑے رہتے تھے۔ نہ کوئی رونق تھی نہ کوئی ہلچل۔ دلیپ صاحب بھی اب کم کم ہی بنگلے کی طرف رخ کرتے تھے۔ میرے جانے کے بعد سیڈم نے آفس وغیرہ کو اپنی تحویل میں لے کر اسے نئے سرے سے رنگ روغن کرایا۔ مجھے لگا کہ شاید وہ اپنی پروڈکشن کمپنی کو یہاں منتقل کرنے والی ہے۔ پر ایسا نہ ہوا۔ ایک دن دلیپ صاحب نے فون کر کے بنگلے پر بلا لیا۔ میں جب ان سے ملا تو وہ جذباتی ہو کر بولے کہ میری زندگی کا یہ آخری پروجیکٹ ہے۔ میں اس بنگلے کو گرا کر وہاں پر ایک بلڈنگ کھڑی کرانا چاہتا ہوں۔ میں نے پیسے کا انتظام کر لیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ روپے پیسے کا حساب آپ رکھ لیجئے۔ یہ ایک طرح سے میرے لئے اعزاز کی بات تھی مگر میں اسے اعزاز نہیں بلکہ اپنی موت سمجھنے لگا۔ میں نے اگلے روز اختر بی بی سے اس

www.taemeernews.com

بارے میں بات کی اور اسے سیدھے صاف لفظوں میں بتا دیا کہ میں یہاں سیمنٹ گارے کا حساب رکھنے نہیں آیا ہوں بلکہ میں ایک رائٹر ڈائریکٹر بننے آیا ہوں۔ اختر بی بی میرے جذبات کو سمجھتی تھی لیکن وہ اپنے بھائی کے جذبات کو بھی ٹھیس پہنچانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا کہ یوسف بھائی اس پروجیکٹ کے ساتھ جذباتی طور پر جڑے ہوئے ہیں۔ وہ بار بار کہتے ہیں کہ یہ میرا آخری پروجیکٹ ہے۔ اگر تم نے یہ ذمہ داری سنبھالنے سے انکار کر دیا تو انکا دل ٹوٹ جائے گا۔ تم فی الحال کچھ نہ کہو۔ دیکھو اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ میں نے اختر بی بی کی صلاح مان کر دلیپ صاحب کا دل رکھنے کے کے لئے ہاں کہہ دی۔ وہ بڑے خوش ہوئے اور ساتھ ہی مجھے اس بات کا یقین دلانے لگے کہ وہ اس پروجیکٹ میں احسن کا خاص خیال رکھیں گے۔

میڈم جب اس پروجیکٹ سے باخبر ہوئیں تو اچانک یہ پروجیکٹ ٹائیں ٹائیں فش ہو گیا۔ پتہ چلا کہ میڈم بنگلہ گرانے کے حق میں نہیں ہیں۔ کئی مہینوں تک اس بنگلے کے بارے میں ایک اسرار بنا رہا۔ اچانک ایک دن یہ مژدہ سننے کو ملا کہ یہ بنگلہ بکنے والا ہے۔ مجھے ان کے ایک دو فیملی فرینڈ ملے جن کی زبانی یہ مژدہ سننے کو ملا۔ میں حیران تھا کہ اچانک ایسا فیصلہ کیوں لیا گیا۔ میری یہ الجھن انہوں نے دور کر دی۔ وہ مجھے اس بنگلے کے پیچھے کی اصل کہانی سمجھانے لگے۔ اسلامی شریعت کے حساب سے ایک بانجھ عورت شوہر کی جائیداد کی حقدار نہیں ہوتی۔ یہ جائیداد بھائی بہنوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ بقول ان کے میڈم یہ بات بخوبی جانتی تھی اس لئے وہ اس جائیداد کو بکوا کر ساری رقم خود رکھنا چاہتی تھی۔ شوہر کے ہوتے ہوئے وہ ایسا کر سکتی تھی۔ اس نے ایسا ہی کیا۔

اب سب سے بڑی اڑچن احسن میاں تھے۔ وہ اس بنگلے میں پچھلے پنتالیس سال سے رہ رہے تھے۔ اس لئے جب تک وہ یہ بنگلہ نہ چھوڑ دیتے، اس کا بکنا آسان نہ تھا۔ وہ اس ڈیل میں روڑے اٹکا سکتا تھا۔ اسے اس بنگلے سے باہر کرنا بہت ضروری تھا۔ اب جس کا گھر بار چمن

www.taemeernews.com

رہا ہو وہ واویلا تو کرے گا ہی۔ احسن میاں نے بھی یہی کیا۔ اسی میں کچھ ایسی باتیں ہو گئیں جو دلیپ صاحب کو ناگوار گزریں۔ دونوں بھائیوں کے بیچ من مٹاؤ پیدا ہو گیا۔ دلیپ صاحب اتنے شاکی تھے کہ وہ احسن میاں کی صورت دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے۔ اختر بی بی بس اس تشویش میں گھلی جا رہی تھی کہ کہیں دونوں بھائیوں کے بیچ تکرار نہ ہو جائے۔ میں نے ماضی میں کئی موقعوں پر بڑی سوجھ بوجھ سے کام لے کر دونوں بھائیوں کو آپسی جھگڑے تکرار سے روک لیا تھا۔ اختر بی بی یہ بات بخوبی جانتی تھی کہ اگر ایسی کوئی نوبت آ گئی تو میں اس معاملے کو سنبھال لوں گا۔

میں اپنے چھوٹے بیٹے کے ساتھ بنگلے کی طرف نکل چکا تھا۔ اس دن خوب بارش ہو رہی تھی۔ ہم راستے میں تھے کہ اختر بی بی کا فون آ گیا۔ وہ مجھے ساتھ چلنے کے لئے کہہ رہی تھی۔ میں نے کہہ دیا کہ میں بنگلے کے قریب پہنچ چکا ہوں۔ میرا یہاں سے جو ہو آنا مشکل ہے۔ خیر یہ طے پایا گیا کہ میں دلیپ صاحب کے بنگلے کے پاس رکوں اور احسن میاں کو بھی وہیں روک لوں۔ جب تک میں نہ پہنچوں۔ میں نے کہا میں بنگلے کے پاس آپ کا انتظار کروں گا۔

ہم جب بنگلے کے پاس آ کے رک گئے تو دس پندرہ منٹ میں احسن میاں بھی پہنچ گئے۔ علیک سلیک کے بعد وہ بھی وہیں پر رکے رہے۔ ہم گاڑی میں بیٹھ کر گپیں ہانکنے لگے۔ اچانک میں نے ایک پروڈکشن مینجر کو بنگلے سے نکلتے دیکھا۔ میں گاڑی سے اتر کر اس کی طرف بڑھا۔ اس کمبخت نے یہ کہہ کر میرے ارمانوں پر ٹھنڈی ٹھنڈی اوس ڈال دی کہ دلیپ صاحب اپنے کمرے میں چلے گئے ہیں۔ اب وہ نیچے آنے والے نہیں ہیں۔ میرا موڈ آف ہو گیا۔ اب ہم کس سے ملنے جائیں۔ تاہم اپنے دل کو تسلی دینے کی خاطر میں نے اس سے کہہ دیا کہ ہم تو تعزیت کے لئے آ گئے ہیں۔ بنگلے پر جو بھی ہو گا ہم اس سے مل کر نکل جائیں گے۔ اس بیچ دلیپ صاحب کی چھوٹی بہن سعیدہ بی بی آ گئی۔ وہ اپنے بھائی سے مل کر چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہمیں اختر بی بی کی گاڑی آتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ ابھی تک گھبرائی ہوئی تھی۔ میں نے

www.taemeernews.com

اسے حوصلہ دیا اور ہم سب لوگ بنگلے کی طرف بڑھنے لگے۔

میں جونہی اندر گیا تو مجھے انیل ملا۔ میں نے پوچھا صاحب کہاں ہیں تو اس نے ہال کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے ہال میں جھانک کے دیکھا۔ دلیپ صاحب ایک کرسی پر بیٹھے تھے ان کی پشت ہماری طرف تھی۔ میں دل ہی دل میں بڑا خوش ہوا اور ساتھ ہی اس پروڈکشن مینجر کو من ہی من میں صلواتیں سنانے لگا جس نے میرا موڈ خراب کر دیا تھا۔ اختر بی بی تیزی سے بھائی کی طرف بڑھی۔ بھائی سے گلے مل کر وہ زنانہ روم میں چلی گئی جہاں سائرہ جی سوگ میں ڈوبی ہوئی بیٹھی تھی۔ میں باہر ہی کھڑا رہا۔ اختر بی جاتے جاتے مجھے تاکید کر کے گئی تھی کہ میں احسن بھائی کے ساتھ رہوں۔ جونہی احسن بھائی ہال میں داخل ہوئے میرا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میں ان کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ آگے آگے اختر بی بی کی چھوٹی بیٹی حنیفہ تھی۔ وہ ماموں کے پاس گئی تو دلیپ صاحب نے اسے سینے سے لگا لیا اور پھر اسے پیار کرنے لگے۔ اس کے پیچھے احسن بھائی کھڑے تھے۔ جب حنیفہ ہٹی تو احسن میاں آگے بڑھے۔ دلیپ صاحب نے ہاتھ ملانے کے لئے ہاتھ آگے بڑھایا تو احسن میاں نے ہاتھ نہیں ملایا بلکہ بھائی سے جھک کر گلے ملے اور پھر ان کی پیشانی چومی۔ میری جان میں جان آئی۔ جس بات کا ہمیں احتمال تھا یہاں تو سب کچھ اس کے الٹ ہوا۔ احسن میاں بھائی کے سامنے بیٹھ گئے۔ اتنے میں ان کی نظر میرے بیٹے پر پڑی۔ اسے اپنے پاس بلایا اور پھر اسے پیار کیا اور ساتھ ہی مجھ سے مخاطب ہو کے بولے ''آپ نے گھر میں ایسا خوبصورت ہیرو چھپا لیا اور آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں۔'' میں نے ہنستے ہوئے جواب دیا ''صاحب یہ آپ ہی کا بچہ ہے۔'' تھوڑے توقف کے بعد وہ مجھ سے گویا ہوئے ''آپ جانا مت۔ یہ ہلہ گلہ ختم ہونے دیجئے پھر ہم بیٹھیں گے۔ مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔'' میں اثبات میں سر ہلا کر ایک کرسی کی طرف بڑھا اور چپ چاپ کرسی پر بیٹھ گیا۔

میرے سامنے مرحوم نوشاد صاحب کا بیٹا رحمٰن نوشاد بیٹھا تھا۔ میں نے اسے دو تین مرتبہ

www.taemeernews.com

ہائے ہیلو کہا، اس نے کوئی جواب ہی نہ دیا۔ مجھے بڑا گہرا دھچکا لگا۔ آخر رحمٰن نوشاد مجھے اس طرح نظر انداز کیسے کر سکتا ہے جب کہ وہ مجھ سے اچھی طرح مانوس ہے۔ اب کے مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں کرسی سے اٹھا اور اس کے قریب جا کر شکایت بھرے انداز میں بولا ''کیا بات ہے بابا، آپ کو میں نے سلام کیا آپ نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ ہم یہاں وہاں اتنی بار مل چکے ہیں اس کے باوجود آپ مجھے اتنی جلدی بھول گئے''۔ رحمٰن نوشاد خفیف ہو کر بولا ''کول صاحب جو صاحب کے ساتھ تھے ان کو میں جانتا تھا۔ وہ آجکل کہاں ہیں؟'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''یہ آپ کے سامنے کون کھڑا ہے؟'' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے گھورنے لگا۔ اس کی حالت دیکھنے کے لائق تھی۔ دراصل مجھے نہ پہچاننے میں اس کا کوئی قصور نہ تھا۔ میں پہلے داڑھی نہیں رکھتا تھا۔ تین چار سال پہلے میں نے امیتابھ بچن مارک داڑھی رکھ لی تھی۔ اس داڑھی نے میرا حلیہ ہی بدل ڈالا تھا۔ وہ بڑی معصومیت سے بولا ''آپ نے یہ جو داڑھی رکھی ہے نا اس میں آپ پہچانے نہیں جاتے۔'' اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا دلیپ صاحب بیچ میں بول پڑے ''یہ کیا داڑھی رکھی ہے آپ نے؟۔ پلیز اسے نکال دیجئے۔'' میں نے بڑے مذاقیہ انداز میں کہا ''صاحب! جب تک آپ کا ہاتھ سر پر تھا، کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی مجھے ستانے کی لیکن جب سے آپ نے میرے سر سے اپنا ہاتھ ہٹا دیا، لوگوں نے مجھے بہت ستایا۔ اب ان ہی لوگوں سے بچنے کے لئے اپنی پہچان چھپانے کی کوشش کر رہا ہوں۔'' دلیپ صاحب برجستہ بولے ''ہم نے تو نہیں ستایا آپ کو؟'' میں نے کہا ''آپ نے نہیں اوروں نے ستایا ہے مجھے۔'' میں نہیں جانتا کہ میری بات کی گہرائی تک وہ پہنچ پائے کہ نہیں۔ انہوں نے میری بات کو ہنسی میں اڑا دیا۔ گھوم پھر کے بات پھر میری داڑھی پر آ کے رکی۔ اب کے وہ زور دے کے بولے کہ میں اس داڑھی کو صاف کروں۔ اختر بی بی بھی میری داڑھی کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی تھی۔ میں نے دلیپ صاحب سے وعدہ کیا کہ میں دو تین دن میں اس داڑھی کو صاف کرا دوں گا۔

www.taemeernews.com

میں اور میرا بیٹا بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ تنہائی میں بات کرنے کے امکان بہت ہی کم نظر آ رہے تھے۔ میں نے بیٹے سے کہا کہ یہاں پر مزید رکنا بے کار ہے۔ ہمیں اب چل دینا چاہیے۔ وہ اٹھا اور دلیپ صاحب سے رخصت لینے کے لئے آگے بڑھا۔ دلیپ صاحب نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا ''بیٹا مجھ سے ملنے آ جایا کرو۔ یہ تمہارا اپنا ہی گھر ہے۔'' میرے بیٹے نے آنے کا وعدہ کر کے ہاتھ ملایا اور ہم دونوں رخصت لے کر نکل گئے۔ احسن میاں مجھ سے پہلے ہی نکل چکے تھے۔ اختر بی بی اور میں بہت خوش تھے کہ بھائیوں کی ملاقات خوش گوار ماحول میں ہوئی۔ جیسا کہ اندیشہ تھا کہ کہیں دلیپ صاحب احسن میاں کو دیکھ کر برافروختہ نہ ہو جائیں ایسا کچھ ہوا نہیں۔ سب کچھ خیریت سے گزر گیا۔

بنگلہ بک چکا ہے۔ احسان میاں بنگلہ چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ بنگلے سے جڑی یادیں اب دھندلی ہونے لگی ہیں۔ میں اس بنگلے کو کبھی بھول نہیں پاؤں گا کیونکہ یہ بنگلہ میرے لئے ایک زیارت گاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں جب بھی اس بنگلے کے سامنے سے گزرتا ہوں میرا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ وہ دن اب کبھی لوٹ کے نہیں آئیں گے جو میں نے اس بنگلے کے سایے میں گزارے ہیں۔ وہ انمول یادیں جگنو بن کر میرے دل کے ایوان خانوں میں دمکتی رہیں گی۔

اب بھی ہزاروں یادیں میرے سینے میں دفن ہیں جنہیں میں عام کرنا نہیں چاہتا۔ کچھ یادیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں آپ دوسروں کے ساتھ بانٹ نہیں سکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ یادیں میرے ہی سینے میں دفن رہیں۔

دلیپ صاحب کا اسکور

☆جوار بھاٹا 1944

ڈائریکشن: امیہ چکرورتی
میوزک: انل بسواس
ہیروئین: مردولا

☆پرتما 1945

ڈائریکشن: پی جے راج
میوزک: ارون کمار
ہیروئین: سورن لتا

☆ملن 1946

ڈائریکشن: نتن بوس
میوزک: انل بسواس
ہیروئین: میرا

☆جگنو 1947

ڈائریکشن: شوکت حسین رضوی
میوزک: فیروز نظامی
ہیروئین: نور جہاں

☆انوکھا پیار 1948

ڈائریکشن: ایم جے دھرمے
میوزک: انل بسواس
ہیروئین: نلنی جیونت

☆گھر کی عزت 1948

ڈائریکشن: رام دریانی
میوزک: گوبندرام
ہیروئین: ممتاز شانتی

☆میلہ 1948

ڈائریکشن: ایس۔یو۔سنی
میوزک: نوشاد علی
ہیروئین: نرگس

☆ندیا کے پار 1948

ڈائریکشن: کشور ساہو
میوزک: سی رام چندر
ہیروئین: کامنی کوشل

☆شہید 1948

ڈائریکشن: رمیش سیگل
میوزک: غلام حیدر
ہیروئین: کامنی کوشل

☆شبنم 1948

ڈائریکشن: بی مترا
میوزک: ایس ڈی برمن
ہیروئین: کامنی کوشل

☆انداز 1949

ڈائریکشن: محبوب خان
میوزک: نوشاد علی
ہیروئین: نرگس

☆آرزو 1950

ڈائریکشن: شاہد لطیف
میوزک: انل بسواس
ہیروئین: کامنی کوشل

☆بابل 1950

ڈائریکشن: ایس۔یو۔سنی
میوزک: نوشاد علی
ہیروئین: نرگس

☆جوگن 1950

ڈائریکشن: کیدار شرما
میوزک: بلو۔سی۔رانی
ہیروئین: نرگس

☆دیدار 1951

ڈائریکشن: نتن بوس
میوزک: نوشاد علی
ہیروئین: نرگس

☆ہلچل 1951

ڈائریکشن: ایس۔کے۔اوجھا
میوزک: شفیع۔ساجد
ہیروئین: نرگس

☆ترانہ 1952

ڈائریکشن: رام دریانی
میوزک: انل بسواس
ہیروئین: مدھوبالا

☆آن 1952

ڈائریکشن: محبوب خاں
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: نادرہ

☆داغ 1952

ڈائریکشن: امیہ چکرورتی
میوزک: شنکر جے کشن
ہیروئین: نمی

☆سنگدل 1953

ڈائریکشن: آر۔سی۔تلواڑ
میوزک: سجاد
ہیروئین: مدھوبالا

☆فٹ پاتھ 1953

ڈائریکشن: ضیاءسرحدی
میوزک: خیام
ہیروئین: مینا کماری

☆شکست 1953

ڈائریکشن: رمیش سہگل
میوزک: شنکر جے کشن
ہیروئین: نلنی جیونت

☆امر 1954

ڈائریکشن: محبوب خان
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: نلنی جیونت

☆آزاد 1955

ڈائریکشن: ایس۔ایم۔ایس ناڈو
میوزک: سی۔رام چندر
ہیروئین: مینا کماری

☆دیوداس 1955

ڈائریکشن: بمل رائے
میوزک: ایس۔ڈی۔برمن
ہیروئین: سچترا سین

☆انسانیت 1955

ڈائریکشن: ایس۔ایس۔واسن
میوزک: سی رام چندر
ہیروئین: بینا رائے

☆اڑن کھٹولا 1955

ڈائریکشن: ایس۔یو۔سنی
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: نمی

☆مسافر 1957

ڈائریکشن: رشی کیش مکھرجی
میوزک: سلیل چوہدری
ہیروئین: اوشا کرن

☆نیا دور 1957

ڈائریکشن: بی۔آر۔چوپڑہ
میوزک: او۔پی۔نیر
ہیروئین: وجنتی مالا

☆مدھومتی 1958

ڈائریکشن: بمل رائے
میوزک: سلیل چوہدری
ہیروئین: وجنتی مالا

☆یہودی 1958

ڈائریکشن: بمل رائے
میوزک: شنکر جے کشن
ہیروئین: مینا کماری

☆پیغام 1959

ڈائریکشن: ایس۔ایس۔واسن

میوزک: سی۔رام چندر
ہیروئین: وجنتی مالا

☆مغل اعظم 1960

ڈائریکشن: کے۔آصف
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: مدھوبالا

☆کوہ نور 1960

ڈائریکشن: ایس۔یو۔سنی
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: مینا کماری

☆گنگا جمنا 1961

ڈائریکشن: نتن بوس
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: وجنتی مالا

☆لیڈر 1964

ڈائریکشن: رام مکھرجی
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: وجنتی مالا

☆دل دیا درد لیا 1965

ڈائریکشن: اے۔آر۔کاردار
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: وحیدہ رحمان

☆رام اور شیام 1967

ڈائریکشن: چانکیہ
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: وحیدہ رحمان

☆آدمی 1968

ڈائریکشن: اے۔بھیم سنگھ
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: وحیدہ رحمان

☆سنگھرش 1968

ڈائریکشن: ایچ۔ایس۔
راویل
میوزک: نوشادعلی
ہیروئین: وجنتی مالا

☆گوپی 1970

ڈائریکشن: اے۔بھیم سنگھ
میوزک: کلیان جی آنندجی
ہیروئین: سائرہ بانو

☆داستان 1972

ڈائریکشن: بی۔آر۔چوپڑہ
میوزک: لکشمی کانت
پیارے لال
ہیروئین: شرمیلا ٹیگور

☆سگینہ مہتو 1974

ڈائریکشن: تپن سنہا
میوزک: ایس۔ڈی۔برمن
ہیروئین: سائرہ بانو

☆بیراگ 1976

ڈائریکشن: اسیت سین
میوزک: کلیان جی آنندجی
ہیروئین: سائرہ بانو

ان فلموں کے بعد کرانتی، شکتی، ودھاتا، مزدور، مشعل، دنیا، کرما، دھرم ادھیکاری قانون اپنا اپنا، عزت دار، سوداگر اور قلعہ میں دلیپ صاحب نے بوڑھے کردار ادا کیے۔

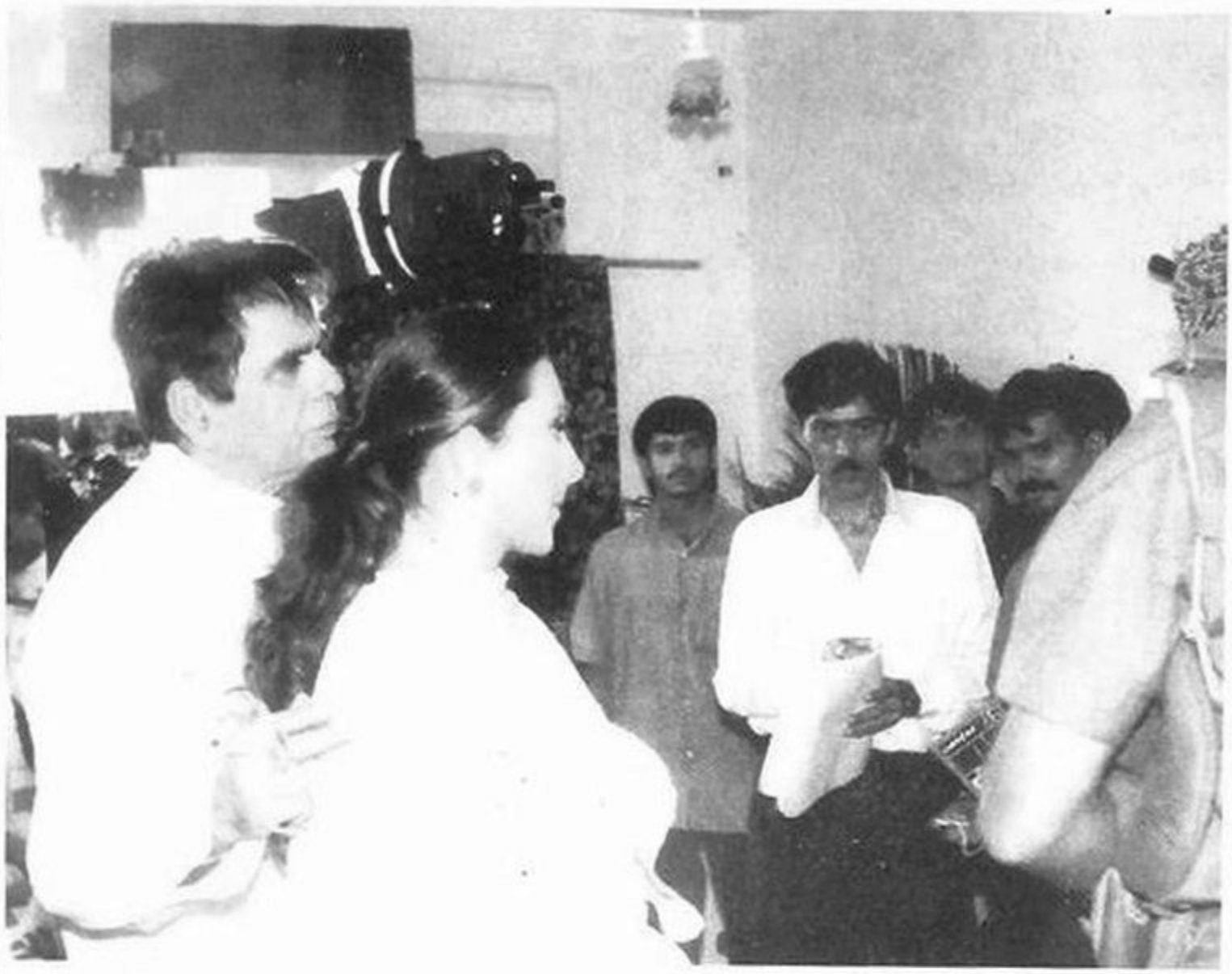

یونٹ کے لوگ، دیپک کنول، کرشمہ کپور اور دلیپ صاحب

دیپک کنول، کرشمہ کپور، دلیپ صاحب

دیپک کنول ایکٹرس فریدہ جلال کو منظر سمجھاتے ہوئے

''اس شاٹ کے لئے آپ اپنی جگہ پر جائیے''۔۔۔دلیپ صاحب اور دیپک کنول

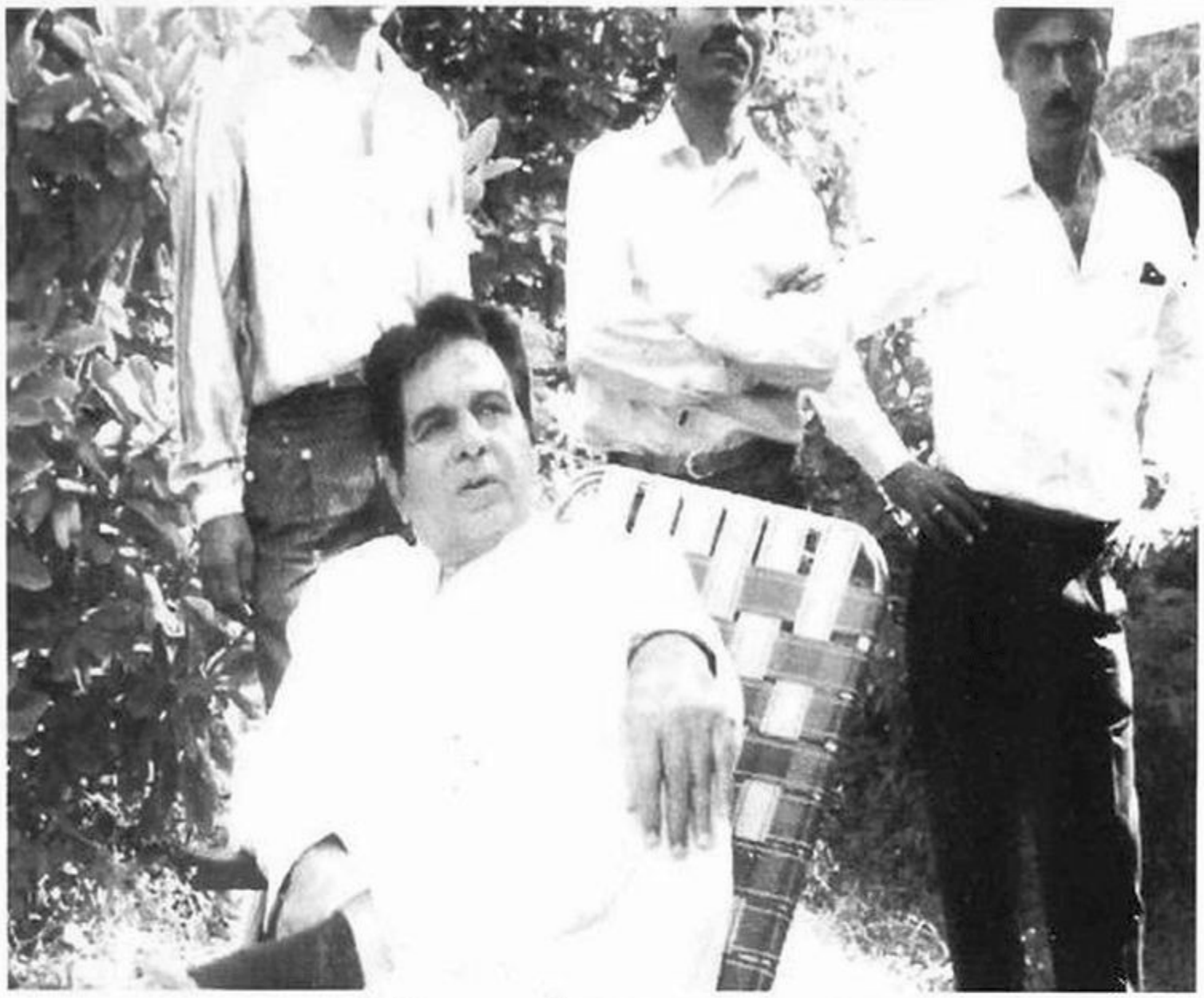

یہاں اداکار بحیثیت ہدایت کار (بائیں جانب دیپک کنول)

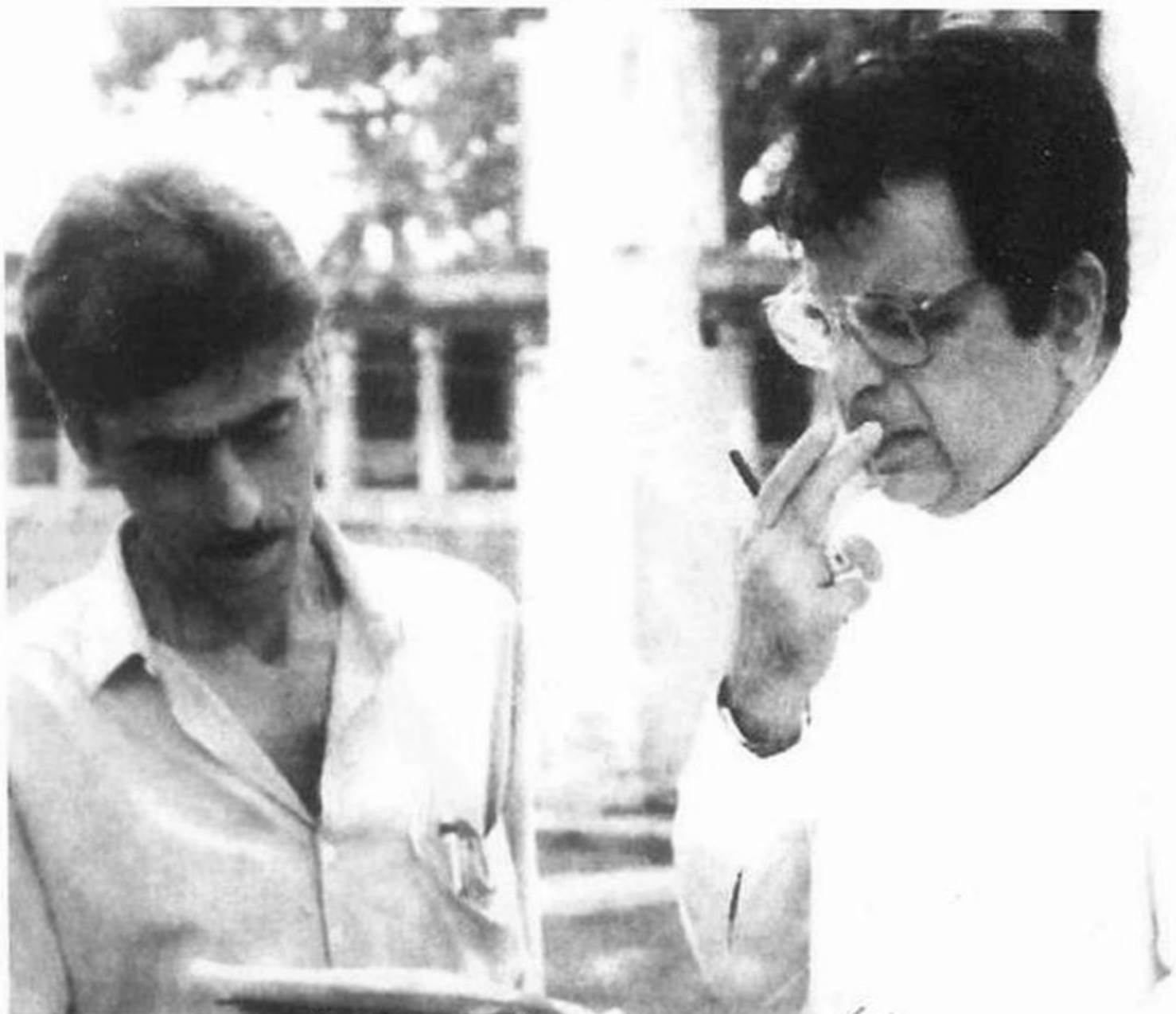

سکرپٹ پر دلیپ صاحب اور دیپک صاحب کا غور وفکر

سیریل ''با، بہو اور بے بی'' کی باکو عاجزانہ ڈائریکشن ۔۔۔ ساتھ دیپک کنول

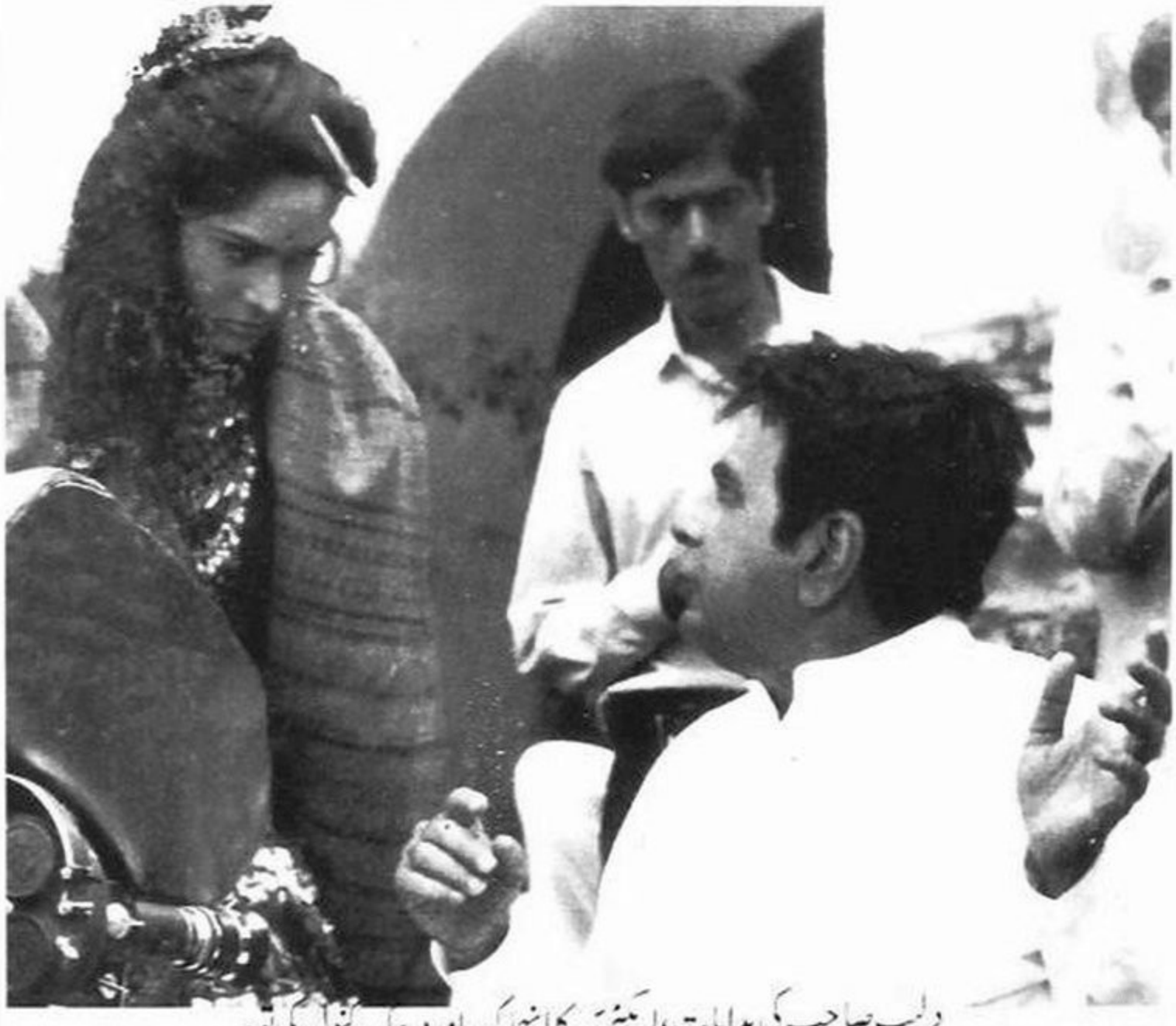

دلیپ صاحب کی ہدایات، ایکٹرس کا انہماک اور دیپک کنول کی توجہ

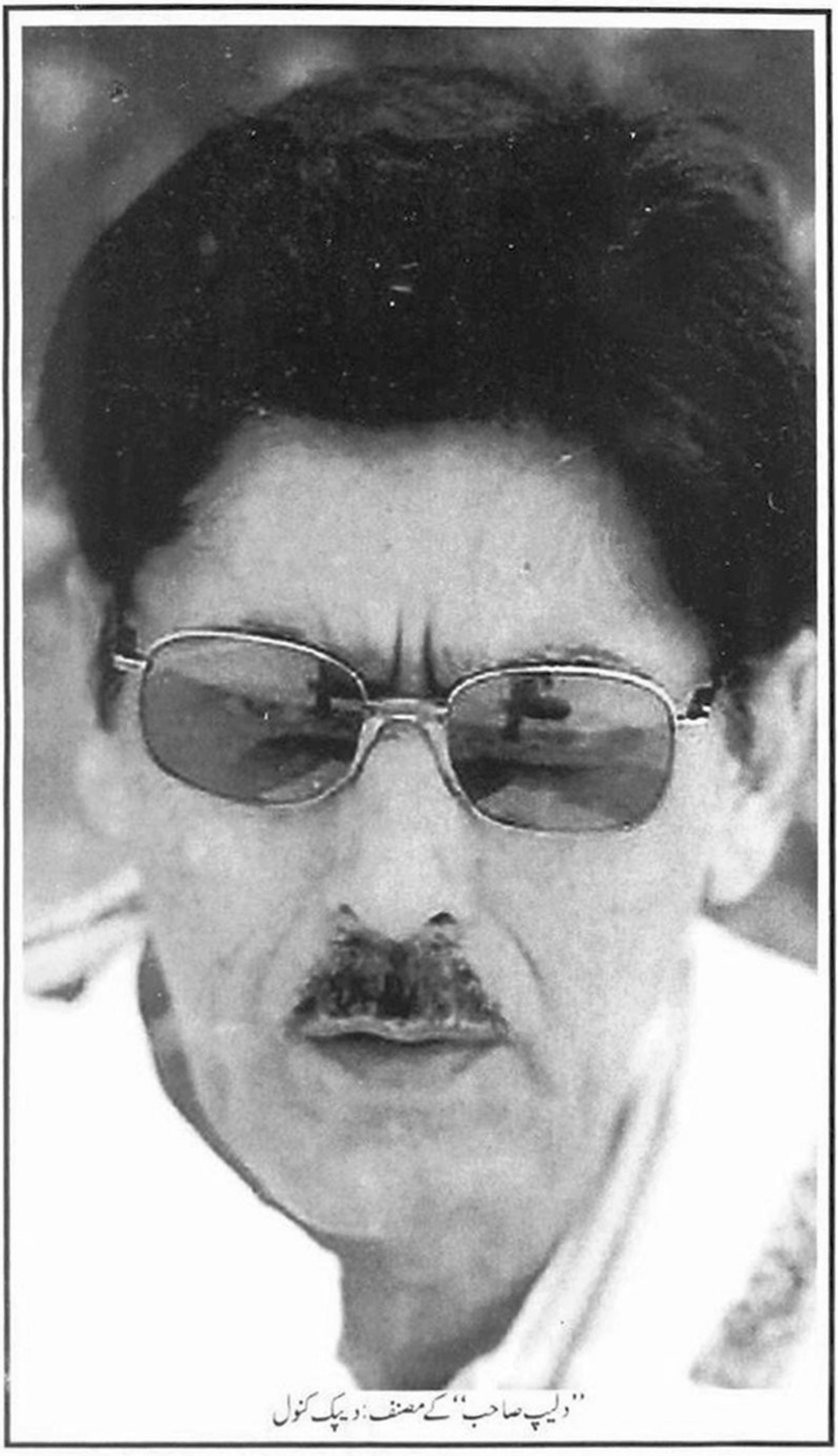

''دلیپ صاحب'' کے مصنف: دیپک کنول